

مکتبۃ المدینہ

فتاویٰ کا اعجاز و برکت

جلد ۲

کتاب الصلوة

انعامات - مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع الرحمن صاحب

- ترتیب قلم و تصنیف -

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الرحمن صاحب

- ملاحظہ -

مولانا مفتی سعید احمد صاحب

- ترتیب جلد و تصنیف -

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب

- حسب ضرورت -

مولانا مفتی ابوالکلام صاحب

علامہ مولانا سکندر علی صاحب
دینی علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیکرام چینل
حقیقی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نکالی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیکرام چینل

ناشر مکتبۃ المدینہ

افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ
مفتی اول دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)



ترتیب قدیم و تعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحبؒ

سابق مفتی دارالعلوم دیوبند (ولادت: ۱۳۴۴ھ - وفات: ۱۴۳۲ھ)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند



ترتیب جدید و تعلیق

مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
استاذ حدیث و فقہ دارالعلوم دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

کمل و مدلل
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
جلد دوم

کتاب الصلّٰة

افادات

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی قدس سرہ

ترتیب قدیم و تعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الدین صاحب رحمہ اللہ

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

ترتیب جدید و تعلیق

مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر: مکتبہ دارالعلوم دیوبند

جملہ حقوق بحق دارالعلوم دیوبند محفوظ ہیں

- نام کتاب : مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ❁ جلد: دوم ❁
- مسائل : کتاب الصّلاة
- افادات : مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ
- مفتی اول دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۳۷ھ)
- ترتیب قدیم : مفتی محمد ظفر الدین صاحبؒ، سابق مفتی دارالعلوم دیوبند
- ناظم اعلیٰ : حضرت مولانا بدر الدین اجمل صاحب، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند
- معاون خصوصی : حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدراسی، نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند
- ملاحظہ : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم
- شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند
- ترتیب جدید : مفتی محمد امین صاحب پالن پوری، استاذ حدیث و فقہ دارالعلوم دیوبند
- ناظم جمع و کوڈنگ فتاویٰ: مولانا عبدالسلام قاسمی صاحب ناظم شعبہ کمپیوٹر دارالعلوم دیوبند
- سن اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۶ء
- تعداد صفحات: ۳۷۶ — تعداد فتاویٰ: ۵۱۰
- ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند، یو پی، انڈیا ۲۴۷۵۵۴
- مطبوعہ : ایچ، ایس، آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی



- ✽ ابتدائیہ، از: حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۷
- ✽ مقدمہ ترتیب قدیم، از: حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الدین صاحب ۲۹
- ✽ مقدمہ ترتیب جدید، از: مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳۳
- ✽ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ ۳۶

کتاب الصّلاة

نماز کی فرضیت و اہمیت کا بیان

- ✽ نماز پنج گانہ کا قرآن سے ثبوت ۳۷
- ✽ نمازیں کب فرض ہوئیں؟ ۳۸
- ✽ ہر طبقہ کے مسلمانوں کے لیے نماز کی پابندی کی کیا صورت ہے؟ ۳۹
- ✽ جو پابندی سے نمازیں ادا نہیں کرتا اُسے ثواب ملے گا یا نہیں؟ ۴۱
- ✽ کیا اللہ کا ذکر نماز سے بہتر ہے؟ ۴۱
- ✽ سائنسی تجربات کے لیے نماز قضا کر دینا درست ہے یا نہیں؟ ۴۳
- ✽ نماز نہ پڑھنے والے پر مالی جرمانہ لازم کرنا اور جو نمازی اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا حکم ۴۳
- ✽ رشوت خور کی نماز مقبول ہے یا نہیں؟ ۴۵

نماز کے اوقات کا بیان

- ۴۶ کیا قرآن سے پنج وقتہ نماز کے اوقات ثابت ہیں؟ ❊
- ۴۶ فجر کی اذان اور جماعت کا وقت ❊
- ۴۷ ممالک قطب شمالی و جنوبی میں نماز کے اوقات کی تعیین کس طرح کریں؟ ❊
- ۴۸ نماز فجر کا مستحب وقت کونسا ہے؟ ❊
- ۴۹ نماز فجر، ظہر اور عصر میں تاخیر کرنا ❊
- ۵۰ سایہ اصلی کو پہچاننے کا طریقہ ❊
- ۵۱ سایہ اصلی کا ثبوت ❊
- ۵۱ امام صاحب کا مثلین اور شفق ابیض سے رجوع ثابت نہیں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم ❊
- ۵۳ ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے؟ ❊
- ۵۷ جمعہ کی نماز کا اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے ❊
- ۵۷ جمعہ کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے؟ ❊
- ۵۸ طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں منع ہے؟ ❊
- ۵۸ غروب آفتاب کے وقت عصر کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ ❊
- ۵۹ ظہر اور جمعہ کا مستحب وقت ❊
- ۶۰ غروب آفتاب ہی سے مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے ❊
- ۶۲ مغرب اور عشاء کے اول وقت کے درمیان کتنا فصل ہوتا ہے؟ ❊
- ۶۳ نقشہ ❊
- ۶۴ عشاء کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ ❊
- ۶۵ افطاری کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کچھ تاخیر کرنا جائز ہے ❊
- ۶۶ کسی کے انتظار میں نماز کو مؤخر کرنا کیسا ہے؟ ❊
- ۶۷ نماز کے مقررہ اوقات سے جماعت میں تاخیر کرنا ❊

- ۶۸ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اس کا ثبوت
- ۶۹ شدید ضرورت کی وجہ سے ظہر کی نماز گیارہ بجے پڑھنا درست نہیں
- ۷۰ ہمیشہ ایک مثل کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے
- ۷۰ شوافع کا حنفی امام کو ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھانے پر مجبور کرنا درست نہیں
- ۷۲ عصر کی نماز دو مثل سے پہلے پڑھنا
- ۷۲ امام صاحب کے نزدیک عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟
- ۷۳ مغرب کی اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہیے؟
- ۷۵ عشاء کی اذان سے کتنی دیر بعد جماعت ہونی چاہیے؟
- ۷۵ مغرب و عشاء کی اذان کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟
- ۷۷ عشاء کا مستحب وقت
- ۷۷ آسمان ابر آلود ہو تو نمازوں کے اوقات کس طرح متعین کیے جائیں؟
- ۷۸ موسم برسات میں نماز میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ وقت مکروہ آجاوے
- ۷۹ صبح کی نماز میں اسفار مستحب ہے
- ۸۱ موسم سرما میں صبح کی جماعت کب ہونی چاہیے؟
- ۸۲ موسموں کے اختلاف سے اوقات نماز مختلف ہوتے رہتے ہیں
- ۸۳ عشاء سے پہلے سونا اچھا نہیں
- ۸۳ نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے
- ۸۴ جہاں ۱۸ گھنٹے کا دن ہوتا ہے وہاں نمازیں کس طرح پڑھی جائیں؟
- ۸۴ رمضان المبارک میں فجر کی نماز غلغلے میں پڑھنا
- ۸۵ بہت لمبی سورت مغرب کی نماز میں پڑھنا خلاف سنت ہے
- ۸۵ حنفی و شافعی دونوں مقتدی ہوں تو اوقات میں کس کی رعایت کی جائے؟
- ۸۶ وقت ظہر کی تحقیق
- ۹۰ جس جگہ عشاء کا وقت نہ ہو وہاں عشاء کی نماز پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟

- ❖ کیا ہر موسم میں رات کا ساتواں حصہ شروع ہونے پر صبح صادق ہو جاتی ہے؟ ۹۲
- ❖ حضرت گنگوہیؒ فجر اور عصر کی نماز کب پڑھتے تھے؟ ۹۲
- ❖ گرمیوں میں ظہر کی نماز کب پڑھنی چاہیے؟ ۹۴
- ❖ جزیرہ لاپ لینڈ میں نماز و روزہ کیسے ادا کیا جائے؟ ۹۵

مکروہ اوقات کا بیان

- ❖ جمعہ کے دن استواء کے وقت نفل نماز پڑھنا درست نہیں ۹۶
- ❖ جمعہ کی سنتیں استواء کے وقت پڑھنا درست نہیں ۹۷
- ❖ استواء شمس کے وقت تلاوت قرآن شریف درست ہے ۹۷
- ❖ استواء شمس کے وقت نماز درست نہیں ۹۸
- ❖ صبح صادق کے بعد کوئی نفل نماز سوائے سنت فجر یا قضاء نماز کے درست نہیں ۹۸
- ❖ صبح صادق کے بعد تحیۃ المسجد کی نقلیں پڑھنا درست نہیں ۹۹
- ❖ سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد نماز پڑھنا جائز ہے؟ ۱۰۰
- ❖ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز سوائے قضاء نماز کے جائز نہیں ۱۰۰
- ❖ ظہر کے بعد نوافل درست ہیں ۱۰۱
- ❖ غنودگی کو ناقض وضو سمجھ کر فجر کی سنت کو دوبارہ پڑھنا ۱۰۱
- ❖ فجر اور ظہر کی سنتوں کی قضاء میں فرق کی وجہ ۱۰۲
- ❖ آدھی رات کے بعد نماز عشاء پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ ۱۰۲
- ❖ جمع بین الصلاتین کی مفصل و مدلل بحث ۱۰۴
- ❖ کیا ظہر و عصر ایک وقت میں پڑھنا درست ہے؟ ۱۱۱

اذان و اقامت کا بیان

- ❖ مسجد میں اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ ۱۱۳

- ۱۱۴ اذان مسجد کے اندر ہو یا باہر؟ ❖
- ۱۱۴ کوئی اذان مسجد میں مکروہ نہیں ❖
- ۱۱۵ صبح کی اذان کس وقت کہی جاوے؟ ❖
- ۱۱۵ اذان یا تکبیر غلط کہے تو کیا حکم ہے؟ ❖
- ۱۱۶ مؤذن کی اجازت کے بغیر اذان کہنا ❖
- ۱۱۷ کیا مؤذن ہی کو تکبیر پڑھنا چاہیے؟ ❖
- ۱۱۷ ایک مسجد میں اذان کہہ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ❖
- ۱۱۷ ایک مسجد میں اذان دے کر دوسری مسجد میں امامت کرنا کیسا ہے؟ ❖
- ۱۱۸ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ ❖
- ۱۱۸ نابالغ لڑکے کی اذان کب درست ہے؟ ❖
- ۱۱۹ نابالغ مراہق کی اذان درست ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے ❖
- ۱۲۰ کلمات اذان صحیح ادا نہ کرنے والے کو مؤذن نہ رکھنا چاہیے ❖
- ۱۲۱ زانی کی تکبیر کا حکم ❖
- ۱۲۱ جو شخص پاکی و ناپاکی کی تمیز نہ کرتا ہو اور تلفظ غلط ہو اس کو مؤذن رکھنا ❖
- ۱۲۱ خنثی کی اذان و اقامت کا حکم ❖
- ۱۲۲ بے وضو اذان کہنے کا حکم ❖
- ۱۲۳ جمعہ کی اذان استواء کے وقت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ❖
- جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے جو اذان کہی جاتی ہے اس کو خطیب کے سامنے مسجد میں
- ۱۲۴ کہنا مسنون ہے ❖
- ۱۲۵ خطبہ کی اذان مسجد میں ہونی چاہیے ❖
- ۱۲۵ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور دعائے ماثورہ پڑھنا مکروہ ہے ❖
- ۱۲۶ جب جمعہ کی پہلی اذان ایک نے اور دوسری اذان دوسرے نے کہی تو تکبیر کون کہے؟ ❖

- ❖ اذان ثانی سے پہلے استووا رحمکم اللہ کہنا کیسا ہے؟ ۱۲۶
- ❖ اذان کی دعائیں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ۱۲۶
- ❖ خطبہ کی اذان کا جواب دینا ثابت نہیں ۱۲۷
- ❖ قضاء نمازوں کے لیے اذان و اقامت کہی جائے یا نہیں؟ ۱۳۲
- ❖ قضاء نماز اور وتر کے لیے اذان و تکبیر کہنے کا کیا حکم ہے؟ ۱۳۳
- ❖ خواتین قضاء نمازوں کے لیے اذان و تکبیر نہ کہیں ۱۳۳
- ❖ مکان، دکان اور جنگل میں نماز پڑھنے والے کے لیے اذان و اقامت کہنا کیسا ہے؟ ۱۳۴
- ❖ فجر کی نماز قضاء ہو جائے تو اذان میں الصلۃ خیر من النوم کہے یا نہیں؟ ۱۳۴
- ❖ فجر کی اذان میں الصلۃ خیر من النوم زیادہ کرنے کی حکمت ۱۳۵
- ❖ ہاتھ چھوڑ کر یا غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے اذان دینا خلاف سنت ہے ۱۳۵
- ❖ کانوں میں انگلیاں ڈالنا ہر اذان میں مستحب ہے ۱۳۶
- ❖ اذان و اقامت میں لفظ اللہ میں ہاء کے بعد واو کا اضافہ غلط ہے ۱۳۶
- ❖ ٹیک لگا کر اذان دینا اور بیٹھ کر اقامت کہنا ۱۳۷
- ❖ جیل میں اذان دی جائے یا نہیں؟ ۱۳۷
- ❖ شیعوں کی اذان گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ ۱۳۸
- ❖ شیعوں کی اذان کافی نہیں ۱۳۸
- ❖ شیعہ اپنی اذان میں جو کلمات بڑھاتے ہیں ان کا شرعی حکم ۱۳۹
- ❖ بچوں کو عادی بنانے کے لیے گھر میں اذان دینا ۱۴۰
- ❖ اذان میں دائیں بائیں سینہ پھیرنا منع ہے ۱۴۰
- ❖ ضد کی وجہ سے اذان نہ دینا ۱۴۰
- ❖ ننگے سر اذان دینے اور نماز پڑھنے کا حکم ۱۴۱
- ❖ اذان و اقامت میں اللہ اکبر اول کی رائے پر پیش پڑھنا خلاف سنت ہے ۱۴۲

- ✽ ۱۴۳ چند جاہل مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھیں تو اذان کا کیا حکم ہے؟
- ✽ ۱۴۳ مؤذن کا بلند آواز ہونا امر مستحب ہے
- ✽ ۱۴۴ جوتے پہن کر اذان دینا کیسا ہے؟
- ✽ ۱۴۴ اذان کے وقت مؤذن اور سننے والوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟
- ✽ ۱۴۵ اذان شروع ہونے کے بعد پاخانہ پیشاب کو جانا کیسا ہے؟
- ✽ ۱۴۵ گھر میں نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہیں؟
- ✽ ۱۴۶ اذان میں صلّوا فی حالکم کہنا
- ✽ ۱۴۶ جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے
- ✽ ۱۴۷ اقامت کا جواب دینا مستحب ہے اور امام کا تکبیر ختم ہونے کے بعد نماز شروع کرنا بہتر ہے
- ✽ ۱۴۷ اذان کے جواب میں جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت
- ✽ ۱۴۸ اذان کے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟
- ✽ ۱۴۹ اذان کا جواب قولاً مستحب اور بالقدم واجب ہے
- ✽ ۱۵۰ جو شخص اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو اس پر اذان کا جواب واجب ہے یا نہیں؟
- ✽ ۱۵۱ اذان کے بعد مسجد کی طرف چلنا ضروری ہے یا نہیں؟
- ✽ ۱۵۱ قرآن اور درود پڑھتے وقت اذان شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے؟
- ✽ ۱۵۲ اذان بلا ترجیح افضل ہے
- ✽ ۱۵۴ اذان میں حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ کہنا جائز نہیں
- ✽ ۱۵۵ مؤذن کا اذان و تکبیر میں محمد رسول اللہ پر درود پڑھنا ثابت نہیں
- ✽ ۱۵۵ تکبیر کے وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا
- ✽ ۱۵۶ اذان میں محمد رسول اللہ پر درود پڑھنا کیسا ہے؟
- ✽ ۱۵۷ اذان سے پہلے الصّلاة والسلام إلخ کہنا بدعت ہے
- ✽ ۱۵۷ اذان میں بہ وقت شہادتین انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا
- ✽ ۱۶۰ تنویب کا حکم

- ❖ جمعہ کی سنتوں سے پہلے مؤذن کا بلند آواز سے صلاة سنّۃ قبل الجمعة پکارنا درست نہیں ۱۶۲
- ❖ جماعت کے لیے نقارہ بجانا کیسا ہے؟ ۱۶۳
- ❖ اذان و اقامت فرائض کے لیے خاص ہیں ۱۶۴
- ❖ تکبیر کب شروع کی جائے؟ ۱۶۵
- ❖ اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟ ۱۶۵
- ❖ امام نماز کب شروع کرے؟ ۱۷۰
- ❖ تکبیر کہاں کھڑے ہو کر کہنا چاہیے؟ ۱۷۲
- ❖ تکبیر ختم ہونے کے بعد معمولی تاخیر ہو تو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ۱۷۴
- ❖ اقامت کے بعد امام نے کھانا کھایا، یا دیر تک باتیں کی تو کیا حکم ہے؟ ۱۷۵
- ❖ فاسد ہونے کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھی گئی تو تکبیر کا کیا حکم ہے؟ ۱۷۵
- ❖ امام مسجد نے تکبیر کے بغیر نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے؟ ۱۷۵
- ❖ مسجد میں جماعت ثانیہ سے پہلے دوبارہ تکبیر کہنی چاہیے یا نہیں؟ ۱۷۶
- ❖ کونسی صف میں کھڑے ہو کر اقامت کہنی چاہیے؟ ۱۷۶
- ❖ اقامت میں جیعلتین کے وقت تحویل وجہ کا کیا حکم ہے؟ ۱۷۷
- ❖ تکبیر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ۱۷۹
- ❖ کلمات تکبیر کو ایک ایک دفعہ کہنا حنفیہ کا مذہب نہیں ۱۸۰
- ❖ چلتے ہوئے تکبیر کہنا کیسا ہے؟ ۱۸۰
- ❖ قد قامت الصلاة بلند آواز سے کہنا کیسا ہے؟ ۱۸۱
- ❖ غیر مقلد کی تکبیر سے نماز میں نقص نہیں ہوتا ۱۸۱
- ❖ دن میت کے بعد اور قحط و وباء میں اذان کہنا کیسا ہے؟ ۱۸۲
- ❖ مغموم کا اذان کہلو اگر سننا کیسا ہے؟ ۱۸۳

نماز کی شرطوں کا بیان

طہارت کے مسائل

- ✽ مقدار درہم سے کم ناپاکی کے ساتھ نماز درست ہے یا نہیں؟ ۱۸۴
- ✽ مقدار درہم سے زیادہ کپڑا ناپاک ہے تو نماز نہیں ہوگی ۱۸۵
- ✽ جس کپڑے پر مٹی لگ جائے اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟ ۱۸۵
- ✽ جس گھاس پر ماکول اللحم جانور نے بول و براز کیا ہو، اس پر نماز درست ہے یا نہیں؟ ۱۸۶
- ✽ پردال پر نماز جائز ہے یا نہیں؟ ۱۸۶
- ✽ ناپاک کپڑوں میں نماز نہیں ہوگی ۱۸۷
- ✽ جماع کے بعد ناپاک کپڑا بدل دیا باقی کپڑے نہیں بدلے تو کیا حکم ہے؟ ۱۸۷
- ✽ ہسپتال میں ملازمت کرنے والا جس کے کپڑے ناپاک رہتے ہیں نماز کس طرح پڑھے؟ ۱۸۷
- ✽ بھول کر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟ ۱۸۸
- ✽ کیا کوٹ پتلون میں نماز ہو جاتی ہے؟ ۱۸۸
- ✽ پاجامہ پر دھبہ دیکھا اور کپڑے بدلے نہیں اور نماز پڑھتا رہا تو کیا حکم ہے؟ ۱۸۹
- ✽ ناپاک اونی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ۱۸۹
- ✽ ننگے پاؤں چلنے والا بغیر پاؤں دھوئے نماز پڑھ سکتا ہے ۱۹۰
- ✽ استنجاء کیے بغیر نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟ ۱۹۰
- ✽ کچھوے کی ہڈی کا طلاء لگا کر نماز پڑھنا ۱۹۱
- ✽ ناپاک تیل کی مالش کر کے نماز پڑھنا ۱۹۲
- ✽ حشرات الارض کا تیل لگا کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ ۱۹۲
- ✽ بازار سے خریدے ہوئے لٹھے اور ململ پہن کر نماز پڑھنا درست ہے ۱۹۳
- ✽ جیل خانہ سے خرید کردہ جائے نماز پر نماز پڑھنا درست ہے ۱۹۳

- ✽ کورے کپڑے میں نماز درست ہے ۱۹۴
- ✽ غیر مسلم کی تیار کردہ صف، بور یہ اور چٹائی پر نماز پڑھنا درست ہے ۱۹۴
- ✽ غسل خانہ میں نماز مکروہ ہے ۱۹۴
- ✽ ایک شخص نے امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرتے ہوئے منی نکلنے کے بعد غسل نہیں کیا اور نمازیں پڑھتا رہا تو کیا حکم ہے؟ ۱۹۵
- ✽ رنڈی کے بالا خانہ کے نیچے جو مکان ہے اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟ ۱۹۷

ستر عورت کے مسائل

- ✽ کپڑے کی غلظت میں شرط کیا ہے؟ ۱۹۸
- ✽ ہنود کی طرح دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ۱۹۸
- ✽ عورتوں کی نماز ساڑی میں جائز ہے یا نہیں؟ ۱۹۹
- ✽ جانگیا پر لنگی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے ۱۹۹
- ✽ عورت کے قدم کھلے ہوں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ ۱۹۹
- ✽ عورت کو نماز میں دونوں پاؤں ڈھانکنا ضروری نہیں ۲۰۰

استقبال قبلہ کے مسائل

- ✽ سمت قبلہ میں شرعاً بہت وسعت ہے ۲۰۱
- ✽ ریل میں بھی استقبال قبلہ اور قیام وغیرہ ضروری ہے ۲۰۳

نیت کے مسائل

- ✽ صحت نماز کے لیے صرف دل سے نیت کرنا کافی ہے ۲۰۶
- ✽ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ۲۰۶
- ✽ کیا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے؟ ۲۰۷

- ✽ نماز کی نیت کے الفاظ خواہ کسی زبان میں کہے جائز ہے ۲۰۸
- ✽ کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے امام کی اجازت ضروری نہیں ۲۰۸
- ✽ کیا امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟ ۲۰۹

نماز کے فرائض کا بیان

- ✽ تکبیر تحریمہ مرد اور عورت سب کو کہنا فرض ہے ۲۱۰
- ✽ گھاس پر نماز درست ہے یا نہیں؟ ۲۱۰
- ✽ تندرست آدمی کو چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ۲۱۱
- ✽ عورتوں کا بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ۲۱۲
- ✽ کیا اس شخص کے لیے بیٹھ کر نماز جائز ہے جو چلتا پھرتا ہے؟ ۲۱۲
- ✽ قعدہ اخیرہ میں سو جائے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ ۲۱۳
- ✽ سجدے میں دونوں پاؤں اٹھ جائیں تو کیا حکم ہے؟ ۲۱۳
- ✽ نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہل جائے تو کیا حکم ہے؟ ۲۱۴

نماز کے واجبات کا بیان

- ✽ سورت ملانا واجب ہے ۲۱۵
- ✽ نوافل میں قعدہ اولیٰ واجب ہے فرض نہیں ۲۱۵
- ✽ تشہد؛ نماز میں واجب ہے ۲۱۶
- ✽ فرضوں کی دو رکعت خالی اور سنتوں کی سب بھری پڑھی جاتی ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ ۲۱۶
- ✽ چار رکعت فرض میں دو خالی اور دو بھری کیوں ہیں؟ ۲۱۷
- ✽ کیا ہر مکروہ تحریمی سے نماز کا اعادہ واجب ہے؟ ۲۱۷
- ✽ بغیر تعدیل ارکان جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے؟ ۲۱۸

سنن و کیفیت نماز کا بیان

- ❖ فرض سے پہلے اِنِّیْ وَجَّهْتُ پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۱۹
- ❖ اللہ اکبر کی راء کو اس طرح ادا کرنا کہ لوگ دال محسوس کریں کیسا ہے؟ ۲۱۹
- ❖ اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچنا مفسدِ صلاۃ ہے ۲۱۹
- ❖ نماز میں بجائے اللہ اکبر کے یا اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ۲۲۰
- ❖ نیت کے بعد ہاتھ باندھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ۲۲۰
- ❖ فرض نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے علاوہ دیگر دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۲۲
- ❖ ثناء، تشہد اور دعائے قنوت وغیرہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ ۲۲۲
- ❖ نماز میں ہاتھ باندھنے کا ثبوت ۲۲۳
- ❖ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا مسنون ہے ۲۲۳
- ❖ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا ۲۲۴
- ❖ امام کا بعض تکبیرات کو نہایت بلند آواز سے اور بعض کو نہایت پست آواز سے کہنا ۲۲۵
- ❖ جہری نمازوں میں اکیلا آدمی بھی جہر کر سکتا ہے ۲۲۶
- ❖ سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے ۲۲۶
- ❖ سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے گی ۲۲۹
- ❖ سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ دیر خاموش رہنا ۲۲۹
- ❖ رکوع اور سجدے میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنی چاہیے؟ ۲۳۰
- ❖ رکوع اور سجدے کی تسبیح میں وبحمدہ کا اضافہ درست ہے یا نہیں؟ ۲۳۲
- ❖ رکوع کی تسبیح میں عظیم کے بجائے کریم کہنا درست ہے یا نہیں؟ ۲۳۲
- ❖ قیام میں دونوں قدم کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟ ۲۳۳
- ❖ رکوع میں مرد دونوں ٹخنے ملائے یا جدا رکھے؟ ۲۳۳

- ✽ رکوع، سجدہ اور قیام میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ اور فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟ ۲۳۷
- ✽ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کس طرح کیا جائے؟ ۲۳۸
- ✽ بیٹھ کر نماز پڑھنا کب درست ہے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟ ۲۳۹
- ✽ رکوع میں تطبیق کرنے کی روایت ۲۴۰
- ✽ سبحان ربی العظیم کو پڑھنا نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے؟ ۲۴۱
- ✽ ربنا لك الحمد کے ساتھ اللہم کہے یا نہیں؟ ۲۴۱
- ✽ رکوع کر کے سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور سجدے میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۴۲
- ✽ دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا واجب ہے ۲۴۲
- ✽ قومہ میں ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ۲۴۲
- ✽ رفع یدین کرنا کیسا ہے؟ ۲۴۳
- ✽ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ ۲۴۴
- ✽ رفع یدین نہ کرنے کی ایک صحیح حدیث ۲۴۴
- ✽ سجدہ کا مسنون طریقہ ۲۴۵
- ✽ عورت سجدہ اور جلسہ میں پاؤں کیسے رکھے؟ ۲۴۶
- ✽ عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کس طرح رکھیں؟ ۲۴۶
- ✽ عورتوں کا سجدہ میں پاؤں داہنی جانب نکالنا ثابت ہے یا نہیں؟ ۲۴۶
- ✽ عورتیں کس طرح سجدہ کریں؟ ۲۴۷
- ✽ دوسری رکعت کے لیے اٹھتے ہوئے گھٹنوں پر سہارا لینا جائز ہے یا نہیں؟ ۲۴۸
- ✽ پہلے قعدہ کے بعد اٹھتے ہوئے گھٹنوں پر سہارا لینا ۲۴۸
- ✽ جلسہ استراحت درست ہے یا نہیں؟ ۲۴۹
- ✽ سجدے سے اٹھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہونا سنت کے مطابق ہے ۲۴۹

- ۲۵۰ سجدہ شکر اور سجدہ مناجات کا کیا حکم ہے؟
- ۲۵۱ دو سجدوں کے درمیان دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- التحیات میں انگشت وسطیٰ اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا
- ۲۵۱ سنت ہے
- ۲۵۲ التحیات میں انگشت شہادت اٹھانے کی وجہ
- ۲۵۳ تشہد میں انگلی اٹھانا سنت ہے
- ۲۵۶ رفع سبّابہ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کا مسلک اور اس کا جواب
- ۲۵۸ تشہد میں انگلی اٹھا کر کس وقت گرانی چاہیے؟
- ۲۵۸ تشہد میں انگلیوں کا حلقہ کب تک باقی رکھنا چاہیے؟
- ۲۵۹ دائیں ہاتھ کی انگشت نہ اٹھا سکتا ہو تو کیا کرے؟
- ۲۵۹ درود میں سیدنا کا اضافہ کیسا ہے؟
- ۲۶۰ نماز کے درود میں اللہم بارک علیٰ أزواجه وذریّاتہ کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟ ...
- ۲۶۰ نماز کے آخری قعدہ میں مختلف دعائیں پڑھنا درست ہے
- ۲۶۱ نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ درست نہیں
- ۲۶۲ سلام میں صرف چہرہ پھیرے سینہ نہ پھیرے
- ۲۶۲ جس نے امام کی اقتداء سلام پھیرنے کے قریب کی ہو وہ تشہد پڑھے یا نہیں؟
- ۲۶۳ دعائے ماثورہ پڑھنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے؟
- ۲۶۳ امام سلام پھیر دے اور مقتدی کی کچھ دعا باقی ہو تو مقتدی کیا کرے؟
- ۲۶۴ امام التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جاوے یا مقتدی پہلے پڑھ چکا تو کیا حکم ہے؟
- ۲۶۵ سلام کے بعد امام دائیں بائیں گھوم سکتا ہے خواہ مقتدی کم ہوں یا زیادہ
- ۲۶۵ فرض نمازوں کے بعد سنتوں سے پہلے دیر تک دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۶۹ فرض نماز کے بعد سنتوں میں کس قدر تاخیر کرنا چاہیے؟

- ❖ مقتدی کا امام سے پہلے دعا مانگ کر چلا جانا کیسا ہے؟ ۲۷۰
- ❖ بعد نماز لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے؟ ۲۷۱
- ❖ سلام کے بعد والی دعا میں مقتدی کی شرکت کا حکم ۲۷۱
- ❖ نماز پنج گانہ کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اور چہرے پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے ۲۷۱
- ❖ امام کی دعا پر مقتدی 'آمین' کہے یا اپنی دعا مانگے؟ ۲۷۲
- ❖ عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا درست ہے ۲۷۲
- ❖ خشوع نہ ہونے کی صورت میں نماز کا اعادہ کیسا ہے؟ ۲۷۳
- ❖ ایک چٹائی پر مرد و عورت نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ۲۷۳
- ❖ جو شخص قرآن نہ پڑھ سکتا ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟ ۲۷۴

نماز کے آداب

- ❖ تشہد کی حالت میں نگاہ کہاں رکھیں؟ ۲۷۵
- ❖ بیٹھ کر نماز پڑھے تو حالت قعود و رکوع میں نگاہ کہاں رکھے؟ ۲۷۵
- ❖ نماز میں سجدہ افضل ہے یا قیام؟ ۲۷۶

قراءت کا بیان

- ❖ اگر آمین اس طرح کہے کہ ایک دو آدمی سن لیں تو کیسا ہے؟ ۲۷۷
- ❖ بلند آواز سے آمین کہنا درست ہے یا نہیں؟ ۲۷۷
- ❖ نمازوں میں آمین آہستہ کہنا مسنون ہے ۲۷۸
- ❖ بلند آواز سے آمین کہنا مسنون نہیں ۲۷۹
- ❖ آمین اور تحمید میں جہر کرنا خلاف سنت ہے ۲۷۹
- ❖ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے آمین بالجہر وبالاخفاء ثابت ہے یا نہیں؟ ۲۷۹
- ❖ آمین بالجہر وبالسر کی تحقیق ۲۸۱

- ✽ آمین بالسر کی حدیث کس درجہ کی ہے؟ ۲۸۲
- ✽ فرائض میں آمین اور دوسرے دعائیہ کلمات کا سورتوں کے آخر میں کہنا درست نہیں ۲۸۲
- ✽ آیات کا جواب نماز میں دینا درست نہیں ۲۸۳
- ✽ بلند آواز سے آمین کہنے والے کی جماعت میں شرکت کا حکم ۲۸۴
- ✽ آمین بالجہر اور رفع یدین سنت ہے یا نہیں؟ ۲۸۴
- ✽ بلند آواز سے آمین کہنے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ۲۸۵
- ✽ فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تحقیق ۲۸۵
- ✽ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ۲۸۷
- ✽ سری نماز میں بھی مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے ۲۹۳
- ✽ فاتحہ خلف الامام بہ قصد ثنا پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۹۳
- ✽ فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر پر بزرگان دین میں سے کسی نے عمل کیا ہے؟ ۲۹۴
- ✽ قراءت خلف الامام کے جواز کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ کے قول کا جواب ۲۹۵
- ✽ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں شاہ رفیع الدین دہلوی کے قول کا جواب ۲۹۶
- ✽ قراءت خلف الامام سے متعلق احادیث کا جواب ۲۹۷
- ✽ قراءت خلف الامام اور آمین بالجہر کی احادیث منسوخ ہیں یا نہیں؟ ۲۹۸
- ✽ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد کہنا سخت جہالت و گمراہی ہے ۳۰۰
- ✽ امام کا آہستہ قراءت کرنا اور لمبی سورت پڑھنا ۳۰۱
- ✽ دوسری رکعت میں لمبی قراءت مکروہ تنزیہی ہے ۳۰۱
- ✽ امام کا فجر کی دوسری رکعت میں بالقصد دو چار آیتیں زیادہ پڑھنا ۳۰۲
- ✽ دوسری رکعت کو پہلی سے لمبی کرنا اور درمیان میں چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے ۳۰۲
- ✽ دوسری رکعت کو طول دینے میں کس چیز کا اعتبار ہے؟ ۳۰۳
- ✽ پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھی تو کیا حکم ہے؟ ۳۰۳
- ✽ پہلی رکعت میں سورہ کوثر اور دوسری میں سورہ نصر پڑھنا ۳۰۴

- ❖ قراءت میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ اور بے موقع وقف کرنے کا حکم ۳۰۵
- ❖ فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فصل کرنا مکروہ ہے اور نوافل میں درست ہے ۳۰۶
- ❖ وتر کی پہلی رکعت میں والعصر اور تیسری رکعت میں سورہ بقرہ پڑھی تو کیا حکم ہے؟ ۳۰۶
- ❖ چھوٹی سورتیں جن کا درمیان میں چھوڑنا مکروہ ہے کونسی ہیں؟ ۳۰۷
- ❖ پہلی رکعت میں والضحیٰ اور دوسری میں والتین پڑھنا ۳۰۹
- ❖ بڑی آیت کی مقدار کیا ہے؟ ۳۰۹
- ❖ آیت سجدہ کو بالقصد چھوڑ دینا مکروہ ہے ۳۱۰
- ❖ قراءت کی چند صورتوں کا حکم ۳۱۰
- ❖ پہلی رکعت میں ستائیسویں پارہ میں سے اور دوسری رکعت میں پہلے پارہ سے ایک رکوع پڑھنا مکروہ ہے ۳۱۱
- ❖ پہلی رکعت میں سورہ مزمل کا اور دوسری میں سورہ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھنا مکروہ ہے ۳۱۲
- ❖ سہوً خلاف ترتیب قرآن کریم پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ۳۱۲
- ❖ ترتیب سور قرآنیہ کا نماز میں کیا حکم ہے؟ ۳۱۲
- ❖ سورتوں کی ترتیب سنت ہے یا واجب؟ ۳۱۴
- ❖ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے ۳۱۴
- ❖ ترتیب سور کے خلاف پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ۳۱۵
- ❖ تراویح کی پہلی رکعت میں سورہ ناس اور دوسری رکعت میں سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھنا جائز ہے ۳۱۵
- ❖ والضحیٰ کو مقدم اور والشمس کو مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ۳۱۶
- ❖ الَمْ نَشْرَحْ کو مقدم اور والضحیٰ کو مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ۳۱۷
- ❖ فرض اور واجب نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ۳۱۷
- ❖ قراءت میں مسبوق کے لیے امام کی ترتیب لازم نہیں؟ ۳۱۹

- ❖ قرآن کریم پڑھنے کا غلط طریقہ ۳۱۹
- ❖ سورہ فاتحہ کے بعد درمیان سورت سے قراءت شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟ ۳۲۰
- ❖ درمیان سے سورت پڑھے تو بسم اللہ کہے یا نہیں؟ نیز دعائے قنوت اور نماز جنازہ میں درود و دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ۳۲۰
- ❖ فاتحہ بلا بسم اللہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے ۳۲۲
- ❖ بسم اللہ قرآن شریف کا جزء ہے یا نہیں؟ ۳۲۲
- ❖ فجر میں چھوٹی سورتوں کا پڑھنا کب درست ہے؟ ۳۲۳
- ❖ فجر کی ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے ۳۲۳
- ❖ فجر کی نماز میں کس قدر قراءت سنت ہے؟ ۳۲۴
- ❖ جمعہ کی فجر میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۲۴
- ❖ جمعہ کی نماز میں کونسی سورتیں پڑھنی چاہئیں؟ ۳۲۵
- ❖ مستورات سب نمازوں میں قراءت آہستہ کریں ۳۲۶
- ❖ حافظہ عورت نفل نماز اور تراویح میں جہر اقرأت نہ کرے ۳۲۶
- ❖ فاتحہ کے بعد کتنی قراءت واجب ہے؟ ۳۲۷
- ❖ نماز میں کس قدر قراءت فرض ہے؟ ۳۲۷
- ❖ نماز میں تین آیتیں پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ ۳۲۸
- ❖ سورہ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا افضل ہے ۳۲۸
- ❖ جملہ قراءات متواترہ کے ساتھ نماز صحیح ہے ۳۲۹
- ❖ آیت: لا پروقف کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۳۳۰
- ❖ ہر آیت پر وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ۳۳۰
- ❖ امام نے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي يَرْسُلُ تَوْرًا تَوَكَّلْ عَلَيْكَ الْوَكِيلُ ۳۳۱
- ❖ رَبِّ الْعَالَمِينَ پر وقف کرنا ۳۳۱

- ❖ سورہ عصر میں سامع نے وَالْعَصُ اور لَفِي خُس سنا تو کیا حکم ہے؟ ۳۳۱
- ❖ فَعَالٌ کے عین پر جزم پڑھنا ۳۳۲
- ❖ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا پر وقف کرنا ۳۳۳
- ❖ نماز میں بے موقع وقف کرنے اور جز و سورت پڑھنے کا حکم ۳۳۳
- ❖ تجوید کی عدم رعایت سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۳۳۵
- ❖ سورہ فاتحہ میں سکتہ نہ کرنے سے شیطان کا نام نہیں بنتا ۳۳۵
- ❖ نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ ۳۳۶
- ❖ قرآن کا ترجمہ نماز میں پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۳۷
- ❖ امام نے مقدار واجب قراءت کرنے کے بعد بھولنے کی وجہ سے نماز توڑ دی تو کیا حکم ہے؟ ۳۳۸
- ❖ امام دو آیت پڑھ کر بھولنے کی وجہ سے چوتھی آیت یا دوسری سورت پڑھے تو کیا حکم ہے؟ ۳۳۹
- ❖ ایک آیت پڑھنے کے بعد امام بھول جائے تو کیا کرے؟ ۳۴۰
- ❖ جن لفظوں میں دو قراءتیں ہیں ان کو دو مرتبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ ۳۴۰
- ❖ ہر رکعت میں سورت کے ساتھ سورہ اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۴۱
- ❖ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا خلاف سنت ہے ۳۴۱
- ❖ پہلی رکعت میں ایک رکوع اور دوسری میں پوری سورت پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۴۲
- ❖ پہلی رکعت میں ایک سورت کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۴۳
- ❖ ہر رکعت میں الگ الگ پاروں کا ایک ایک رکوع پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۴۳
- ❖ مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ فیل طَبِيرًا اَبَايِلَ تک پڑھ کر رکوع کیا اور دوسری رکعت میں سورہ قریش پڑھی تو کیا حکم ہے؟ ۳۴۴
- ❖ فرض نماز میں آنحضرت ﷺ سے کسی سورت کا کوئی رکوع پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟ ۳۴۴

- ❖ قراءت کے شروع ہونے کے بعد ثنا نہیں پڑھنی چاہیے ۳۴۵
- ❖ الحمد اور اِيَّاكَ پر جھٹکا لگانا مکروہ ہے ۳۴۵
- ❖ قراءت بلا حرکت لب معتبر نہیں ۳۴۶
- ❖ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا ۳۴۶
- ❖ آدھی سورہ ناس پہلی رکعت میں اور آدھی دوسری رکعت میں پڑھنا ۳۴۷
- ❖ آیت کی علامت کیا ہے؟ ۳۴۷
- ❖ نَسْتَعِينُ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پر وقف نہ کرنا جائز ہے، لیکن وقف کرنا بہتر ہے ۳۴۸
- ❖ سورہ فاتحہ سے فرض قراءت ادا ہو جاتی ہے ۳۴۸
- ❖ صیغہ واحد کو جمع اور جمع کو واحد پڑھنا غلط ہے ۳۴۹
- ❖ تنہا شخص نماز میں الحمد اور سورت کتنی آواز سے پڑھے؟ ۳۴۹
- ❖ منفرد کا جہری نمازوں میں قراءت اور تکبیریں بلند آواز سے کہنا درست ہے ۳۵۰
- ❖ منفرد نماز میں قراءت جہری کرے یا ستری؟ ۳۵۰
- ❖ عصر کی چاروں رکعتوں میں سورت ملانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۳۵۱
- ❖ فرض نماز میں مکمل قرآن اور ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا ۳۵۱
- ❖ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے ۳۵۲
- ❖ فرائض میں متفرق آیات پڑھنے کا حکم ۳۵۳
- ❖ سنت و وتر میں متفرق آیات پڑھنے کا حکم ۳۵۳
- ❖ آیت کا شروع حصہ چھوڑ کر قراءت کرنا اچھا نہیں ۳۵۴
- ❖ نماز میں مختلف سورتوں کا رکوع پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۵۴
- ❖ نصف آیت سے قراءت کی ابتداء مناسب نہیں ۳۵۵
- ❖ فجر کی ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا اور دوسری میں کوئی سورت تو کیا حکم ہے؟ ۳۵۵
- ❖ امام کو مخصوص سورتیں پڑھنے کا حکم دینا ۳۵۶
- ❖ اگر امام جہری نماز میں چند آیتیں سر اُپر پڑھے تو کیا حکم ہے؟ ۳۵۶

- ❖ قراءت میں رکنے اور لوٹانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۳۵۷
- ❖ ضاد کو طاء پڑھنا کیسا ہے؟ ۳۵۷
- ❖ ضاد کو درمیانی مخرج سے پڑھنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ ۳۶۰
- ❖ 'ضالین' کو 'دوالین' پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ ۳۶۰
- ❖ حرف 'ضاد' کو اس کے مخرج اصلی سے پڑھنا چاہیے ۳۶۱
- ❖ وتر کی تینوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا ضروری ہے ۳۶۳
- ❖ فرض نماز میں لقمہ دینا درست ہے ۳۶۳
- ❖ جمعہ کی نماز میں لقمہ دینا درست ہے ۳۶۴
- ❖ قدر واجب قراءت کے بعد لقمہ دینا ۳۶۴
- ❖ بار بار لقمہ دینے کا حکم ۳۶۵
- ❖ لقمہ کس وقت دینا چاہیے؟ ۳۶۶
- ❖ لقمہ دینا اور لقمہ لینا درست ہے ۳۶۷
- ❖ امام لقمہ نہ لے یا لے کر سجدہ سہو کر لے تو کیا حکم ہے؟ ۳۶۸
- ❖ زیر برکی غلطی پر لقمہ دینا درست ہے ۳۶۹
- ❖ کچھ الفاظ اور آیات چھوٹ جائیں اور مقتدی لقمہ نہ دیں تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ۳۶۹
- ❖ لاحق کا لقمہ دینا درست ہے ۳۷۰
- ❖ قرآن شریف میں دیکھ کر لقمہ دینا ۳۷۰
- ❖ شیعہ حافظ کا لقمہ دینا درست ہے یا نہیں؟ ۳۷۱
- ❖ امام لقمہ نہ لے اور نماز توڑ کر دوبارہ نماز شروع کرے تو کیا حکم ہے؟ ۳۷۲



آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاویٰ شامی	دارالکتب دیوبند
فتاویٰ ہندیہ	دارالکتب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتب دیوبند
المحرر الرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند
قواعد الفقہ	اشرفی بک ڈپو دیوبند
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابتدائیہ

از حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کو پورے عالم اسلام اور بالخصوص جنوب ایشیائی ممالک اور برصغیر میں دینی اعتبار سے جو مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہے اس کے نتیجہ میں جہاں تشنگانِ علومِ نبوت جوق در جوق اس سرچشمہ علم و معرفت سے سیرابی حاصل کرنے کے لیے دیوبند کا رخ کرتے ہیں، وہیں پورے عالم سے عقائد، احکام، عائلی مسائل اور جملہ درپیش مسائل میں دینی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے رجوع کیا جاتا ہے۔

اور جب سے آن لائن فتویٰ، ای میل اور فیکس وغیرہ کی سہولتیں عام ہو گئی ہیں سوالات کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

اب سے بہت پہلے ان فتاویٰ کو محفوظ کرنے اور ان کی افادیت کو عام کرنے کے لیے دارالعلوم دیوبند میں ترتیب فتاویٰ کا عمل شروع ہوا۔ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اہتمام میں حضرت مولانا مفتی ظفر الدین صاحب مفتاحیؒ کی جمع و ترتیب اور تحقیق و تحشیہ کے ساتھ مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے نام سے فتاویٰ کی بارہ جلدیں شائع ہو کر عام ہوئیں۔ اور حسب ضرورت انھیں بارہ جلدوں کی مکرر سہ کر طباعت ہوتی رہی، بلاشبہ یہ ایک بڑا کارنامہ تھا۔ عامۃ المسلمین اور اربابِ افتاء و علماء کرام نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا۔

یہ سارے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے پہلے باضابطہ مفتی حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کے تحریر فرمودہ تھے۔ اور فتاویٰ کی یہ بارہ جلدیں کتاب اللقطة تک کے مسائل پر مشتمل تھیں۔

پھر حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اہتمام میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ جو فتاویٰ ان بارہ جلدوں میں نہیں آ سکے اور دارالافتاء کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں ان کو بھی تحقیق و تخریج اور تحشیہ و تعلیق کے ساتھ شائع کیا جائے۔ حضرت مولانا بدر الدین صاحب اجمل قاسمی رکن مجلس شوریٰ ونگراں شیخ الہند اکیڈمی نے اس میں خاص دلچسپی دکھلائی اور حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور مجلس شوریٰ کی ہدایت پر اس کام کے لیے مفصل نظام مرتب کیا گیا۔

جس میں باقی ماندہ فتاویٰ کی ترتیب و تعلیق کی ذمہ داری جناب مولانا مفتی محمد امین صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کے سپرد کی گئی اور ملاحظہ کا کام حضرت صدر المدرسین مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے ذمہ کیا گیا، اور کوڈنگ و تجميع فتاویٰ اور ترتیب فتاویٰ وغیرہ کے لیے مختلف افراد متعین ہوئے۔

بفضلہ تعالیٰ ۱۳- تا- ۱۸ چھ جلدوں میں بعد از کتاب اللقطة حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب کے تمام باقی ماندہ فتاویٰ مرتب ہو کر بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہو گئے، پھر ضرورت محسوس کی گئی کہ فتاویٰ کی قدیم ۱۲ جلدوں کو اسی معیار کے مطابق از سر نو مرتب کر کے شائع کیا جائے، اس سلسلہ میں جو کام کیا گیا ہے اس کی تفصیل مفتی محمد امین صاحب کے ”مقدمہ ترتیب جدید“ میں مذکور ہے۔ قدیم مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی ترتیب جدید کے ساتھ پہلی جلد ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اب دوسری جلد طباعت کے لیے تیار ہے۔

کوشش کی جا رہی ہے کہ بقیہ جلدیں بھی عجلت کے ساتھ شائع کی جاسکیں۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بار آور فرمائے اور بحسن و خوبی تکمیل تک پہنچائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

۱۴۳۷/۱۱/۲۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ ترتیب قدیم

از: حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی رحمہ اللہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى .

دنیا جس تیزی سے آگے جا رہی ہے، یہ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے، ہر دور کی کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں، موجودہ دور کی خصوصیات میں نمایاں چیز خاکسار کے نزدیک حد سے بڑھی ہوئی سہل پسندی اور عجلت ہے اور اُسی کے ساتھ ہر قدم پر سبب کی تلاش و جستجو، جس درجہ کا بھی آدمی ہو اور خواہ اسے فقہ اور فتاویٰ سے کوئی مناسبت ہو یا نہ ہو، مگر وہ ہر حکم پر نقد و تبصرہ اپنا اوّلین حق اور خوشگوار فریضہ سمجھتا ہے۔

سہل پسندی اور عجلت تو انسانی مزاج میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ کوئی اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتا، جس کو دیکھئے اور جہاں دیکھئے وہ رفتارِ زمانہ اور اُس کی راہ و رسم سے بُری طرح مرعوب ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ تدبیر و تفکر اور دور اندیشی و معاملہ فہمی ختم ہوتی جا رہی ہے جس کا نام غور و فکر ہے، وہ بالکل سطحی بن کر رہ گیا ہے، جب سوچتا ہوں کہ اس عدم تعمق کا انجام کیا ہوگا تو دل لرز نے لگتا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام خدا کا سب سے آخری اور پسندیدہ مکمل دین ہے، اور اس کے آئین و قوانین انسان کے نہیں بلکہ خالق کائنات کے بنائے ہوئے ہیں، جن کی تشریح و وضاحت رحمت عالم ﷺ نے اپنے تئیس سالہ دورِ نبوت میں مختلف مواقع سے فرمائی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے ان پر چل کر ان کو نکھارا، اور کہیں سے کوئی گنجلک رہنے نہیں دی۔ اور آپ کے بعد ائمہ مجتہدین اور علماء امت نے کتاب و سنت کی روشنی میں فقہ کے نام سے ان دفعات کو مدوّن کیا جس کی تفصیل مقدمہ جلد اول میں گذر چکی، مگر حالات کے پھیلاؤ کے ساتھ برابر ان میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ جب کبھی نئے مسائل پیدا ہوئے علماء راہنہ فی العلم نے ان کا حل تلاش کر کے پبلک کو ان سے روشناس کیا، اور آئندہ بھی برابر ایسا ہی ہوتا رہے گا، یہ سلسلہ کسی منزل پر رکنے والا نہیں ہے۔

لیکن عجیب بات ہے کہ یہ سب کچھ جاننے اور مشاہدہ کرنے کے باوجود علماء امت پر تنگ نظری، کم مائیگی اور بے خبری کا الزام ہے، اور یہ مکروہ پروپیگنڈہ زبان زد عام و خاص ہوتا جا رہا ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر تعلیم یافتہ حضرات کا ایک طبقہ جس میں دور بینی اور دین فہمی کی صلاحیت نہیں ہے، ہر اس شخص کے پیچھے چلنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جو دین خداوندی کو اپنے غلط ذوق کے مطابق مسخ کر کے پیش کرتا ہے اور تحریف معنوی کی لعنت میں گرفتار ہے۔

عوام و خواص کو کس طرح یقین دلایا جائے، کہ علماء امت کا ذمہ دار طبقہ زمانہ اور اس کی تیز گامی سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں، اس کی انگلیاں ہر وقت رفتارِ زمانہ کی نبض پر اور اس کی دور بین نگاہیں دورِ جدید کے رُخِ زیبا پر لگی ہوئی ہیں، اور اسے یہ بھی احساس ہے کہ امور دینیہ میں گرفت ڈھیلی کرنے کا مطالبہ شدت کے ساتھ جاری ہے اور علماء کے خلاف زمانہ کے ساتھ نہ چلنے کا شکوہ عام ہے، اور اس طرح کے مطالبات اور شکووں پر توجہ نہ دینے کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا ہم سے بدظن ہوتی جا رہی ہے۔

مگر اسی کے ساتھ اس طبقہ کے پیش نظر علماء بنی اسرائیل، مسیحی پادریوں اور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی تاریخ بھی ہے کہ انہوں نے عوام کو خوش کرنے کے لیے اپنے اپنے مذہب کا حلیہ کس طرح بگاڑا، اور اسے کیا بنا دیا، پھر اسے اپنی اس عظیم الشان ذمہ داری کا احساس بھی ہے جو خدا و رسول ﷺ کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہے، اور اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ علماء دین پوری پامردی سے اپنی جگہ کھڑے ہیں، اور وہی کرتے ہیں، جو کتاب و سنت کی روشنی میں انہیں کرنا چاہیے، اور خدا کرے ان کی اس استقامت میں سرمو کبھی کوئی فرق نہ آنے پائے۔ یہ اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ عوام کا جیسا مطالبہ ہے اگر اس سے گھبرا کر کوئی قدم اٹھایا گیا تو بہت ممکن ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دین قیم بازِ بچہ اطفال بن جائے اور اس کے تقدس و وقار کا آئینہ چور چور ہو جائے۔

پاکستان عاقلی کمیشن کی رپورٹ، منکرین حدیث کے دین مسخ کرنے والے اجتہادات اور دوسری روشن خیال دینی جماعتوں کی غلط تعبیریں اور ان کا لرزہ خیز انجام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ علماء قارئین بالحق اور راسخین فی العلم پر زمانہ کے انقلاب نے جو نئی ذمہ داریاں ڈال دی ہیں وہ ان سے عہدہ برآ ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں جو کچھ انہیں کرنا چاہیے کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔

خوب یاد رکھئے کہ الدِّینُ یُسِّرُ دین آسانی کا دوسرا نام ہے، نہ اس میں تنگی ہے نہ سختی نہ افراط ہے، نہ تفریط، بلکہ اس کے قوام میں اعتدال ہے اور ہر دور کا ساتھ دینے کی بے پناہ قوت، وہ اپنے اندر بے انتہاء لچک اور جاذبیت رکھتا ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے معلمین دین کو ہدایت ہے کہ ”آسانی کرنا، سختی نہ کرنا، خوش خبری سنانا، نفرت نہ پھیلانا“۔

احکام دین میں جو وسعت و ہمہ گیری اور رفق و سہولت ہے، وہ ہر شخص جانتا ہے باب طہارت میں پانی کے استعمال کا حکم ہے، مگر پانی، یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں مٹی کو اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ وضو اور جنابت دونوں کے لیے مٹی یا جو مٹی کے حکم میں ہے، اس پر دونوں ہتھیلیاں مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا صرف کہنیوں تک مسح کر لے۔ مٹی اور پانی میں جو مناسبت ہے وہ ان لوگوں پر ظاہر ہے جن کو علم ہے کہ ان دو چیزوں کا انسان اور دوسری مخلوق کی پیدائش اور نشو و نما میں کیا حصہ ہے، عبادات میں نماز ایک عظیم المرتبت عبادت ہے اور اس قدر عام کہ کسی عاقل و بالغ مسلمان سے معاف نہیں، اس نماز میں قیام گو فرض ہے، مگر جن کو قیام وغیرہ پر قدرت نہیں ہے ان کو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور اگر اس پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر، اسی طرح فرض نمازوں کی ادائیگی جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے، اور مسجدوں کا سارا نظام اسی سے وابستہ ہے لیکن اگر کوئی معمولی عذر شرعی بھی ہے تو پھر اسے ترک جماعت کی اجازت حاصل ہے، اسی طرح مقیم کے لیے سنت اور ہر فرض کی پوری رکعتیں ضروری ہیں، لیکن مسافر شرعی کے لیے تخفیف ہے کہ چار فرض کی جگہ صرف دو پڑھے، اور سنتیں معاف۔

پھر نماز کی ہیئت ترکیبی اور اس کے جو شروط و صفات ہیں ان میں سے کسی میں کوئی سختی نہیں، اور جو التزام ضروری قرار دیا گیا ہے وہ سب نفع بخش اور انسانی زندگی کو سنوارنے والے اور پاکیزگی بخشنے

والے ہیں۔ مختصر یہ کہ نماز سہل بھی ہے اور کم سے کم وقت میں ادا ہو جانے کے لائق بھی، اور کم و بیش یہی ساری سہولتیں دوسری عبادات میں بھی حاصل ہیں، کاش عام مسلمان دین سے پورے طور پر واقف ہوتا تو اسے اندازہ ہوتا کہ اسلام کتنا آسان دین ہے، اور نفسیات انسانی سے کس قدر قریب۔ اس جلد کی ترتیب میں بھی ان تمام امور کا لحاظ رکھا گیا ہے جن کی تفصیل پہلی جلد میں آچکی ہے، پہلے ارادہ تھا کہ پوری کتاب الصلّٰۃ ایک جلد میں یا زیادہ سے زیادہ دو جلدوں میں آجائے، مگر اس جلد کی بڑھتی ہوئی ضخامت اور لوگوں کی آسانی کے لیے اس کی متعدد جلدیں کرنی پڑیں، مسائل میں تکرار کے حذف کا اہتمام اس جلد میں بھی کیا گیا ہے، مگر بعض مسائل کی اہمیت اور سوالات کی مختلف نوعیت کی وجہ سے دو تین مسئلوں میں ضرورت بھر تکرار باقی رکھی گئی ہے اور بعض مسائل میں تکرار انسانی نسیان کے تحت بھی رہ گئی ہے مگر وہ برائے نام ہے، لیکن تکرار کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ایک ہی سوال و جواب لوٹ کر آ گیا ہے، بلکہ سائل بھی دوسرا ہے اور سوال و جواب کے الفاظ بھی بدلے ہوئے، اور دو وقت کے لکھے ہوئے ہیں۔

بشری بھول چوک سے کون بچا ہے کہ یہ خاکسار بچنے کا دعویٰ کرے، لیکن اپنی جدوجہد اور محنت و کاوش کی حد تک جو کچھ کر سکتا تھا اس میں ہرگز کوتاہی نہیں ہونے دی ہے۔ کامیابی رب العزت کے ہاتھ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ حقیر خدمت قبول فرمائیں اور اسے علماء کی نگاہ میں وقیع و پسندیدہ اور عوام کے لیے زیادہ سے زیادہ لائق استفادہ بنائیں، ساتھ ہی مرتب کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں یہ مجموعہ فلاح و نجات کا ذریعہ ثابت ہو۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ .

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہ

پورہ نوڈیہاوی

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۱۵/ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ ترتیب جدید

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى .

مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد کو بھی احقر نے مفتی مصطفیٰ امین پالن پوری، مفتی محمد یونس دہلوی اور مولانا امیر اللہ مشتاق قاسمی منوی صاحبان کے تعاون سے مرتب کیا ہے، ہم نے ترتیب قدیم پر جو اضافے اور کام کیے ہیں ان کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے:

(۱) کتاب کو عام فہم بنانے کے لیے جو فتاویٰ فارسی یا عربی میں تھے ان کے سلیس اردو میں ترجمے کیے ہیں۔

(۲) جہاں ضرورت محسوس ہوئی مسائل کی وضاحت کی ہے۔

(۳) جن فتاویٰ میں تسامح تھا ان کی نشاندہی کی ہے۔

(۴) ایک ہی طرح کے مسائل جو ترتیب قدیم میں بکھرے ہوئے تھے ان کو ترتیب جدید میں یکجا کیا ہے، اور ایک ہی عنوان کے تحت رکھا ہے، یا مختلف عنوان قائم کر کے یکے بعد دیگرے رکھا ہے، اور ایک ہی طرح کے مسائل کے جوابات میں جہاں بظاہر تعارض تھا اس کی توجیہ کی ہے۔

(۵) اکثر عناوین کو عام فہم بنانے کے لیے بدلا ہے۔

(۶) حضرت مفتی ظفر الدین صاحب رحمہ اللہ کے بعض حواشی کو باقی رکھا ہے اور کچھ کو تبدیل

کیا ہے۔

(۷) ترتیب قدیم میں بعض مقامات پر پہلے چند سوالات پھر ان کے جوابات تھے، ترتیب جدید میں ہم نے ہر سوال کے بعد اس کے جواب کو رکھا ہے، تاکہ ناظرین کرام کو ہر سوال کا جواب تلاش کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

(۸) حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ کے جملہ عربی حوالوں اور عبارتوں کو نیز حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب کے تمام حواشی کو اصل مراجع سے ملا کر تصحیح کی ہے اور نئے ایڈیشنوں کے صفحات و ابواب وغیرہ درج کیے ہیں۔

(۹) جو سوال و جواب بعینہ مکرر تھے اُن کو حذف کیا ہے، نیز جو مسائل دیگر ابواب کے تھے اُن کو اس جلد میں شامل نہیں کیا، ان شاء اللہ اگلی جلدوں میں اُن کو شامل کیا جائے گا۔

(۱۰) اس جلد کے مسائل جو دوسری جلدوں میں تھے اُن کو اس جلد میں شامل کیا گیا ہے، نیز بعض فتاویٰ کا رجسٹر نقول فتاویٰ سے بھی اضافہ کیا گیا ہے، اس لیے ہماری مرتب کردہ جلد دوم میں کل فتاویٰ ۵۱۰ ہیں، اور حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب کی مرتب کردہ جلد دوم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلد میں کل فتاویٰ ۶۰۳ ہیں، کیوں کہ آخری سوال کا نمبر ۶۰۳ ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جلد دوم میں کل فتاویٰ ۵۰۳ ہیں، سوال: (۴۸۹) کے بعد جو سوال ہے، اس کا نمبر غلطی سے (۵۹۰) لکھ دیا ہے، پھر آخر تک اُس کی پیروی کی ہے، ایسی ہی غلطی جلد سوم میں بھی ہوئی ہے۔

(۱۱) تمام سوالات و جوابات کی اصل رجسٹر نقول فتاویٰ سے ملا کر تصحیح کی ہے، پھر تمام سوالات و جوابات کو مطبوعہ فتاویٰ سے ملایا ہے، جہاں فرق ہے اُس کو حاشیہ میں واضح کیا ہے — ان دو کاموں کی وجہ سے اس جلد کی تکمیل میں قدرے تاخیر ہوئی ہے، کیوں کہ کمپوز شدہ فتاویٰ میں اغلاط بہت ہیں، اس لیے اصل رجسٹر نقول فتاویٰ سے ملا کر تصحیح کرنا ضروری تھا، نیز مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹروں میں مرقوم فتاویٰ میں بہت جگہ الفاظ و عبارات کا فرق تھا، اس لیے اس کی نشاندہی کے لیے مطبوعہ فتاویٰ سے ملانا بھی ضروری تھا۔

(۱۲) ہر جواب کے اخیر میں مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ جلد اور صفحہ کے ساتھ درج کیا ہے، تاکہ

جو کوئی مطبوعہ فتاویٰ میں اس مسئلہ کو تلاش کرنا چاہے اس کو دشواری پیش نہ آئے، جیسا کہ ہر سوال کے اخیر میں نمبر سلسلہ اور سنہ درج کیا ہے تاکہ وقت ضرورت کام آئے، ان دونوں باتوں کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱۳) حسب تجویز مجلس شوری دارالعلوم دیوبند سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد کو بھی مرتب کرنے کے بعد ہم نے شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کیا ہے، حضرت اقدس نے پوری کتاب کو از اول تا آخر دیکھا اور جو خامیاں تھیں اُن کی اصلاح فرمائی، اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو صحتِ کاملہ عطا فرمائیں اور اُن کے سایہ کو دراز فرمائیں۔ آمین

الغرض کتاب میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے اس کی ہم نے پوری کوشش کی ہے، البتہ حوالوں کی کثرت اور بھرمار سے اجتناب کیا ہے، کیوں کہ یہ ہمارے اکابر کا طریقہ نہیں تھا، موجودہ زمانے کی ایجاد ہے، اس سے کتاب کی ضخامت بڑھ جاتی ہے، اور خریدار کے لیے بوجھ بنتی ہے، نیز ہم جن کی سرپرستی میں یہ علمی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ حوالوں کی کثرت کے بجائے مسائل کی تنقیح اور وضاحت کو ضروری سمجھتے ہیں، ہم نے اس کا پورا خیال رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند کو سلامت رکھے اور ارباب شوری و اہتمام کی عمروں میں برکت عطا فرمائیں اور اُن کے سایہ کو تا دیر باقی رکھیں جن کے حکم عالی سے یہ علمی کام انجام پا رہا ہے، اور ہمیں ترتیبِ جدید کو جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد امین پالن پوری

مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ

مطابق ۱۶/ اگست ۲۰۱۶ء

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ

سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی رحمہ اللہ نے رجسٹر نقول فتاویٰ میں سے اپنے اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی صاحب قدس سرہ کے اہم فتاویٰ کا انتخاب کیا، اور ترتیب سے مزین فرمایا تھا، یہ مجموعہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کے نام سے چھوٹی چھوٹی آٹھ جلدوں میں دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوا تھا، یہ مجموعہ اب نایاب ہے — پھر یہی فتاویٰ پاکستان سے نئی ترتیب سے مزین ہو کر دو جلدوں میں شائع ہوئے، جلد اول میں حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب اور جلد ثانی میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے فتاویٰ ہیں، یہ بازار میں دستیاب ہے — ہندو پاک کے متعدد دانشوروں نے اس کو شائع کیا ہے۔

پھر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ کے زمانہ میں حضرت مفتی ظفر الدین صاحب رحمہ اللہ نے صرف مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتاویٰ کو مرتب فرمایا اور اس کا نام: ”مکمل و مدلل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ رکھا، اس کی بارہ جلدیں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے زمانہ اہتمام میں شائع ہو چکی تھیں، آگے کسی وجہ سے ترتیب کا کام موقوف رہا۔ پھر حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب قدس سرہ کے زمانہ اہتمام میں حضرت مولانا بدر الدین صاحب اجمل رکن شوری دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب خاموش سابق کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہ کی کوششوں سے آگے ترتیب کا کام شروع ہوا، ہم نے ۱۳ سے ۱۸ تک چھ جلدوں میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کے باقی ماندہ فتاویٰ کو مرتب کیا، مکتبہ دارالعلوم دیوبند نے ان کو شائع کیا ہے۔

جب مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتاویٰ اٹھارہ جلدوں میں مکمل ہو گئے تو دارالعلوم دیوبند کی مؤقر مجلس شوری نے ہمیں حکم دیا کہ شروع کی بارہ جلدوں کو از سر نو مرتب کیا جائے، احقر اس کام کے لیے بالکل آمادہ نہیں تھا، مگر اب شوری واہتمام کے اصرار پر ہم نے از سر نو ترتیب کا کام شروع کیا، اس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے، اب دوسری جلد شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائیں اور ہمیں خطا سے محفوظ رکھیں۔ آمین

محمد امین پالن پوری

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲/ ستمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الصلوة

نماز کے مسائل

نماز کی فرضیت و اہمیت کا بیان

نماز پنج گانہ کا قرآن سے ثبوت

سوال: (۱) نماز پنج گانہ کی نسبت قرآن شریف میں کس کس آیت میں ذکر آیا ہے؟

(۱۳۳۰/۱۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قال الله تعالى: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّكِّرِينَ﴾ (سورة هود، آیت: ۱۱۴) في الجلالين: ﴿طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ الغداة والعشي أي الصبح والظهر والعصر ﴿وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ﴾ أي المغرب والعشاء (۱) وقال تعالى: ﴿فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ﴾ (سورة روم، آیت: ۱۷) قال في الجلالين: ﴿حِينَ تُمْسُونَ﴾.....

(۱) تفسیر جلالین، ص: ۱۸۹، سورة هود، آیت: ۱۱۴، مطبوعہ: کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

وفیہ : صلاتان المغرب والعشاء ، ﴿وَحِينَ تَصْبِحُونَ﴾ وفیہ : صلاة الصبح ﴿وَعِشَاءً﴾ : وفیہ صلاة العصر ﴿وَحِينَ تَظْهَرُونَ﴾ وفیہ صلاة الظهر (۱)

وفي الحديث : عن عبادة بن الصّامت رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : خمس صلوات افترضهنّ الله تعالى ، من أحسن وضوء هنّ وصلاحهنّ لوقتھنّ وأتمّ ركوعھنّ وخشوعھنّ ، كان له على الله عهد أن يغفر له الحديث ، رواه أحمد وأبو داؤد وغيرهما (۲) وعن أبي أمامة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : صلّوا خمسكم ، وصوموا شهركم ، وأدّوا زكاة أموالكم ، وأطيعوا إذا أمركم تدخلوا جنة ربكم ، رواه أحمد والترمذي (۲)

ان آیات و احادیث سے فرضیت صلوات خمسہ واضح ہے اور دیگر آیات و احادیث بہ کثرت فرضیت صلوات خمسہ پر نص قاطع ہیں ، اور رکعات ہر ایک نماز کی معروف و مشہور ہیں ، وہ بھی قطعی ہیں ، انکار ان کا کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۰/۲)

نمازیں کب فرض ہوتیں؟

سوال : (۲) کیا نماز شب معراج ہی سے فرض ہوئی ہے؟ (۴۶/۹۸-۱۳۴۷ھ)

الجواب : نماز شب معراج ہی میں فرض ہوئی ہے ، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے (۳)

(۱) تفسیر جلالین ، ص : ۳۴۲ ، سورہ روم ، آیت : ۱۷۔

(۲) مشکاة المصابیح ، ص : ۵۸ ، کتاب الصّلاة ، الفصل الثانی .

(۳) معراج سے متعلق ایک لمبی حدیث کے اخیر میں ہے :

عن قتادة عن أنس بن مالك عن مالك بن صعصعة رضي الله عنهم أن نبي الله صلّى الله عليه وسلم حدّثهم عن ليلة أسري به ثمّ فرضت عليّ الصّلاة خمسين صلاة كلّ يوم ، فرجعتُ ، فمررتُ على موسى ، فقال : بهم أمرتُ ؟ قلتُ : أمرتُ بخمسين صلاة كلّ يوم ، قال : إن أمتك لا تستطيع خمسين صلاة كلّ يوم ، وإنّي والله قد جرّبت الناس قبلك ، وعالجت بني إسرائيل أشدّ المعالجة ، فارجع إلي ربك ، فسألته التّخفيف لأمتك ، فرجعتُ ، فوضع عني عشراً ، فرجعتُ إلى موسى ، فقال : مثله ، فرجعتُ ، فوضع عني عشراً ،

==

مشکاۃ شریف کا ترجمہ اردو مظاہر حق دیکھیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۹)

ہر طبقہ کے مسلمانوں کے لیے نماز کی پابندی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۳) ہر طبقہ کے مسلمان نماز کے کیوں کر پابند ہو سکتے ہیں؟ (۱۶۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَأَنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ . الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۴۵-۴۶) اور بے شک نماز بھاری ہے مگر ان لوگوں پر جو فروتنی اور عاجزی کرنے والے ہیں، جن کو یقین ہے کہ ان کو اللہ کے پاس جانا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے، پس معلوم ہوا کہ اولاً خوف الہی اور خوف قیامت و احوال قیامت اور پیشی بارگاہ الہی کا خیال دل میں پیدا کرے اور ان میں فکر کرے، پھر وہ بشارت اور ثواب جو احادیث میں نماز پڑھنے والوں کے لیے وارد ہیں دیکھے اور سنے، اور فضائل نماز کو پیش نظر کرے، تو اس طریق سے امید ہے کہ

== عن قتادة عن أنس بن مالك عن مالك بن صعصعة رضي الله عنهم أن نبي الله صلى الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة أسري به ثم فرضت علي الصلاة خمسين صلاة كل يوم ، فرجعت ، فمررت علي موسى ، فقال : بم أمرت ؟ قلت : أمرت بخمسين صلاة كل يوم ، قال : إن أمتك لا تستطيع خمسين صلاة كل يوم ، وإني والله قد جربت الناس قبلك ، وعالجت بني إسرائيل أشد المعالجة ، فارجع إلي ربك ، فسأله التخفيف لأمتك ، فرجعت ، فوضع عني عشراً ، فرجعت إلي موسى ، فقال : مثله ، فرجعت ، فوضع عني عشراً ، فرجعت إلي موسى ، فقال : مثله ، فرجعت ، فوضع عني عشراً ، فرجعت ، فوضع عني عشراً ، فرجعت إلي موسى ، فقال : مثله ، فرجعت فأمرت بخمسين صلوات كل يوم ، فرجعت إلي موسى فقال : مثله ، فرجعت فأمرت بخمسين صلوات كل يوم إلخ ، متفق عليه .

(مشکاۃ المصابیح، ص: ۵۲۶-۵۲۸، کتاب الفتن، باب فی المعراج، الفصل الأول)

ہی فرض عین علی کل مکلف بالإجماع فرضت فی الإسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف ، وكانت قبله صلاتين قبل طلوع الشمس ، وقبل غروبها شمسي (الدر المختار) وفي الشامي : إنهم اختلفوا في أي سنة كان الإسراء بعد اتفاهم علی أنه كان بعد البعثة إلخ . (رد المحتار: ۲/۶، کتاب الصلاة)

(۱) ملاحظہ فرمائیں: مظاہر حق جدید: ۳/۵۵۴-۵۶۰، کتاب الفتن .

اس کو نماز کا شوق ہوگا، اور جب اس پر غور کرے گا کہ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدُومَهَا (۱) یعنی پسندیدہ تر عمل اللہ کے نزدیک وہ ہے جس پر دوام اور مواظبت ہو، اور نیز اس قسم کی احادیث میں غور کرے گا۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بَابُ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُوا اللَّهُ بِهِنَ الْخَطَايَا. متفق عليه (۲) حاصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ اگر کسی کے دروازہ کے آگے ایک نہر ہو کہ دن رات میں پانچ دفعہ وہ اس میں غسل کرے، تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں باقی رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ ان کی وجہ سے گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ تو وہ شخص پکا نمازی ہو جاوے گا اور وقتاً فوقتاً مسائل نماز کی تحقیق اور جستجو میں رہے گا، اور بہ حکم: مَنْ جَدَّ وَجَدَ ضرور ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگا، پس ضروری ہوا کہ نماز کی بزرگی اور فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں ان کو مشکاة شریف کی کتاب الصلوة میں دیکھے یا کسی سے سنے (۳) اور اگر وہ شخص عربی نہیں سمجھتا تو مظاہر حق ترجمہ مشکاة شریف کو

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدُومَهَا وَإِنْ قَلَّ مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۱۰، كتاب الصلاة، باب القصد في العمل، الفصل الأول)

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا الْحَدِيثُ. (مشكاة المصابيح، ص: ۵۷، كتاب الصلاة، الفصل الأول)

(۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: الصَّلَوَاتُ لَوَقْتِهَا، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: بَرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوْ اسْتَزِدْتَهُ لَزَادَنِي، مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى، مِنْ أَحْسَنِ وَضُوءٍ هَنَّ وَصَلًا هَنَّ لَوَقْتِهَا وَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَخُشُوعَهَا كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذِّبَهُ، رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَرَوَى مَالِكٌ وَالتَّيْمِيُّ نَحْوَهُ.

دیکھتا رہے (۱) الغرض ہر طبقہ کے مسلمانوں کو امید ہے کہ طریقہ مذکور سے نفع ہوگا، اور نماز کا شوق ہوگا، اور جو لوگ خود اس طریق پر کار بند نہ ہو سکیں ان کو دوسرے لوگ جو واقف ہیں یہ باتیں سنائیں، اور انذار و بشارت کی آیات و احادیث کا ترجمہ و مطلب سنائیں اور بتلائیں تو ضرور ہے کہ بہ حکم: ﴿وَذِكْرُ فَإِنَّ الذِّكْرَ يُنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ ذاریات، آیت: ۵۵) ان کو یہ نصائح نافع اور مدد ہوں گی، اقامت صلاۃ بلکہ اتباع جمیع احکام دینیہ پر۔ والسلام (۲۵/۲)

جو پابندی سے نمازیں ادا نہیں کرتا اُسے ثواب ملے گا یا نہیں؟

سوال: (۴) جو شخص کبھی کبھی بعض نماز ترک کرتا ہے اور بعض نمازیں ادا کرتا ہے، اس کو ادا شدہ نمازوں کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۱۵۵۳/۱۵۳۸ھ)

الجواب: ادا شدہ نماز کا ثواب ملے گا، اور ترک شدہ نماز کا عذاب ہوگا (۲) فقط (۲۶/۲)

کیا اللہ کا ذکر نماز سے بہتر ہے؟

سوال: (۵) گروہ از صوفیاء می گوید کہ ذکر اللہ از جماعت پنجگانہ و دیگر فرائض اولیٰ و افضل است،

== وعن أبي امامة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صلّوا خمسكم ، وصوموا شهركم ، وادّوا زكاة أموالكم ، وأطيعوا إذا أمركم تدخلوا جنة ربكم ، رواه أحمد وأحمد والترمذي . (مشكاة المصابيح، ص: ۵۸، کتاب الصلاۃ ، الفصل الأوّل)

(۱) ملاحظہ فرمائیں مظاہر حق قدیم، جلد اوّل، صفحہ: ۲۰۰-۲۰۶، مطبوعہ: مطبع آسی واقع لکھنؤ۔

(۲) ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (سورہ أنعام، آیت: ۱۶۰)

وعن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم فيما يروي عن ربه قال : قال : إن الله تعالى كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلك ، فمن همّ بحسنة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنة كاملة ، فإن هو همّ بها فعملها كتبها الله له بها عنده عشر حسنات إلى سبع مائة ضعف إلى أضعاف كثيرة ، ومن همّ بسيئة فلم يعملها كتبها الله له عنده حسنة كاملة فإن هو همّ بها فعملها كتبها الله له سيئة واحدة . (صحيح البخاري: ۹۶۰/۲-۹۶۱، كتاب الرقاق ، باب من همّ بحسنة أو سيئة ، رقم الحديث: ۶۲۴۲)

اگر بہ وجہ مشغولیت ذکر و اذکار فریضہ فوت شود، بروئے قضا نیست نہ عاصی شود، و از آیت کریمہ:
﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ (سورہ عنکبوت، آیت: ۴۵) استدلال
می کنند قول ایشان صحیح است یا نہ؟ (۵۶۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایں قول ایشان باطل است، چنانچہ در حدیث صحیحین است: عن ابن مسعود
رضی اللہ عنہ قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أي الأعمال أحب إلى الله؟ قال:
الصلاة لوقتها، قلت: ثم أي؟ قال: برّ الوالدين، قلت: ثم أي؟ قال: الجهاد في سبيل الله
الحديث (۱) وقال الله تعالى: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ (سورہ بقرہ،
آیت: ۲۳۸) وبہ اتفاق امت نماز فرض قطعی است و ذکر اللہ علاوہ نماز وغیرہ از مستحبات و اتفاق است
کہ فرض افضل است از مستحبات و معنی آیت ایں است کہ نماز چونکہ متضمن ذکر اللہ است، لہذا افضل
است از غیر آں از عبادات قال في الكمالين: فالصلاة لما كانت كلها مشتملة بذكر
الله تكون أكبر إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۸)

ترجمہ سوال: (۵) صوفیاء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ کا ذکر پنج گانہ نماز باجماعت اور
دیگر فرائض سے اولیٰ و افضل ہے، اگر ذکر و اذکار میں مشغول ہونے کی وجہ سے فرائض فوت ہو جائیں
تو اس پر قضاء نہیں ہے، نہ وہ گنہ گار ہوگا، اور آیت کریمہ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: ان کا یہ قول باطل ہے، چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے: عن ابن مسعود
رضی اللہ عنہ قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أي الأعمال أحب إلى الله؟
قال: الصلاة لوقتها، قلت: ثم أي؟ قال: برّ الوالدين، قلت: ثم أي؟ قال: الجهاد في
سبيل الله الحديث، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾

(۱) مشکاة المصابيح، ص: ۵۸، کتاب الصلاة، الفصل الأول.

(۲) حاشیة تفسیر الجلالین، ص: ۳۳۹، رقم الحاشیة: ۱، سورۃ العنکبوت، آیت: ۴۵، وفي
عبارة أبي السعود: ولذكر الله أكبر أي الصلاة أكبر من سائر الطاعات. (حاشیة تفسیر
الجلالین، ص: ۳۳۸، رقم الحاشیة: ۲۶، سورۃ عنکبوت، آیت: ۴۵)

اور بہ اتفاق امت نماز فرض قطعی ہے (یعنی لازم اور ضروری ہے) اور نماز کے علاوہ ذکر اللہ مستحبات کے قبیل سے ہے، اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فرض افضل ہے مستحبات سے، اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ نماز چونکہ ذکر اللہ کو متضمن ہے، اس لیے دوسری عبادتوں سے افضل ہے، کمالین میں فرمایا کہ پوری نماز چونکہ اللہ کے ذکر پر مشتمل ہے، اس لیے نماز تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سائنسی تجربات کے لیے نماز قضا کر دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۶) اگر دارالتجربات سائنس میں تجربہ کیا جا رہا ہے، اور نماز کا وقت بھی ہے تو یہ مجبوری ایسی ہے کہ اس (کی وجہ سے) (۱) نماز کو دوسری نماز کے ساتھ قضاء پڑھنے کی اجازت ہو؟
(۱۳۴۵-۴۴/۵۶۰ھ)

الجواب: اس وجہ سے نماز کو قضا کرنا جائز نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۹/۲)

نماز نہ پڑھنے والے پر مالی جرمانہ لازم کرنا

اور جو نمازی اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا حکم

سوال: (۷)..... (الف) ایک محلہ کے مسلمانوں نے یہ انتظام کیا ہے کہ جو شخص کسی وقت کی نماز نہ پڑھے تو جرمانہ ادا کرے، اور تارک صلاۃ کے ساتھ میل جول نہ رکھا جاوے، اس محلہ میں زید خود تو نماز پڑھتا ہے مگر اس کے متعلقین نماز نہیں پڑھتے، زید سے جب کہا گیا تو یہ جواب دیا کہ نہیں پڑھتے تو میں کیا کروں؟ مجبوری ہے اس سے کہا گیا کہ ترک تعلقات کیجیے، زید نے یہ جواب دیا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا مجبوری ہے۔

(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ مفتی ظفر الدین صاحب نے بڑھائے ہیں۔ ۱۲

(۲) ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر إلخ فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی وقته وحرم لو عکس أي أخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلّا لحاج بعرفة ومزدلفة . (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۳-۴۱/۲)

- (ب) زید کا یہ کہنا کہ مجبوری ہے قابل معافی ہے یا نہیں؟
- (ج) جب کہ زید تارک صلاۃ سے میل جول رکھتا ہے، تو زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟
- (د) زید سے تعلقات رکھے جاویں یا نہیں؟
- (ه) نماز پڑھانے کی غرض سے اس قسم کے اثر سے کام لینا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟
- (۱۳۳۱/۷۲۹ھ)

الجواب: (الف - ب) زید نے اگر نصیحت کی اور انہوں نے نہ مانا تو زید کے ذمہ مواخذہ نہیں ہے: قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (سورہ انعام، آیت: ۱۶۴) وقال تعالیٰ: ﴿لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ نساء، آیت: ۸۴)

(ج) زید کی امامت اس صورت میں مکروہ نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

(د) زید سے تعلقات قائم رکھنے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

(ه) نماز کی تاکید اپنی وسعت کے موافق خوب کرنی چاہیے؛ لیکن جرمانہ مالی جو شرعاً ناجائز ہے یہ نہ کرنا چاہیے (۱) ویسے تنبیہ کرنا اور ڈرانا ہر طرح چاہیے (۲) اور نہ ماننے پر اس سے انقطاع کر دینا اور ترک تعلقات کر دینا مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۷/۲-۲۸)

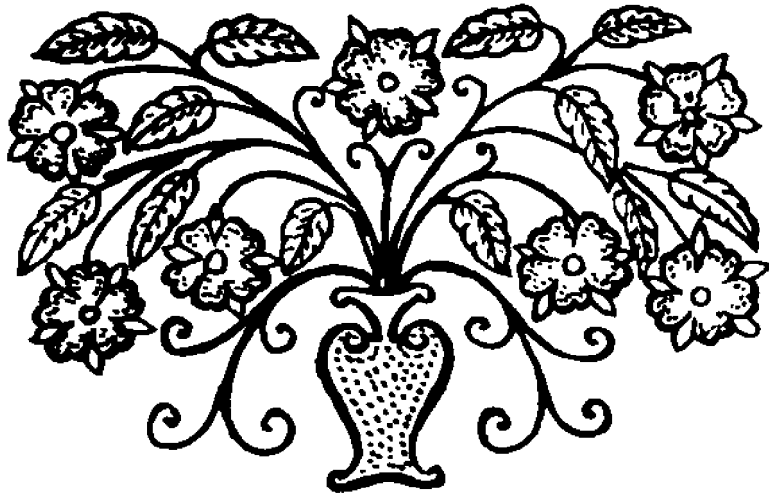
(۱) لا بأخذ مال في المذهب بحر، وفيه عن البرازية: قيل: يجوز، ومعناه أن يمسه مدّة لينزجر، ثم يعيده له، فإن آيس من توبته صرفه إلى ما يرى، وفي المجتبى: أنه كان في ابتداء الإسلام، ثم نسخ (الدر المختار) قوله: (لا بأخذ مال في المذهب) قال في الفتح: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز اهـ ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف، قال في الشرنبلالية: ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه اهـ. (الدر المختار و رد المحتار: ۷۶/۶، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال) ظفیر

(۲) وتارکھا عمدًا مجاناً أي تکاسلاً فاسق يحبس حتى يصلّى؛ لأنه يحبس لحق العبد، فحق الحق أحق، وقيل: يضرب حتى يسيل منه الدم. (الدر المختار مع رد المحتار: ۷/۲، كتاب الصلاة) ظفیر

رشوت خور کی نماز مقبول ہے یا نہیں؟

سوال: (۸) ایک شخص علاوہ تنخواہ ماہوار کے رشوت خوب لیتا ہے، اس کی نماز مقبول ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نماز قبول ہے، اور نماز کا ثواب حاصل ہوگا، اور رشوت کا گناہ ہوگا۔ قال تعالیٰ: ﴿وَاٰخِرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ (سورہ توبہ، آیت: ۱۰۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶-۲۷)



نماز کے اوقات کا بیان

کیا قرآن سے پنج وقتہ نماز کے اوقات ثابت ہیں؟

سوال: (۹) زید آیت کریمہ: ﴿اقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ﴾ سے تین وقت کی نماز: فجر، مغرب، عشاء پر استدلال کرتا ہے، کیا قرآن شریف کی کسی آیت شریفہ سے اوقات نماز پنج گانہ صریحاً ثابت ہوتے ہیں؟ (۱۳۴۳/۲۸۱ھ)

الجواب: آیت کریمہ: ﴿اقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ﴾ (سورہ ہود، آیت: ۱۱۴) میں پانچوں نمازوں کی فرضیت مراد ہو سکتی ہے، اس طرح کہ دن کے ایک طرف میں صبح کی نماز ہے، اور دوسری طرف میں زوال کے بعد سے غروب آفتاب کے بعد تک تین نمازیں: ظہر، عصر، مغرب، اور زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ میں عشاء مراد ہو؛ اس لیے کہ دن کا پہلا نصف حصہ زوال تک ہے، اور دوسرا حصہ زوال کے بعد غروب تک، اگر دوسرے حصہ میں غروب تک دو نمازیں ظہر اور عصر رکھی جاویں تو مغرب اور عشاء زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ سے مراد ہو سکتی ہیں، اور ایک دوسری آیت سے بھی مفسرین نے پانچوں نمازیں مراد لی ہیں، وہ یہ ہے: ﴿فَسُبْحَنَّ اللَّهَ حِينَ تُمْسُونَ﴾ (عصر و مغرب) ﴿وَحِينَ تَضْبَحُونَ﴾ (فجر) ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا﴾ (عشاء) ﴿وَحِينَ تَظْهَرُونَ﴾ (ظہر) (سورہ روم، آیت: ۱۷-۱۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳/۲)

فجر کی اذان اور جماعت کا وقت

سوال: (۱۰) فجر کی نماز جماعت طلوع آفتاب سے کتنی پیشتر ہونی چاہیے؟ اور دیگر یہ کہ اذان

فجر جماعت سے کتنی پہلے ہونی چاہیے؟ (۱۰۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے کہ قال أبو حنیفۃ: یؤذن للفجر بعد طلوعہ (۱) یعنی صبح صادق ہونے کے بعد کہنا (فوراً) (۲) بہتر ہے، اگر فوراً نہ ہو تو بعد میں کہے، الغرض تمام وقت نماز کا اذان کا بھی وقت ہے کما فی الشّامی: ولعلّ المراد بیان الاستحباب، وإلاّ فوق الجواز جمیع الوقت اھ (۱) اور جماعت فجر کی اسفار کے وقت ہونی چاہیے، یعنی جس وقت خوب روشنی ہو جاوے، اس کی مقدار درمختار میں یہ لکھی ہے کہ آفتاب کے نکلنے سے اتنی پہلے نماز صبح شروع کریں کہ چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھ سکیں، اور پھر اعادہ کی ضرورت ہو تو اعادہ کر لیں (۳) غرض تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے آفتاب نکلنے سے جماعت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۹-۳۰)

ممالک قطب شمالی وجنوبی میں نماز کے

اوقات کی تعیین کس طرح کریں؟

سوال: (۱۱) اوقات نماز کی پابندی ممالک قطب شمالی اور قطب جنوبی میں کس طرح ہو سکتی ہے؟ ان ممالک میں تین تین مہینے تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا، علیٰ ہذا تین ماہ تک غروب نہیں ہوتا، ایسے مقامات میں نماز کس طرح ادا کی جاوے؟ (۱۱۲۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے مواقع کا حکم بھی فقہاء نے لکھ دیا ہے کہ وہاں اندازہ کر کے نمازیں ادا کریں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ دجال کے ظہور کے وقت ایک دن سال بھر کا ہوگا، اس میں آنحضرت ﷺ نے بہ جواب صحابہ نمازوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ اندازہ کر کے

(۱) ردّ المحتار: ۴۶/۲، کتاب الصّلاة، باب الأذان، قبیل مطلب فی المواضع الّتی یندب لها الأذان فی غیر الصّلاة.

(۲) 'فوراً' کا اضافہ مفتی ظفر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۳) والمستحبّ للرجل الابتداء فی الفجر یاسفار، والختم بہ هو المختار، بحیث یرتل أربعین آية ثمّ یعیده بطہارة لو فسد. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۳، کتاب الصّلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

نمازیں ادا کرو (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں پڑھو، اسی قدر فصل سے جیسے عام بلاد میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے، پس یہی حکم عند المحققین ان مواقع کا ہے جہاں چھ مہینے یا کم و بیش دن اور رات رہتے ہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۰-۳۱)

نماز فجر کا مستحب وقت کونسا ہے؟

سوال: (۱۲) فجر کی نماز میں چند مسلمانوں کے درمیان اختلاف پڑا ہوا ہے، اوقات طلوع شمس حیدر آباد دکن ۵ بج کر ۴۵ لمحظہ پر اور غروب ۶ بج کر ۵۶ منٹ پر ہوتا ہے؛ اس لیے یہاں دن رات کا شمار تقسیم بالمناصفہ سے کیا جاتا ہے، لیکن یہاں کے اکثر حضرات اختلاف کی وجہ سے غلس میں نماز پڑھتے ہیں، ساڑھے چار بجے فجر پڑھ لیتے ہیں، اور بعض لوگ اسفار میں ۵ بجے کے بعد پڑھتے ہیں، لہذا حنفی مذہب میں جواصح ہو اور متفق علیہ ہو وہ تحریر فرماویں۔ (۱۳۹۴/۱۳۳۵ھ)

(۱) وفاقد وقتہما کبلغار فإن فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی أربعینۃ الشتاء مکلف بہما فیکدر لہما ولا ینوی القضاء إلخ (الدر المختار: ۱۸-۱۹) وانتفاء الدلیل علی الشیء لا یستلزم انتفاء ہ لجواز دلیل آخر، وقد وجد وهو ما تواطئت علیہ أخبار الإسرائ من فرض اللہ تعالیٰ الصلوات خمساً بعد ما أمر أولاً بخمسين ثم استقر الأمر علی الخمس شرعاً عاماً لأهل الآفاق لا تفصیل بین قطر وقطر. وما روى أنه صلى الله عليه وسلم ذكر الدجال، قلنا: ما لبثہ فی الأرض؟ قال: أربعون يوماً، يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة، وسائر أيامہ كأیامکم، قلنا: یا رسول الله! فذلك اليوم الذي كسنة أتکفینا فیہ صلاة يوم؟ قال: لا، أقدروا له، رواه مسلم إلخ. (رد المحتار: ۲/۲۰، کتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء کأهل بلغار)

(۲) قال الرملي في شرح المنهاج: ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اهـ ح قال في إمداد الفتاح: قلت: وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة، وينظر ابتداء اليوم، فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا في كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثلہ، إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً في الصلوات اهـ. (رد المحتار: ۲/۲۲، کتاب الصلاة، قبيل مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

الجواب: نماز فجر میں عند الحنفیہ اسفار مستحب ہے، مستحب کہنے سے معلوم ہوا کہ غلّس میں درست ہے، مگر بہتر اسفار ہے، اور اسفار کے معنی ظہور نور اور انکشاف ظلمت کے ہیں، پس جب کہ طلوع آفتاب ۵ بج کر ۴۵ منٹ پر ہو تو ۵ بجے کے بعد عمدہ وقت اسفار کا ہے (۱) اور ساڑھے چار بجے پڑھنے والے بھی لائق ملامت کے نہیں ہیں، کیوں کہ غلّس میں پڑھنا بھی احادیث سے ثابت ہے (۲) اختلاف صرف افضلیت وعدم افضلیت میں ہے، جواز میں اختلاف نہیں ہے۔ والمستحب للرجل الابتداء في الفجر باسفار والختم به هو المختار (در مختار) وفي الشامي: قوله: باسفار أي في وقت ظهور النور وانكشاف الظلمة إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۱-۳۲)

نماز فجر، ظہر اور عصر میں تاخیر کرنا

سوال: (۱۳) یہاں کے امام نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں کہ زردی صبح کی ظاہر ہو جاتی ہے، اور ظہر کی نماز میں دو چند سایہ تک دیر کرتے ہیں، اور عصر کی نماز گھڑی بھردن رہے پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہر نماز میں تاخیر لازم ہے، حالانکہ قرآن شریف میں اول اوقات کی تاکید وارد ہے؟

(۳۶۹/۳۱۳ھ)

الجواب: آپ کے امام صاحب جن اوقات میں صبح اور ظہر اور عصر کی نماز پڑھتے ہیں یہ حنفیہ کے مذہب اور کتب فقہ کے موافق ہے، صبح میں خوب اسفار کرنا اور عصر میں تاخیر کرنا اس قدر کہ گھنٹہ پون گھنٹہ دن رہ جاوے مستحب ہے، اور موسم گرما کے ظہر میں ابراد اور تاخیر کرنا مستحب ہے،

(۱) عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر، رواه الترمذي وأبو داود والدارمي. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۱، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الثاني)

(۲) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي الصبح، فتصرف النساء متلفعات بمروطهن، ما يعرفن من الغلّس، متفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۰، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الأول)

(۳) الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۳، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها.

مگر دو مثل سایہ سے پہلے پہلے پڑھ لی جاوے (۱) احادیث میں صبح میں اسفار کی فضیلت اور عصر کی تاخیر وارد ہوئی ہے، اور ظہر میں ابراد کا حکم وارد ہوا ہے، باقی اوقات نماز کی ابتداء اور انتہاء معروف اور مشہور ہے، افضل یہ ہے جو مذکور ہوا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۸-۴۹)

سایہ اصلی کو پہچاننے کا طریقہ

سوال: (۱۲) دائرۃ ہندیہ میں مقیاس کا ظل سر سے ناپنا چاہیے یا جڑ سے؟ اور سایہ اصلی صبح کس صورت میں ہوگا؟ (۱۶۵۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مقیاس کا ظل جو بہ وقت زوال شمس ہو وہ سایہ اصلی کہلاتا ہے، اس کو خواہ سر سے جڑ کی طرف کو ناپا جاوے یا جڑ سے سر کی طرف کو ہر دو صورت میں مآل واحد معلوم ہوتا ہے، باقی دائرۃ ہندیہ اور فی الزوال اور مثل اور مثلیں کی تشریح جو کچھ شرح وقایہ میں مذکور ہے وہ سہل ہے، اور اقرب الی الصواب ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۲)

(۱) ويستحب في صلاة الفجر الإسفار بها بأن تصلى في وقت ظهور النور وانكشف الظلمة والغسل إلخ ، لقوله عليه السلام : أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر ، رواه الترمذي ، وقال : حديث حسن إلخ ثم استحباب الإسفار عندنا عام في الأزمنة كلها إلا في صلاة الفجر يوم النحر بمزدلفة ، فإن المستحب فيها التغليس إجماعاً إلخ ، ويستحب أيضاً عندنا تأخير العصر في كل الأزمنة إلا يوم الغيم ما لم تتغير الشمس إلخ ، كما ورد عنه عليه السلام في حديث بريدة رضي الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم صلى العصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية .

(غنية المستملی، ص: ۲۰۳-۲۰۴، کتاب الصلاة، الشرط الخامس)

(۲) والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به إلخ ، وتأخير ظهر الصيف مطلقاً إلخ ، وتأخير عصر صيفاً وشتاءً توسعة للنوافل ما لم يتغير ذكاء إلخ ، وتأخير عشاء إلى ثلث الليل إلخ . (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳-۲۵، کتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

(۳) ملاحظہ فرمائیں: شرح وقایہ: ۱/۱۲۸-۱۲۹، أوائل کتاب الصلاة، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند۔

سایہ اصلی کا ثبوت

سوال: (۱۵) بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسئلہ فی الزوال کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ مدینہ شریف میں فی الزوال نہیں تھا؟ (۱۳۴۰/۹۴۹ھ)

الجواب: مثل یا مثلیں علاوہ فی الزوال کے لینا متفق علیہ مسئلہ ہے، اور تحقیق اس کی کتب فقہ میں موجود ہے۔ مَنْ شَاءَ فَلْيُرْاجِعْ إِلَيْهَا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۷)

امام صاحب کا مثلیں اور شفق ابیض سے رجوع

ثابت نہیں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم

سوال: (۱۶) امام ابوحنیفہؒ کا رجوع وقت ظہر مثلیں میں اور الشفق ہو البیاض سے اور

(۱) ووقت الظہر من زوالہ إلخ إلى بلوغ الظل مثلیہ إلخ سَوَىٰ فِيْ يَكُونُ لِلْأَشْيَاءِ قُبُلًا الزَّوَالِ وَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ إلخ . (الدَّرَ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۱۵-۱۶، کتاب الصَّلَاةِ، مطلب في تعبده عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبْلَ الْبُعْثَةِ)

قال (نافع بن جبير بن مطعم): أخبرني ابن عباس: أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: أُمْنِي جبرئيل عند البيت مرتين، فصلّى الظُّهْرَ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا حِينَ كَانَ الْفَيْ مِثْلَ الشَّرَاكِ إلخ (جامع الترمذي: ۱/۲۸، أبواب الصَّلَاةِ، باب ما جاء في مواقيت الصَّلَاةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ و تشریح: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو مرتبہ بیت اللہ کے پاس میری امامت کی، یعنی مجھے دو دن کی تمام نمازیں امام بن کر پڑھائیں (پہلے دن پانچوں نمازیں اول وقت میں پڑھائیں، اور دوسرے دن تمام نمازیں آخر وقت میں پڑھائیں) چنانچہ دنوں میں سے پہلے دن میں ظہر اس وقت پڑھائی جب کہ سایہ چیل کی پٹی کے مانند تھا (یہ محاورہ ہے، ٹھیک استواء کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کو فئی مثل الشراک کہتے ہیں، اور اسی کو سایہ اصلی بھی کہتے ہیں)

یہ روایت سایہ اصلی کے ثبوت پر صراحۃً دلالت کرتی ہے، پس غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مدینہ شریف میں فی الزوال نہیں تھا؛ درست نہیں۔ ۱۲ محمد امین

جائز ہونا مسح کا اور پر جورب کے یہ کہ منعل یا مجلد ہو؛ ثابت ہے یا نہیں؟ (۲۷۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: رجوع امام صاحب کا مثلیں سے وقت ظہر میں، اور وقت مغرب میں شفق ابیض سے ثابت نہیں، اور قول امام اصح و احوط ہے کما حققه العلامة الشامي (۱) اور جورب منعل و مجلد پر مسح کا جواز مسلم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۲/۲)

وضاحت: جورب یعنی سوتی، اونی اور نائلون کے موزے ٹخنیں (موٹے اور دبیر) ہوں تو اُن پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے؛ خواہ مجلد ہوں یا منعل یا سادہ — اور رقیق (پتلے اور باریک) ہوں لیکن مجلد ہوں تب بھی اُن پر مسح کرنا بالاتفاق جائز ہے، اور سادہ ہوں تو اُن پر بالاتفاق مسح کرنا جائز نہیں، اور منعل ہوں تو اس میں اختلاف ہے، بعض مشائخ کے نزدیک رقیق منعل پر مسح کرنا جائز ہے اور اکثر مشائخ کے نزدیک رقیق منعل پر مسح کرنا جائز نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی نیل المآرب فی المسح علی الجوارب میں ارقام فرماتے ہیں:

جوابوں کی کل چھ قسمیں ہو گئیں، تین قسم ٹخنیں کی، یعنی (۱) ٹخنیں مجلد (۲) ٹخنیں منعل (۳) ٹخنیں سادہ (یعنی غیر مجلد و غیر منعل) اور تین قسم رقیق کی، یعنی (۱) رقیق مجلد (۲) رقیق منعل (۳) رقیق سادہ۔

ان اقسام ستہ میں سے پہلی تینوں قسموں پر بہ اتفاق حنفیہ مسح جائز ہے، تیسری قسم میں اگرچہ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف منقول ہے، لیکن ساتھ ہی امام صاحب کا رجوع قول صاحبین کی طرف اور فتویٰ عامہ مشائخ حنفیہ کا قول صاحبین پر منقول ہے، اس لیے تیسری قسم بھی مثل متفق علیہ کے ہو گئی۔ لما فی الہدایۃ: لا یجوز المسح علی الجوربین عند أبي حنیفۃ رحمہ اللہ إلا أن یکونا مجلّدين أو منعلین، و قالوا: یجوز إذا كانا ٹخنین لا یشفان (إلی أن قال) وعنه

(۱) الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه قالت: الثلاثة، وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (الدر المختار) قوله: (وإليه رجع الإمام) أي إلى قولهما الذي هو رواية عنه أيضاً إلخ وردّه المحقق في الفتح بأنه لا يساعده رواية ولا دراية، وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت إلخ فثبت أن قول الإمام هو الأصح إلخ. (الدر المختار و رد المحتار: ۱۷/۲، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطى)

أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوى (الهداية: ۱/۶۱، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين) ومثله في فتاوى قاضي خان والخلصة والبحر والفتح وعامة كتب المذهب. باقی تین قسمیں (۱) رقیق مجلد (۲) رقیق منغل (۳) رقیق سادہ میں یہ تفصیل ہے کہ رقیق مجلد پر مطلقاً بلا کسی تفصیل کے بہ اتفاق حنفیہ مسح جائز ہے، اور رقیق سادہ پر مطلقاً بہ اتفاق ناجائز، رقیق منغل میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند قدیم - امداد المفتیین: ۲/۲۵۱)

پھر طویل بحث اور فقہاء کرام کی عبارتوں کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام: عبارات مذکورہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ رقیق منغل کے متعلق متقدمین حنفیہ کے کلمات یا ساکت ہیں یا عدم جواز کے قائل، اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر تو متفق ہیں کہ معمولی سوتی جرابوں کو منغل کر لیا جائے تو وہ مسح کے لیے کافی نہیں، صرف وہ اونی جرابیں متاخرین میں زیر بحث و اختلاف ہیں جو دبیز و مضبوط ہوں مگر ٹخن کی حد میں داخل نہ ہوں، جب ان کو منغل کر لیا جائے یعنی تلے پر یا تلے اور نیچے اور ایڑی پر چمڑا لگا لیا جاوے باقی قدم پر چمڑا نہ ہو، اس پر مسح کو بعض حضرات جائز فرماتے ہیں، بعض ناجائز۔

اور عبارات مرقومہ میں یہ بھی واضح ہو گیا کہ زیادہ تر مشائخ متاخرین اس پر بھی عدم جواز ہی کے قائل ہیں، جواز کی تصریح صرف شارح منیہ اور علامہ شامی اور شیخ عبدالغنی نابلسی سے منقول ہے، اور وہ بھی اس کو خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں، ان کے مقابلہ میں صاحب درمختار نے مستقل رسالہ عدم جواز پر لکھا ہے، اور خود شامی نے اس قول کی تائید متعدد مشائخ سے نقل کی ہے، اور انہی چلی کی تصریح عدم جواز پر ذکر فرمائی، ان کے علاوہ صاحب بدائع، صاحب خلاصہ، صاحب بحر، عالمگیری، طحاوی مراقی الفلاح سب عدم جواز پر متفق ہیں۔ (حوالہ سابقہ: ۲/۲۵۸) محمد امین پالن پوری

ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے؟

سوال: (۱۷) حنفیہ کے نزدیک انتہائے وقت ظہر کہاں تک ہے؟ ایک مثل تک یا دو مثل تک،

یعنی نماز ظہر کب سے قضا پڑھنی چاہیے اور نماز عصر کب پڑھنی چاہیے؟ (۱۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: ووقت الظهر من زواله إلخ إلى بلوغ الظل مثليه وعنه مثله ، وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة. قال الإمام الطحاوي: وبه نأخذ ، وفي غرر الأذكار: وهو المأخوذ به . وفي البرهان: وهو الأظهر إلخ . وفي الشامي: قوله: (إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية. وهو الصحيح ، بدائع ومحيط وینابیع. وهو المختار، غیاثیة. واختاره الإمام المحبوبي، وعول عليه النسفي وصدر الشريعة ، تصحيح قاسم. واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون، فقول الطحاوي: وبقولهما نأخذ لا يدل على أنه المذهب إلخ . ثم قال: وقد قال في البحر: لا يعدل عن قول الإمام إلى قولهما إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ رائج عند الحنفیہ قول امام اعظم ہے، اور وقت ظہر دوشل تک رہتا ہے سوائے فی الزوال کے، اور وقت عصر کا بعد مثلین کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۳/۲-۳۴)

سوال: (۱۸) ما قولكم في وقت الظهر عند الحنفية؟ هل هو باق إلى المثليين أو خرج مع ظل واحد؟ إمامنا أبو حنيفة هل رجع إلى قول صاحبين يعني إلى المثل ، وإلى هذا القول مال وأفتى مولانا الفاضل عبد الحي اللكنوي في مجموع فتاويه ، فإن رجع بأي قول يعمل؟ وما حكم قوم أحناف يصلون عند ختم المثل هل يجوز؟ فإن جاز فبلا كراهة أو معها؟ وما حكم اقتداء غير المقلد؟ هل يجوز ترجمة الخطبة بغير العربي؟ وبجوازه أفتى بعض علماء مدراس ، هل هو بلا كراهة أو معها؟ (۱۵۴۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه وعنه مثله وهو قولهما إلخ. وفي رد المحتار: قوله: (إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام ، نهاية ، وهو الصحيح ، بدائع ومحيط وینابیع ، وهو المختار. غیاثیة واختاره الإمام المحبوبي ، وعول عليه النسفي وصدر الشريعة ، تصحيح قاسم واختاره أصحاب المتون، وارتضاه الشارحون، فقول الطحاوي: وبقولهما نأخذ لا يدل على أنه المذهب، وما في الفيض: من أنه يفتى بقولهما في العصر والعشاء مسلم في العشاء فقط (۱) الدر المختار و رد المحتار: ۱۵/۲، كتاب الصلاة ، مطلب في تعبدہ عليه الصلاة والسلام قبل البعثة .

علی مافیہ ، وتماہ فی البحر إلخ . وفيه أيضًا: وقد قال في البحر: لا يعدل عن قول الإمام إلى قولهما أو قول أحدهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه إلخ ، وقد قال قبيله: إن الأدلة تكافئت ولم يظهر ضعف دليل الإمام، بل أدلته قوية أيضا إلخ (۱) فالحاصل أن وقت الظهر يبقى إلى المثليين والإمام أبو حنفيه ما رجع في هذا إلى قول الصّاحبين ، بل يروى عنه كقولهما، ولكن ظاهر الرواية خلافه ، فما يودى بعد المثل فهو أداء . ”والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل ، وأن لا يصلّي العصر حتى يبلغ المثليين، ليكون مؤدياً للصّلاتين في وقتها بالإجماع إلخ“ (۱) (شامي) وفي اقتداء غير المقلّد قيل وقال وتفصيل وإجمال، فالأحوط تركه إلا بضرورة داعية. وترجمة الخطبة بغير العربي مكروهة على التحقيق (۲) صرح به في المسوّى والمصقّى شرح المؤطا (۳) وجوازه بغير العربي مختلف فيه ، فالحذر كلّ الحذر من الاختلاف ، فإنّه خلاف الاحتياط. فقط (۲/۳۶-۳۷)

ترجمہ سوال: (۱۸) حنفیہ کے نزدیک ظہر کے وقت کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں؟ کیا ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے یا ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے؟ کیا ہمارے امام ابو حنیفہؒ نے صاحبین کے قول یعنی ایک مثل والے قول کی طرف رجوع فرمایا ہے؟ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب ’مجموع الفتاویٰ‘ میں اس قول کی طرف اپنا رجحان ظاہر فرمایا اور اسی پر فتویٰ دیا ہے، پس اگر امام صاحب علیہ الرحمہ نے رجوع کیا ہے تو کس قول پر عمل کیا جائے گا؟ اور احناف میں سے جو لوگ ایک مثل کے بعد نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی نماز صحیح ہوگی؟ اگر صحیح ہوگی تو بلا کراہت یا مع الکراہت؟ اور غیر مقلد کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟ کیا عربی کے علاوہ کسی اور زبان

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) فإنّه لا شك في أنّ الخطبة بغير العربيّة خلاف السنّة المتوارثة من النّبّيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم والصّحابة ، فيكون مكروهاً تحريماً. (عمدة الرّعاية حاشية شرح الوقاية: ۱/۲۰۰، كتاب الصّلاة ، باب الجمعة ، تعريف الخطبة ، رقم الهامش: ۲)

(۳) (عربی بودن نیز بہ جہت عمل مستمر مسلمین در مشارق و مغارب با وجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمی بودند) مصنفی و مسوی شرح موطاً مالک: ۱/۱۵۳، کتاب الصّلاة ، باب التشديد على من ترك الجمعة بغير عذر

میں خطبہ کا ترجمہ جائز ہے؟ بعض علمائے مدراس نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، تو کیا یہ جواز بلا کراہت ہے یا مع الکراہت؟

الجواب: درمختار میں ہے: اور ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے ہر شے کے سایہ کے دو چند پہنچنے تک ہے، اور امام صاحب سے ایک مثل کی روایت ہے اور یہی صاحبین کا قول ہے الخ۔ اور رد المحتار میں ہے: مصنف کا قول: (سایہ کے دو چند پہنچنے تک) یہ امام صاحب سے ظاہر الروایہ ہے، جیسا کہ نہایت میں ہے، اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ بدائع، محیط اور ینایع میں ہے، اور یہی قول مختار ہے، جیسا کہ غیاثیہ میں ہے اور امام محبوبی نے اسی کو مختار کہا ہے اور نسفی و صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، جیسا کہ امام قاسم کی ”تصحیح القدوری“ میں ہے، اور اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے، پس طحاوی کا قول: ”اور صاحبین کے قول کو ہم لیتے ہیں“ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہے۔ اور جو کچھ فیض میں ہے کہ ”عصر اور عشاء میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا“ صرف عشاء میں مسلم ہے، اس دلیل کی بنیاد پر جو اس میں ہے، اور اس کی مفصل بحث البحر الرائق میں ہے۔

اور رد المحتار میں یہ بھی ہے کہ البحر الرائق میں کہا ہے کہ امام کے قول سے صاحبین کے قول کی طرف یا اُن دونوں میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا، مگر ضرورت کی وجہ سے یعنی دلیل کے کمزور ہونے یا اس کے خلاف تعامل ہونے کی وجہ سے الخ، اور اس سے کچھ پہلے فرمایا ہے کہ دلائل برابر ہو گئے ہیں، اور امام صاحب کی دلیل کا ضعف ظاہر نہیں ہوا، بلکہ امام صاحب کے دلائل بھی مضبوط ہیں الخ۔ پس حاصل یہ ہے کہ ظہر کا وقت مثلین تک باقی رہے گا اور امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ اُن سے ایک قول مروی ہے جو صاحبین کے قول کے مطابق ہے؛ لیکن ظاہر الروایہ اس کے خلاف ہے، پس جو نماز ایک مثل کے بعد ادا کی جائے گی وہ ادا ہے، اور احسن واحوط قول وہ ہے جو شیخ الاسلام سے ”سراج و ہاج“ میں مروی ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر کی نماز مثل تک مؤخر نہ کرے اور عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک مثلین تک سایہ نہ پہنچے تا کہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں میں بالا جماع اداء ہوں الخ۔ (شامی)

اور غیر مقلد کی اقتداء میں قیل وقال اور تفصیل واجمال ہے، پس سوائے کسی اشد ضرورت کے ترک ہی احوط ہے، اور عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ کا ترجمہ تحقیقی قول کے مطابق مکروہ ہے، مصنفی و مسوی شرح موطا میں اس کی صراحت ہے، اور غیر عربی میں اس کا جائز ہونا مختلف فیہ ہے، پس اختلاف سے مکمل پرہیز کرے، کیوں کہ وہ خلاف احتیاط ہے۔

جمعہ کی نماز کا اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے

سوال: (۱۹) جمعہ کی نماز کا وقت کب سے ہو جاتا ہے؟ مدراس کے ٹائم کے حساب سے گے بجے نماز جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے، اور زوال کا وقت آج کل کب سے کب تک ہے؟ کیا نماز جمعہ زوال سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ اور ظہر اور جمعہ کا ایک ہی وقت ہے یا کچھ فرق ہے؟ (۱۷۵۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ظہر کی نماز کا اور جمعہ کا ایک ہی وقت ہے، زوال شمس کے بعد وقت شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے جمعہ درست نہیں ہے، جیسا کہ ظہر بھی درست نہیں ہے (۱) یہاں تقریباً مدراس کے ٹائم سے ساڑھے بارہ بجے زوال ہوتا ہے، وہاں کے زوال کا وقت دیکھ لیں، غالباً وہاں بھی اسی کے قریب قریب ہوگا، اس کے بعد جمعہ پڑھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۰)

جمعہ کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے؟

سوال: (۲۰) جمعہ کا وقت اڑھائی بجے تک رہتا ہے یا نہیں؟ پنجاب کے اکثر مسلمان معترض ہیں کہ اڑھائی بجے کا وقت صحیح نہیں۔ (۱۸۹۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے، زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے، اور ایک مثل یا دو مثل تک علی اختلاف القولین باقی رہتا ہے، لیکن جمعہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے، مثل ریلوے ٹائم سے ساڑھے بارہ بجے زوال آفتاب ہوتا ہے، تو ایک بجے یا ڈیرہ بجے تک

(۱) وجمعة كظهر أصلاً واستحباً في الزمانين لأنها خلفه. (الدر المختار مع الشامی: ۲/۲۴)
كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

یا کچھ کم و بیش نماز جمعہ ادا کر لینی چاہیے، لیکن اڑھائی بجے تک بھی وقت رہتا ہے، البتہ قصداً اس قدر تاخیر پسندیدہ اور مشروع نہیں ہے (۱) شامی میں ہے: لکن جزم فی الأشباه أنه لا یسنّ لها الإبراد إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۰-۴۱)

طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں منع ہے؟

سوال: (۲۱) طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں منع ہے؟ (۳۵/۹۶۹-۱۳۳۶ھ)
الجواب: حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ ان وقتوں میں کفار سورج کی پرستش کرتے ہیں، اس لیے ان وقتوں میں نماز نہ پڑھیں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۲)

غروب آفتاب کے وقت عصر کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۲۲) فرض عصر کے غروب آفتاب کے وقت اگر سورج نصف اندر اور نصف باہر ہو؛ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۵/۱۰۳۶-۱۳۳۶ھ)

(۱) وجمعة كظهر أصلاً واستحباً في الزمانين لأنها خلفه (الدّر المختار) قوله: (أصلاً) أي من جهة أصل وقت الجواز، وما وقع في آخره من الخلاف، قوله: (استحباً في الزمانين) أي الشتاء والصيف، لكن جزم في الأشباه من فن الأحكام أنه لا یسنّ لها الإبراد إلخ وقال الجمهور: ليس بمشروع، لأنها تقام بجمع عظیم، فتأخيرها مفض إلى الحرج، ولا كذلك الظّهر. (الدّر المختار ورد المختار: ۲/۲۴، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)
(۲) ردّ المختار: ۲/۲۴، كتاب الصلاة.

(۳) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولا تحينوا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها، فإنها تطلع بين قرني الشيطان. متفق عليه.
وعن عمرو بن عبسة رضي الله عنه قال: قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، فقدمت المدينة، فدخلت عليه، فقلت: أخبرني عن الصلاة، فقال: صل صلاة الصبح، ثم أقصر عن الصلاة حين تطلع الشمس حتى ترتفع، فإنها تطلع حين تطلع بين قرني الشيطان، وحينئذ يسجد لها الكفار. (مشكاة المصابيح، ص: ۹۴، كتاب الصلاة، باب أوقات النهي، الفصل الأول)

الجواب: نماز عصر اس دن کے ایسے وقت میں ادا ہو جاتی ہے، یعنی اگر ایسا وقت ہو جائے اور نماز عصر کی نہ پڑھی ہو تو پڑھ لینی چاہیے (۱) مگر قصداً ایسا وقت نہ کرنا چاہیے کہ یہ معصیت ہے۔ (۳۴/۲)

ظہر اور جمعہ کا مستحب وقت

سوال: (۲۳) ظہر و جمعہ کی اذان ہمیشہ سوا بارہ بجے اور جماعت ساڑھے بارہ بجے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: مختلف موسموں میں حکم مختلف ہوتا رہتا ہے، زوال سے پہلے ظہر اور جمعہ کا وقت نہیں ہوتا، اور گرمیوں میں ظہر میں تاخیر مستحب ہے، اور جمعہ میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے؛ لیکن اس کا خیال رکھا جائے کہ وقت ہو جاوے، ساڑھے بارہ بجے سے پہلے جمعہ کی اذان نہ کہی جائے اور ایک بجے جمعہ پڑھا جائے، اور ظہر میں موسم گرما میں تاخیر چاہیے (۲) اذان دو ڈیڑھ بجے اور نماز سوا دو یا (۱) یعنی اسی دن کی عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت پڑھے گا تو نماز صحیح ہو جائے گی، اس کا اعادہ ضروری نہیں، مگر اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ایسے وقت میں اس دن کی عصر کی نماز نہ پڑھے، آفتاب غروب ہونے کے بعد قضاء پڑھے۔

ترمذی شریف میں ہے: وقال بعضهم: لا يصلي حتى تطلع الشمس أو تغرب .
اور ترمذی کے حاشیہ میں ہے: قوله: وقال بعضهم: لا يصلي حتى تطلع الشمس أو تغرب،
وبه قالت الحنفية لما رواه البخاري عن أبي عمر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم: إذا طلع حاجب الشمس فأخروا الصلاة حتى ترتفع، وإذا غاب
حاجب الشمس فأخروها حتى تغيب. (جامع الترمذی: ۴۳/۱، أبواب الصلاة، باب ما جاء
في النوم عن الصلاة)

ویروی عن أبي بكر: أنه نام عن صلاة العصر فاستيقظ عند غروب الشمس فلم يصل
حتى غربت الشمس، وقد ذهب قوم من أهل الكوفة إلى هذا. (جامع الترمذی: ۴۳/۱، أبواب
الصلاة، باب ما جاء في الرجل ينسى الصلاة) محمد امین

(۲) والمستحب في الفجر بإسفار إلخ . وتأخير ظهر الصيف بحيث يمشي في الظل
مطلقاً إلخ وجمعة كظهر أصلاً واستحباً في الزمانين، لأنها خلفه (الدّر المختار) لكن جزم
في الأشباه من فنّ الأحكام أنه لا يُسنُّ لها الإبرادُ . (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲۳/۲-۲۴،
كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

ڈھائی بجے پڑھنی چاہئیں اور جاڑوں میں ایک ڈیڑھ بجے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۴-۳۵)

سوال: (۲۴) نماز (۱) ظہر و عصر کی بہ موجب مذہب مختار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کس وقت ادا کرنی چاہیے؟ اوّل و آخر وقت کتنے بجے شروع ہوتا ہے اور کتنے کتنے بجے ختم ہوتا ہے؟ آج کل ہمارے ملک کے لوگ ۴ بجے تک نماز ظہر کی ادا کرتے ہیں، اس کا ثبوت فقہ شریف میں ملتا ہے یا نہیں؟ اور جمعہ کا وقت کہاں تک ہے؟ (۱۵۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وقت ظہر کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل تک رہتا ہے، اور وقت عصر دو مثل سے شروع ہوتا ہے، پس ظہر دو مثل سے پہلے پہلے پڑھنا چاہیے، اور عصر دو مثل کے بعد پڑھنی چاہیے، آج کل ۴ بجے تک وقت ظہر کا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق رہتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اتنی تاخیر نہ کریں، دو تین بجے کے درمیان پڑھ لیں، اور عصر ساڑھے چار بجے کے بعد پڑھیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۷/۲)

غروب آفتاب ہی سے مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے

سوال: (۲۵) مغرب کا وقت رمضان شریف وغیرہ میں بہ مجرد غروب آفتاب کے ہو جاتا ہے یا نصف آسمان تک اندھیرا ضروری ہے؟ (۱۳۱۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) سوال و جواب کورجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) وقت الظہر من زوالہ أي میل ذکاء عن کبد السماء إلى بلوغ الظل مثلیہ إلخ سوی فی الزوال (إلی ان قال) ووقت العصر منه إلى قبیل الغروب . قال فی رد المحتار: قوله : (منه) أي بلوغ الظل مثلیہ علی رواية المتن . و أيضاً قال : والأحسن ما فی السراج عن شیخ الإسلام أن الاحتیاط أن لا يؤخر الظہر إلى المثل ، وأن لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیكون مؤدیاً للصّلاتین فی وقتہما بالإجماع . (الدّر المختار و رد المحتار: ۱۵/۲-۱۶، کتاب الصّلاة ، مطلب فی تعبّدہ علیہ الصّلاة والسلام قبل البعثة)

نوٹ: جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے، اور جس وقت تک ظہر کا وقت ہے اسی وقت تک جمعہ کا وقت ہے۔ و أيضاً قال فی الدّر المختار : و جمعة کظہر أصلاً واستحباً فی الزّمانین . وقال فی رد المحتار: أي الشتاء والصّیف . (الدّر المختار والشّامی: ۲/۲۴، کتاب الصّلاة مطلب فی طلوع الشمس من مغربها) ظفیر

الجواب: وقت نماز مغرب کا ہمیشہ مجرد غروب شمس سے ہو جاتا ہے، اور روزہ کے افطار کا وقت رمضان شریف وغیرہ میں بھی (بہ مجرد) (۱) غروب شمس کے ہو جاتا ہے، درمختار کتاب الصوم میں ہے: **هو إمساك عن المفطرات إلخ في وقت مخصوص وهو اليوم (الدّر) أي اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب . والمراد بالغروب زمان غيوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة الشرق إلخ (۲) صفحہ: ۸۰ جلد ثانی شامی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵/۲)**

سوال: (۲۶) آیا بہ مجرد ظلمت شرقی وقت مغرب می شود یا بہ زوال حمزت شرقی؟ و در بلاد مایاں بفاصلہ شش کروہ جبل از جانب مغرب بلند واقع است، پس دریں جا چگونہ وقت مغرب متحقق شود؟
(۱۷۹۰/۱۳۳۱ھ)

الجواب: وقت مغرب بہ غروب آفتاب شروع می شود، و بہ مجرد غروب ظلمت شرقی محسوس می شود، و برہمیں مدار افطار روزہ و نماز مغرب از شارع علیہ الصلاۃ والسلام ثابت شدہ است، و نقشہ طلوع و غروب کہ مجرب اکثر بلاد است باید داشت ہر گاہ موافق آن نقشہ غروب معلوم شود، و آثار آن مثل ظلمت شرقی محسوس شود نماز مغرب ادا باید کرد، و انتظار زوال حمرة نباید کرد (۳) فقط (۲۹/۲)

ترجمہ سوال: (۲۶) کیا آسمان کے مشرقی کنارہ میں محض اندھیرا چھا جانے سے مغرب کا وقت ہوتا ہے یا مشرق کی سرخی زائل ہونے سے؟ اور ہمارے شہروں میں چھ کوس کے فاصلہ پر مغرب کی جانب اونچے پہاڑ واقع ہیں؛ پس اس جگہ مغرب کا وقت کب ہوگا؟

الجواب: سورج غروب ہونے پر مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور محض مشرقی کنارہ کا اندھیرا ختم ہونے سے محسوس ہو جاتا ہے، اور شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اسی پر افطار، روزہ اور مغرب کی نماز کا مدار ثابت ہے، اور طلوع و غروب کا نقشہ جو کہ اکثر شہروں کا مجرب ہے رکھ لینا چاہیے، جب بھی اس نقشہ کے مطابق غروب معلوم ہو جائے اور اس کے قرآن مثلاً مشرقی کنارہ کا تاریک ہونا محسوس ہو جائے تو مغرب کی نماز ادا کرنی چاہیے اور سرخی زائل ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

(۲) الدّر المختار و ردّ المحتار: ۳/۲۹۶، کتاب الصوم .

(۳) وأوّل وقت المغرب إذا غربت الشمس بالإجماع (غنية المستملي المعروف بالحلي الكبير، ص: ۲۰۰، الشرط الخامس)

سوال: (۲۷) اوّل وقت مغرب کا غروب شمس سے شروع ہوتا ہے یا کب؟ اس بارے میں قول فیصل کیا ہے؟ (۱۳۳۵/۹۵۷ھ)

الجواب: اوّل وقت مغرب غروب شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے بہ اتفاق۔ کما نقل فی السّوال من الدلائل وهذا لا خفاء فیہ ولا خلاف (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۵۳-۵۴)

مغرب اور عشاء کے اوّل وقت کے درمیان کتنا فصل ہوتا ہے؟

سوال: (۲۸) مذہب حنفی میں غروب آفتاب یعنی مغرب کی نماز کے بعد اور اوّل وقت عشاء میں کس قدر فصل متفق علیہ احناف ہونا ضروری ہے؟ دوم یہ کہ ایام صیف و شتاء میں مابین مغرب و عشاء وقت کی ایک ہی مقدار معین ہے یا کچھ کمی و بیشی گھنٹہ اور منٹ میں ہوتی رہتی ہے؟ (۱۳۳۹/۲۸۵۹ھ)

الجواب: عشاء کا وقت غیبوت شفق کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اور شفق کے بارے میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک شفق احمر کی غیبوت پر عشاء کا وقت ہوتا ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک شفق ابیض کی غیبوت پر عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے (۲) اور ظاہر ہے کہ قول امام اعظمؒ پر عمل کرنا احوط ہے، کما فی الشّامی: وقولہ: أحوط (۳)

اس کے بعد واضح ہو کہ شفق ابیض غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غائب ہوتا ہے، اور اس میں صیفاً و شتاء چند منٹ کا تفاوت ہوتا ہے؛ چنانچہ جنتری طلوع و غروب آفتاب سے جس میں وقت عصر و وقت عشاء حسب مذہب امام اعظمؒ درج ہے واضح ہوتا ہے کہ یکم اگست ۱۹۲۱ء کو غروب آفتاب ۷ بج کر ۱۷ منٹ پر ہے۔ اور وقت عشاء موافق مذہب امام اعظمؒ ۸ بج کر ۲۷ منٹ پر ہے..... اس سے واضح ہوا کہ تفاوت مابین مغرب و عشاء ایک گھنٹہ تیس منٹ ہے، اور ۳۱ اگست ۱۹۲۱ء کو غروب آفتاب ۶ بج کر ۲۸ منٹ پر ہے، اور وقت عشاء ۸ بج کر ۱۳ منٹ پر ہے، اس وقت تفاوت مابین مغرب و عشاء ایک گھنٹہ پچیس منٹ ہے۔ الغرض ہمیشہ مابین غروب آفتاب و غروب شفق تقریباً

(۱) ووقت المغرب منه (أي الغروب) إلى غروب الشفق. (الدّر المختار مع ردّ المحتار:

۲/۱۷، کتاب الصّلاة، مطلب فی الصّلاة الوسطی)

(۲) ثمّ الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحُمْرة عند أبي حنيفة وعندهما هو الحُمْرة.

(الهداية: ۸۲: ۱، کتاب الصّلاة، باب المواقيت) ظفر

(۳) ردّ المحتار: ۲/۱۸، کتاب الصّلاة، مطلب فی الصّلاة الوسطی.

اسی قدر فاصلہ رہتا ہے، پس تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غروب آفتاب سے عشاء کا وقت ہو جاتا ہے (۱) اور صاحبین کے مذہب کے موافق بارہ منٹ پہلے وقت عشاء کا ہوتا ہے، کیوں کہ تفاوت مابین شفق احمر و ابیض بارہ منٹ کا ہے۔ كما في الشامي: ذكر العلامة المرحوم الشيخ خليل الكاملي إلخ أن التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الأحمر والأبيض إنما هو بثلاث درج إلخ (۲) اور ایک درجہ ۴/ منٹ کا ہے، پس تین درجہ ۱۲/ منٹ کے مساوی ہوئے۔ فقط (۲/۶۶)

(۱) یہ فاصلہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، ماہ بہ ماہ یا کچھ کچھ دن میں گھٹنا بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن یہ فاصلہ ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ (۱-۳۸) سے زیادہ نہیں ہوتا، اور ایک گھنٹہ اکیس منٹ (۱-۲۱) سے کم نہیں ہوتا۔ ماہ جون میں یہ فاصلہ ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ (۱-۳۸) کا ہوتا ہے اور ستمبر میں سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ (۱-۲۱) کا ہوتا ہے اس کے ساتھ یہ نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس کے مطابق عشاء کی نماز میں تغیر و تبدل کریں۔ (محمد کفایت اللہ دہلوی)

نقشہ

شفق کا فاصلہ			شفق کا فاصلہ		
منٹ	گھنٹہ	مہینے مع تاریخ	منٹ	گھنٹہ	مہینے مع تاریخ
۲۴	۱	یکم فروری	۲۷	۱	یکم جنوری
۲۲	۱	یکم اپریل	۲۲	۱	یکم مارچ
۳۴	۱	یکم جون	۲۷	۱	یکم مئی
۳۷	۱	۲۵ جون	۳۸	۱	۲۳ جون
۳۰	۱	یکم اگست	۳۴	۱	یکم جولائی
۲۱	۱	۲۱ ستمبر	۲۵	۱	یکم ستمبر
۲۳	۱	یکم نومبر	۲۲	۱	یکم اکتوبر
۲۸	۱	۳۱ دسمبر	۲۷	۱	یکم دسمبر

(فتاویٰ رحیمہ کامل، ۳۷۴/۲، نماز کے اوقات کا بیان، سوال نمبر: ۳۱۷) محمد امین پالن پوری

(۲) رد المحتار: ۱۴/۲، کتاب الصلوة، مطلب في تعبدہ عليه الصلوة والسلام قبل البعثة.

سوال: (۲۹) اذان مغرب وعشاء میں کس قدر فاصلہ درکار ہے؟ کیا جس جگہ بہ حساب دھوپ گھڑی قریب سو سات بجے شام کی اذان مغرب ہوتی ہو وہاں اسی گھڑی سے ۸/ بجے اذان وعشاء ہو کر فرض ادا کر سکتے ہیں؟ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹہ ۲۵/ منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و عشاء میں ہونا چاہیے اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۶۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: غروب کے بعد عشاء کا وقت عند الامام ابی حنیفہؒ اُس وقت ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جاوے (۱) اس کی مقدار بعض موسموں میں ایک گھنٹہ چوبیس پچیس منٹ اور بعض موسموں میں ایک گھنٹہ ۲۵/ منٹ اور بعض موسموں میں اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے، پس مغرب وعشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے، بلکہ احتیاطاً پونے دو گھنٹہ کا فاصلہ کرنا چاہیے، اور جنتری طلوع و غروب و صبح صادق وغیرہ سے مقدار وقت ہر زمانہ میں معلوم ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲/۲)

عشاء کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

سوال: (۳۰) مغرب کا وقت کس وقت ہوتا ہے؟ اور عشاء کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ عشاء کا وقت نو بجے ہوتا ہے (اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ ساڑھے آٹھ بجے ہو جاتا ہے) (۲) یہ سوال موسم گرما جون و جولائی سے متعلق ہے۔ (۳۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب دربارہ وقت عشاء کے یہ ہے کہ سفیدی کے غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے۔ اور سفیدی بعد سرخی کے ہوتی ہے، سفیدی (کا) (۳) غائب ہونا آج کل قریب نو بجے کے ہے، پس جب کہ مغرب کا وقت ساڑھے سات بجے ہو تو عشاء کا وقت نو بجے کے قریب ہوگا، کیوں کہ آج کل فصل مابین وقت مغرب وعشاء قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے ہے، پس جو (صاحب) (۳) کہتے ہیں کہ وقت عشاء کا نو بجے ہوتا ہے وہ صحیح ہے، ساڑھے آٹھ بجے

(۱) وأوّل وقت المغرب إذا غربت الشمس ، وآخر وقتها ما لم يغب الشفق إلخ ، ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة و عندهما هو الحمرة .

(الهداية: ۸۱:۱-۸۲، کتاب الصلاة، باب المواقيت)

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفر الدین صاحبؒ نے اضافہ کی ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

آج کل عشاء کا موافق مذہب صحیح امام ابوحنیفہ کے نہیں ہوتا، البتہ صاحبین جو سرخی کو شفق فرماتے ہیں، ان کے مذہب کے موافق ساڑھے آٹھ بجے ہوتا ہے، مگر امام صاحب کے اصل مذہب کے موافق نہیں ہوتا، گوروايات امام صاحب سے یہ بھی ہے جو صاحبین کا قول ہے، مگر صحیح قول یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شفق سفیدی ہے جو بعد سرخی کے ہے، اس کے موافق وقت عشاء کا اس وقت ہوتا ہے کہ سفیدی غائب ہو جاوے، اور وہ قریب نو بجے کے یعنی نو بجے سے چار پانچ منٹ پہلے ہے، یہ صحیح کہ مغرب اور عشاء کے وقت کے درمیان کوئی دوسرا وقت نہیں ہے، مگر جب کہ مغرب کا وقت سفیدی کے غائب ہونے تک رہے گا، اور عشاء کا وقت بعد سفیدی کے ہوتا ہے تو پھر کچھ اشکال نہیں رہا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۴/۲)

افطاری کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کچھ تاخیر کرنا جائز ہے

سوال: (۳۱) بہ وقت افطار لوگوں کی لائی ہوئی افطاری کھا کر نماز مغرب ادا کرتے ہیں، ایک شخص اس پر معترض ہے کہ بعد نماز کے کھاؤ، مگر اذان ہوتے ہی صرف چھوہارے سے روزہ افطار (۱) در مختار میں ہے: ووقت المغرب منه (أي الغروب) إلى غروب الشفق، وهو الحمرة عندهما وبه قالت الثلاثة ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح . اور رد المحتار میں ہے: قال في الاختيار: الشفق البياض وهو مذهب الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة رضي الله عنهم .

آگے لکھتے ہیں: قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الإمام هو الأصح . (الدر المختار ورد المحتار: ۲/ ۱۸-۱۷ کتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطی) وأول وقت صلاة المغرب إذ غربت الشمس بالإجماع أيضاً، وآخر وقتها ما لم يغيب الشفق أي الجزء الكائن قبيل غيوبة الشفق من الزمان، وهو أي المراد بالشفق هو البياض الذي في الأفق الكائن بعد الحمرة التي تكون في الأفق عند أبي حنيفة، وقال أي أبو يوسف ومحمد وهو قول الأئمة الثلاثة رواية أسد بن عمرو عن أبي حنيفة أيضاً: المراد بالشفق هو الحمرة نفسها، لا البياض الذي بعدها إلخ، ولا وقت مهمل بينهما فبخرج وقت المغرب يدخل وقت العشاء اتفاقاً. (غنية المستملی، ص: ۲۰۰-۲۰۱، الشرط الخامس)

کر کے فوراً نماز کو کھڑے ہو جاؤ۔ اور وہ شخص ناراض ہو کر جماعت مغرب علیحدہ (ادا) (۱) کرتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۱۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: افطاری کی وجہ سے نماز مغرب میں کچھ (تاخیر) (۲) کرنا جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اطمینان سے روزہ افطار کر کے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہیے، پس جو شخص اس تاخیر معمولی کی وجہ سے ناراض ہوا اور علیحدہ نماز پڑھنے لگا اس نے خطا کی، اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو، اور اس تاخیر کو جو وجہ افطار کرنے روزہ کے ہے خلاف شرع نہ سمجھے (۳) یہ عین حکم شریعت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۴۵)

کسی کے انتظار میں نماز کو مؤخر کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۲) ایک شخص کے مکان کے متصل ایک مسجد ہے، محلہ میں اور بھی بہت سے مسلمان ہیں مگر وہ شخص کہتا ہے کہ امام مسجد کا نماز جماعت اس وقت تک نہ پڑھائے جب تک ہم نہ آویں، اکثر ہوا ہے کہ اس کے انتظار میں وقت مکروہ میں جماعت ہوئی ہے، اب امام اپنے وقت معینہ پر جماعت پڑھا دیا کرتا ہے، یعنی ہر نماز کی اذان کے آدھا گھنٹہ پون گھنٹہ بعد، اور نمازی قریب قریب بیس بیس آدمی حاضر ہو جاتے ہیں، اب وقت کی پابندی امام کو لازم ہے یا اس شخص کا انتظار؟ (۱۴۷۹-۳۵/۱۳۳۶ھ)

الجواب: وقت مستحب پر نماز پڑھنی چاہیے، شخص مذکور کا انتظار نہ کیا جائے؛ لیکن اگر اندیشہ فساد ہو تو فقہاء نے اس کے انتظار کی اجازت دے دی ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۵-۳۶)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (تاخیر) کی جگہ ”دیر“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) وفي القنية: يكره تأخير المغرب عند محمد في رواية عن أبي حنيفة، ولا يكره في رواية الحسن عنه ما لم يغيب الشفق، والأصح أنه يكره إلا من عذر كالسفر والكون على الأكل ونحوهما إلخ، والذي اقتضته الأخبار كراهة التأخير إلى ظهور النجوم وما قبله مسكوت عنه فهو على الإباحة. (غنية المستملي، ص: ۲۰۵، كتاب الصلاة، الشرط الخامس) ظفیر

(۴) رئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً والوقت متسع. (الدّر المختار مع الشامي :

۶۵/۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل باب شروط الصلاة)

نماز کے مقررہ اوقات سے جماعت میں تاخیر کرنا

سوال: (۳۳) مسجد میں نماز کے اوقات مقرر ہیں، اور گھڑی بجنے پر فوراً جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، تو اگر مثلاً کسی مقتدی نے وقت سے کچھ پہلے سنتوں کی نیت باندھی اور فوراً گھڑی بج گئی، تو وہ امام اس کا انتظار کرے یا نہ؟ اگر کرے تو ممکن ہے کہ دوسرا مقتدی بھی نیت باندھ لے، اس طرح تسلسل چلے گا، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۴/۵۸۴)

الجواب: یہ مسئلہ واضح ہے، اور سب کو معلوم ہے کہ نمازوں کے اوقات شرعاً موسع ہیں، ان میں تنگی نہیں ہے، جس وقت بھی وقت مستحب کے اندر نماز پڑھیں صحیح ہے، اور استحباب تاخیر و تعجیل بھی کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے کہ فلاں وقت کی نماز میں تاخیر مستحب ہے اور فلاں وقت میں تعجیل، اس کے بعد اگر انتظاماً کوئی وقت بہ غرض سہولت نمازیان و انتظام جماعت مقرر کر لیا جاوے تو اس میں شرعاً کچھ حرج اور تنگی نہیں ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ جو وقت بغرض انتظام و سہولت نمازیان مقرر کیا جاوے اس کو ایسا حتمی اور لازمی نہ سمجھا جاوے کہ اس میں دو چار منٹ کی تقدیم و تاخیر کسی ضرورت سے بھی نہ کی جاوے، کیوں کہ یہ حکم شرعی نہیں ہے کہ فلاں منٹ اور گھنٹہ پر ضرور جماعت ہو، یہ امر اپنے مصالح اور نظام پر مبنی ہے، لہذا اگر کبھی ایسا ہو کہ کوئی صاحب سنتیں پڑھ رہے ہیں اور ان کی وجہ سے دو چار منٹ کی تاخیر کر دی جاوے تو اس میں کچھ محذور شرعی لازم نہیں آتا اور مقتدیوں کی رعایت شرعاً محمود و پسندیدہ ہے (۱) لیکن نہ ایسی رعایت جس میں زیادہ لوگوں کا حرج ہو، الغرض ایسے امور میں جو شرعاً ہر طرح موسع ہیں، جیسی مصلحت اور مقتضائے انتظام ہو اس کے موافق عمل کیا جاوے، شرعاً ہر طرح گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۵۱-۵۲)

(۱) ينبغي أن يؤذن في أول الوقت، ويقوم في وسطه، حتى يفرغ المتوضى من وضوءه، والمصلّي من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته، كذا في التّارخانيّة. (الفتاوى الهندية: ۱/۵۷، كتاب الصّلاة، الباب الثّاني في الأذان، الفصل الثّاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما) ظفیر

ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اس کا ثبوت

سوال: (۳۴) (مذہب) (۱) امام ابو حنیفہ است کہ (۲) وقت ظہر بجز فی اصلی دو مثل است، ثبوت ایں با حدیث صحیحہ ارقام فرماید۔ (۱۳۳۳-۳۲/۸۶۱ھ)

الجواب: علامہ شامی گفتہ: اَنَّ الأدلّة تكافئ ولم يظهر ضعف دليل الإمام ، بل أدلّته قوية أيضًا كما يعلم من مراجعة المطوّلات وشرح المنية إلخ (۳) أقول: وقد استدللّ شارح المنية لقول الإمام بحديثين صحيحين حيث قال: وله حديث أبي هريرة رضي الله عنه؛ عنه عليه السلام: إذا اشتدّ الحرّ فأبردوا بالصلاة ، فإنّ شدّة الحرّ من فيح جهنّم رواه السّنة، وعن أبي ذر رضي الله عنه قال: كنّا مع النّبي صليّ الله عليه وسلّم في سفر، فأراد المؤدّن أن يؤدّن، فقال له: أبرد، ثمّ أراد أن يؤدّن، فقال له: أبرد (ثمّ أراد أن يؤدّن فقال له أبرد) (۴) حتّى ساوى الظّلّ التّلؤل، فقال النّبيّ صليّ الله عليه وسلّم: إنّ شدّة الحرّ من فيح جهنّم (رواه البخاري) (۵) ثمّ بين وجه الاستدلال بالحديثين فراجعہ (۶) فقط (۵۵-۵۶)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲
(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کہ' کے بعد 'نزدے' تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'نزدے' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۳) ردّ المحتار: ۱۵/۲، کتاب الصّلاة ، مطلب في تعبده عليه الصّلاة و السلام قبل البعثة .

(۴) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۵) غنية المستملي، ص: ۱۹۹، الشرط الخامس .

حدیث أبي هريرة أخرجه البغوي في مشكاة المصابيح، ص: ۶۰، كتاب الصّلاة ، باب تعجيل الصّلاة ، الفصل الأوّل . و حديث أبي ذر أخرجه البخاري في صحيحه: ۸۷-۸۸، كتاب الأذان ، رقم الحديث : ۶۲۰ .

(۶) شارح منیہ لکھتے ہیں: وجه الاستدلال بالحديث الأوّل أنّ شدّة الحرّ في ديارهم إذا كان ظلّ الشّيء مثله ، و بالثاني بأنّه صرّح بأنّ الظّلّ قد ساوى التّلؤل ولا قدر يدرك لفيء الزّوال ذلك الزّمان في ديارهم، فثبت أنّه عليه الصّلاة و السلام صليّ الظّهر حين صار ظلّ الشّيء مثله (غنية المستملي، ص: ۱۹۹، الشرط الخامس)

ترجمہ سوال: (۳۴) امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ ظہر کا وقت سایہٴ اصلی کے علاوہ دو مثل ہے، احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ارقام فرمائیں۔

الجواب: علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ ادلہ برابر ہو گئے اور امام صاحب کے دلیل کا ضعف ظاہر نہیں ہوا، بلکہ ان کے دلائل بھی مضبوط ہیں، جیسا کہ مطولات اور شرح منیہ کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے۔

میں (مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ) کہتا ہوں کہ شارح منیہ نے دو صحیح حدیثوں سے امام صاحب کے قول کو مدلل کیا ہے؛ چنانچہ انہوں نے کہا: اور امام صاحب کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جب گرمی کی شدت ہو نماز کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے پھیلاؤ سے ہے، اس کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے، پس مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے اذان دینے کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: وقت کو ٹھنڈا ہونے دو، پھر مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: وقت کو ٹھنڈا ہونے دو، پھر مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: وقت کو ٹھنڈا ہونے دو، یہاں تک کہ سایہٴ ٹیلوں کے برابر ہو گیا؛ تو نبی ﷺ نے فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے پھیلاؤ سے ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

پھر شارح منیہ نے دونوں حدیثوں سے استدلال کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے، پس اس کو دیکھیں۔

شدید ضرورت کی وجہ سے ظہر کی نماز گیارہ بجے پڑھنا درست نہیں

سوال: (۳۵) ظہر کا ابتدائے وقت کیا ہے؟ اور اگر کوئی شخص بہ وجہ اشد ضرورت گیارہ بجے دن کے نماز پڑھ لے تو کیا نماز ہو جائے گی؟ (۱۹۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ظہر کا ابتدائے وقت زوال آفتاب کے بعد سے ہے، جو آج کل قریب ساڑھے بارہ بجے کے ریلوے ٹائم سے ہوتا ہے، زوال سے پہلے کسی طرح اور کسی وقت اور کسی ضرورت سے

درست نہیں، پس ۱۱ بجے کسی طرح نماز ظہر ادا نہیں ہو سکتی (۱) بعد از وقت تو نماز بہ طریق قضا صحیح ہو جاتی ہے، مگر قبل از وقت جواز کی کوئی صورت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۵-۷۴/۲)

ہمیشہ ایک مثل کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے

سوال: (۳۶) دیدہ و دانستہ نماز ظہر دوسرے مثل میں ہمیشہ ادا کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۲/۳۱۸)
 الجواب: فی الشّامی: فی الطّحطاوی عن الحموی عن الخزّانہ: الوقت المکروہ فی الظّھر أن یدخل فی حدّ الاختلاف، وإذا أخره حتّی صار ظلّ کلّ شیء مثله فقد دخل فی حدّ الاختلاف (۳) پس معلوم ہوا کہ ظہر میں اس قدر تاخیر کرنا کہ حد اختلاف میں داخل ہو جائے، یعنی سایہ ایک مثل ہو جائے تو یہ مکروہ ہے۔ وفيه قبيله: والأحسن ما فی السّراج عن شیخ الإسلام أن الاحتیاط أن لا یؤخر الظّھر إلى المثل إلخ (۴) فقط (۵۰-۴۹/۲)

شوافع کا حنفی امام کو ایک مثل پر عصر کی نماز

پڑھانے پر مجبور کرنا درست نہیں

سوال: (۳۷) یہاں ایک مسجد کے امام جو حنفی ہونے کے مدعی ہیں، نماز عصر دو گنے سایہ کے بعد ادا کرتے ہیں، چونکہ مقتدی اکثر شوافع ہیں وہ چاہتے ہیں کہ عصر کی نماز ایک مثل پر ہو، چنانچہ پیش امام سے درخواست کرتے ہوئے ان کی توجہ صاحبین کے قول کی طرف مبذول کرائی،

(۱) ووقت الظّھر من زوالہ أي میل ذکاء عن کبد السّماء إلى بلوغ الظّل مثلیہ. (الدّر مع

الشّامی: ۱۵/۲، کتاب الصّلاة، مطلب فی تعبّدہ علیہ الصّلاة والسّلام قبل البعثة) ظفیر

(۲) وشرط فی أدائها إلخ دخول لوقت واعتقاد دخوله (الدّر المختار) لوقت أي وقت

المکتوبہ واعتقاد دخوله أو ما يقوم مقام الاعتقاد من غلبة الظّن فلو شرع شا کا فیہ لا

تجزیہ. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱۲۴/۲-۱۲۵، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة) ظفیر

(۳) ردّ المحتار: ۲۳/۲، کتاب الصّلاة، مطلب فی طلوع الشّمس من مغربها.

(۴) ردّ المحتار: ۱۵/۲، کتاب الصّلاة، مطلب فی تعبّدہ علیہ الصّلاة والسّلام قبل البعثة.

مگر آپ نہیں مانتے، آیا مذہب امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ میں عصر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ اور عند الحنفیہ ایک مثل پر عصر کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۸۵ھ)

الجواب: صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر شروع ہو جاتا ہے، اور ایک روایت امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی ہے، اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے، اور درمختار میں کہا کہ یہی ماخوذ بہ ہے اور اسی پر عمل ہے اور مفتی ابہ ہے (۱) لیکن علامہ شامی نے رد المحتار میں نقل فرمایا ہے کہ ظاہر الروایہ امام صاحب سے یہ ہے کہ عصر کا وقت دو مثل پر شروع ہوتا ہے، اور بدائع وغیرہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ قوله: أي بلوغ الظل مثليه إلخ . هذا ظاهر الرواية عن الإمام نهاية ، وهو الصحيح بدائع ومحيط وينايع ، وهو المختار غياثية ، واختاره الإمام المحبوبي ، وعول عليه النسفي وصدر الشريعة إلخ (۲)

الغرض اس میں شک نہیں ہے کہ احوط امام صاحب کا مذہب ہے، اور ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھنے میں شبہ قبل از وقت نماز ہونے کا ہے، اور دو مثل پر باتفاق ائمہ نماز صحیح ہے، اور شوافع کے مذہب میں بھی اس میں کچھ کراہت نہیں ہے، لہذا شوافع کو امام حنفی کو مجبور نہ کرنا چاہیے کہ ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھے، کیوں کہ دو مثل تک تاخیر میں شوافع کے نزدیک بھی کراہت نہیں آتی، اور بہ اتفاق نماز صحیح ہو جاتی ہے، بہ خلاف ایک مثل پر پڑھنے کے کہ اس میں موافق ظاہر الروایہ کے عند الامام الاعظم نماز نہ ہوگی۔ قال في الشامي: والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل ، وأن لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتها بالإجماع إلخ (۲) (الشامي: ۱/۴۴۰) فقط واللہ اعلم (۵۲/۲-۵۳)

(۱) ووقت الظهر من زواله إلخ إلى بلوغ الظل مثليه ، وعنه مثله وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة ، قال الإمام الطحاوي: وبه نأخذ ، وفي غرر الأذكار وهو المأخوذ به ، وفي البرهان : وهو أظهر لبيان جبرئيل وهو نص في الباب ، وفي الفيض وعليه عمل الناس اليوم وبه يفتى . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵/۲، كتاب الصلاة ، مطلب في تعبدہ عليه الصلاة والسلام قبل البعثة)

(۲) رد المحتار: ۱۵/۲، كتاب الصلاة .

عصر کی نماز دو مثل سے پہلے پڑھنا

سوال: (۳۸) کچھ لوگ یہاں پر نماز عصر ایک مثل پر پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اوّل وقت یہی ہے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور بیٹھے رہتے ہیں، اور دیر کر کے علیحدہ جماعت کرتے ہیں، اس صورت میں صحیح کیا بات ہے؟ (۱۳۳۳ھ - ۳۲/۸۹۱)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ نماز عصر دو مثل سے پہلے نہ پڑھیں، حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا یہی مذہب ہے، اور احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ شرح منیہ میں احادیث صحیحہ امام صاحب کے مذہب کی دلیل میں نقل فرمائی ہیں۔ شامی میں ہے: **فیه انّ الأدلّة تکافئ ولّم یظہر ضعف دلیل الإمام ، بل أدلّته قویّة أيضًا کما یعلم من مراجعة المطوّلات وشرح المنیة إلخ (۱)** پس اچھا وہی لوگ کرتے ہیں جو ایک مثل پر عصر نہیں پڑھتے، بلکہ دو مثل کا انتظار کرتے ہیں؛ کیوں کہ عبادات میں احتیاط لازم ہے، ایک مثل پر پڑھنے میں شبہ وقت سے پہلے پڑھنے کا ہے، اور دو مثل پر پڑھنے میں بے شبہ نماز وقت میں ہوتی ہے، پس شبہ میں پڑنا احتیاط کے خلاف ہے، خصوصاً امر عبادات میں؛ اور تاخیر عصر میں متعدد احادیث وارد ہیں، ایک مثل پر پڑھنے میں یہ فضیلت بھی ترک ہوتی ہے، لہذا جو لوگ ایک مثل پر جماعت کرتے ہیں ان کو فہمائش کرنی چاہیے کہ بعد دو مثل کے نماز پڑھا کریں تاکہ اس وقت سب شریک ہو جاویں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۶/۲ - ۵۷)

امام صاحب کے نزدیک عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

سوال: (۳۹) امام اعظمؒ کے نزدیک ایک مثل پر عصر کا وقت ہو جانے کی روایت معتبر اور مفتیٰ بہ ہے یا دو مثل کی؟ یا دونوں فتویٰ دینے اور عمل کرنے میں ایک درجہ کی معتبر اور صحیح ہیں؟ (۱۳۳۹ھ - ۴۲)

(۱) رد المحتار: ۱۵/۲، کتاب الصّلاة، مطلب فی تعبّدہ علیہ الصّلاة والسّلام قبل البعثة .

(۲) قال المشائخ: ینبغي أن لا یصلّی العصر حتّٰی یبلغ المثلین ولا یؤخّر الظّھر إلى أن یبلغ المثل لیخرج من الخلاف فیہما إلخ . (غنیة المستملی، ص: ۱۹۹، الشرط الخامس)

الجواب: حنفیہ کا فتویٰ ہر دو قول پر ہے (۱) لیکن احوط و مثل پر عصر کو پڑھنا ہے، اور اسی پر ہمارے مشائخ کا عمل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۳)

مغرب کی اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہیے؟

سوال: (۲۰) حسب معمول زید نے ایک روز مغرب کی اذان دی، اور بعد اذان جس قدر مسلک حنفیہ میں توقف جائز ہے یعنی اذان کے بعد کی دعاء پڑھ کر تکبیر کہی، اور امام صاحب اذان کے پہلے سے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز کے لیے تیار تھے، بعد تکبیر انہوں نے نماز پڑھائی، مگر امام صاحب کے خادم جو کہ امام صاحب کا کھانا پکاتے ہیں اور بعض اسی قسم کا کام کیا کرتے ہیں؛ بکرو نیز دوسرے مصلی جیسا کہ عام لوگوں کا قاعدہ ہے کہ اذان ہونے کے وقت آکر وضو وغیرہ کرتے ہیں، بعد نماز بکرنے زید سے کہا کہ آپ لوگ ذرا سا بھی نہیں ٹھہرتے، فوراً ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور تکرار بھی کرنے لگے، حالاں کہ زید نے جائز توقف کے بعد تکبیر کہی تھی، تو ان کے جواب میں زید اور ایک مصلی نے کہا چونکہ اس وقت بہت کم وقت رہتا ہے اس لیے نہیں ٹھہرنا چاہیے؛ لیکن وہ ایک عالم کے خادم ہیں؛ انہوں نے کسی کی نہ سنی اور حجت کرتے رہے، سوال یہ ہے کہ مغرب کی اذان و تکبیر کے درمیان میں کچھ تاخیر و فصل کرنا چاہیے یا تعجیل و وصل کرنا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں (مغرب کی) (۲) اذان و تکبیر کے درمیان کوئی نماز کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) و وقت الظہر من زوالہ إلى بلوغ الظل مثليه وعنه مثله وهو قولهما إلخ وبه يفتى (الدّر المختار) وفي الشّامي: هذا ظاهر الرواية عن الإمام ، نهاية . وهو الصحيح ، بدائع ومحيط وينايع ، وهو المختار ، غياثية . واختاره الإمام المحبوبي إلخ ، وفي رواية عنه أيضاً أنه بالمثل يخرج وقت الظّهر ولا يدخل وقت العصر إلا بالمثلين ذكرها الزّيلعي وغيره إلخ . (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱۵/۲، كتاب الصّلاة ، مطلب في تعبده عليه الصّلاة والسّلام قبل البعثة) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: أقول وبالله التوفيق : قال في الدر المختار: وكره نفل وقبل صلاة مغرب لكرهية تأخيرها إلا يسيراً إلخ (۱) وفيه أيضاً: ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعيًا لوقت الندب إلا في المغرب ، فيسكت قائماً قدر ثلاث آيات قصار ، ويكره الوصل إجماعاً إلخ (الدر) وفي الشامي: ويستحب التحول للإقامة إلى غير موضع الأذان وهو متفق عليه (۲) وأيضاً في الشامي: قوله: (وقبل صلاة مغرب) عليه أكثر أهل العلم منهم أصحابنا ومالك وأحد الوجهين عن الشافعي ، لما ثبت في الصحيحين وغيرهما مما يفيد أنه صلى الله عليه وسلم كان يواظب على صلاة المغرب بأصحابه عقب الغروب ، ولقول ابن عمر رضي الله عنهما ، ما رآيت أحداً على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليهما رواه أبو داود ، وسكت عنه ، والمنذري في مختصره وإسناده حسن ، وروى محمد بن أبي حنيفة عن حماد أنه سأل إبراهيم النخعي عن الصلاة قبل المغرب ، قال: فنهى عنها ، وقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبا بكر وعمر لم يكونوا يصلونها ، وقال القاضي أبو بكر بن العربي : اختلف الصحابة في ذلك ، ولم يفعله أحد بعدهم ، فهذا يعارض ما روى من فعل الصحابة ومن أمره صلى الله عليه وسلم بصلاتهما ، لأنه إذا اتفق الناس على ترك العمل بالحديث المرفوع لا يجوز العمل به ، لأنه دليل ضعفه على ما عرف في موضعه ، ولو كان ذلك مشتهراً بين الصحابة ، لما خفى على ابن عمر ، أو يحمل ذلك على أنه كان قبل الأمر بتعجيل المغرب ، وتمامه في شرح المنية وغيرهما إلخ (۳) ان روایات کتب فقہ سے معلوم ہوا (کہ مغرب کی اذان و تکبیر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے، اور نیز معلوم ہوا) (۴) کہ جس قدر وقفہ اذان کے بعد

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۳/۲-۳۵، کتاب الصلاة، قبل مطلب في تكرار الجماعة والافتداء بالمخالف .

(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۵۲/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل مطلب في أذان الجوق

(۳) رد المحتار: ۳۵/۲، کتاب الصلاة، قبيل مطلب في تكرار الجماعة والافتداء بالمخالف

(۴) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین نے بڑھائی ہے۔ ۱۲

دعائے ماثورہ پڑھنے اور تحویل من موضع الاذان الی موضع الإقامة میں ہوتا ہے وہ کافی ہے، اور وصل مکروہ کو رافع ہے اور ظاہر ہے کہ تین آیات قصار نصف منٹ سے بھی کم میں پڑھ سکتے ہیں، الغرض عبارات مذکورہ سے جملہ امور مستفسرہ کا جواب واضح ہو گیا۔ فقط (۳۷/۲-۳۹)

عشاء کی اذان سے کتنی دیر بعد جماعت ہونی چاہیے؟

سوال: (۴۱) عشاء کی اذان سے کتنی دیر بعد جماعت ہونی چاہیے؟ (۱۵۲۸/۱۳۳۲ھ)

الجواب: عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے، اور اذان کے بعد کچھ تحدید نہیں ہے کہ کتنی دیر کے بعد نماز پڑھیں، بلکہ جب نمازی جمع ہو جائیں جماعت کر لی جائے، یا جو وقت سہولت نمازیان کی غرض سے معین کر دیا جائے، مثلاً آج کل آٹھ بجے یا ساڑھے آٹھ بجے یا نو بجے یا کچھ کم و بیش جماعت کر لی جائے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰/۲)

مغرب و عشاء کی اذان کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

سوال: (۴۲) آج کل رمضان المبارک میں اکثر لوگ نماز عشاء میں بہت جلدی کرتے ہیں عام طور سے ساڑھے آٹھ بجے ریلوے گھڑی سے کہ شفق سرخ غائب نہیں ہوتی، اذان کہہ کر ۹ بجے سے قبل نماز پڑھ لیتے ہیں، دریافت طلب یہ امور ہیں:

کیا عشاء کی اذان قبل از وقت جائز ہے؟

مغرب و عشاء کی اذان کے درمیان کم از کم انتہائی مع احتیاط ضروری کتنا فاصلہ ہونا چاہیے

مذہب حنفیہ میں؟

جس گھڑی میں مغرب کی اذان ساڑھے سات بجے ہوتی ہو عشاء کی اذان کس وقت ہونی

چاہیے؟ (۱۶۰۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) و یجلس بینہما (أي بين الأذان والإقامة) بقدر ما يحضر الملازمون مراعيًا لوقت الندب
إلا في المغرب فيسكت قائمًا قدر ثلاثة آيات قصار ويكره الوصل إجماعًا. (الدر المختار
مع الشامی: ۵۲/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، قبیل مطلب في أذان الجوق)

الجواب: ۲۰۱۹ء جون کو مثلاً غروب آفتاب ۷ بج کر ۲۷ منٹ پر ہے اور وقت عشاء موافق قول امام ابوحنیفہؒ ۹ بج کر ۴ منٹ پر ہے، پس تفاوت مابین غروب آفتاب و غروب شفق ابیض یعنی وقت عشاء امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ کا ہے، تاریخہائے مذکورہ پر ۹ بجے سے قبل اذان و نماز موافق قول امام ابوحنیفہؒ درست نہیں ہے، البتہ صاحبین کے قول کے موافق صحیح ہے، اور یہ ایک قول امام صاحب کا بھی لکھا ہے، مگر شامی میں کہا کہ احتیاط یہ ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے، اور شفق ابیض کے غروب سے پہلے عشاء کی نماز نہ پڑھی جائے (۱) اور عشاء کی اذان کسی کے نزدیک قبل از وقت صحیح نہیں ہے (۲) انتہائے وقت تاریخہائے مذکورہ میں تقریباً پونے نو بجے ریلوے ٹائم سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۳۹-۴۰)

سوال: (۴۳) عشاء کا وقت کتنی دیر کے بعد ہوتا ہے؟ اور فقہ کی کونسی کتاب میں اس کا تخمینہ وقت حنیفوں کے موافق لکھا ہوا ہے کہ مثلاً ڈیڑھ گھنٹہ میں آتا ہے؟ بعض لوگ اتنی تاخیر کا انکار کرتے ہیں۔ (۳۳/۳۹۵-۱۳۳۲ھ)

الجواب: کتب فقہ میں اسی قدر لکھتے ہیں کہ شفق ابیض کے غائب ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشاء کا وقت ہوتا ہے (۳) گھنٹہ اور گھڑی کا حساب کتب فقہ میں نہیں ہے، یہ امر مشاہدہ کے متعلق ہے کہ غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر کے بعد سفیدی شفق کی غائب ہوتی ہے، تو اس کی مقدار اہل تجربہ کے لکھنے کے موافق اس ماہ دسمبر و جنوری و فروری میں قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے ہیں،

(۱) فثبت أن قول الإمام هو الأصح ومشى عليه في البحر. (رد المحتار: ۲/۱۷، کتاب الصلّاة مطلب في الصلّاة الوسطی)

(۲) فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة، خلافاً للثاني في الفجر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۶، کتاب الصلّاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلّاة)

(۳) وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق وآخر وقتها ما لم يطلع الفجر. ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة. (الهداية: ۱/۸۲، کتاب الصلّاة، باب المواقيت) ظفیر

گرمیوں میں بعض اوقات ڈیڑھ گھنٹہ سے دو چار منٹ زائد ہو جاتے ہیں اور بعض موسم میں کم ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۳/۲-۶۴)

سوال: (۴۴) کوہ نینی تال میں مغرب کا وقت مدراس ٹائم سے سات بج کر بیس منٹ پر ہوتا ہے، تو اب اس اعتبار سے عشاء کا وقت کئی بجے ہوگا، دو تر و سحر کا انتہائی وقت کیا ہوگا؟ (۱۵۳۵/۳۵-۱۵۳۶/۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر غروب آفتاب ۷ بج کر بیس منٹ پر ہے تو وقت عشاء ۸ بج کر ۵۴ منٹ پر ہے، اور طلوع آفتاب اگر پانچ بج کر ۲۲ یا ۲۳ منٹ پر ہے تو صبح صادق ۳ بج کر اڑتالیس، انچاس منٹ پر ہے، یہی انتہائی سحری کا وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۶/۲)

عشاء کا مستحب وقت

سوال: (۴۵) عشاء کی نماز کا بہتر وقت کون ہے؟ جس میں عوام کو تکلیف نہ ہو؟ (۹۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عشاء کی نماز ایک ثلث شب ہونے پر مستحب ہے، اور اگر بہ ضرورت کچھ پہلے پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۱/۲)

آسمان ابر آلود ہو تو نمازوں کے اوقات کس طرح متعین کیے جائیں؟

سوال: (۴۶) موسم برسات میں اکثر دیہاتوں میں ایسا واقعہ پیش آیا کرتا ہے کہ کئی کئی دن آفتاب نہیں نکلتا، اور نہ کوئی گھڑی گھنٹہ ہوتا ہے جس سے نماز کے وقتوں کی شناخت ہو، ایسی حالت میں گاؤں والوں کو ظہر و عصر کا وقت معلوم کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، پس شرعاً جب ابر محیط ہو تو کس طرح یہ دونوں نمازیں پڑھی جائیں؟ اور مثلاً کوئی نماز ادا کی گئی اور بعد کو آفتاب نکل آیا جس سے معلوم ہوا کہ نماز جو تحری سے پڑھی گئی تھی بے وقت تھی، اس کا لوٹنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۲۱۰۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسی حالت میں اندازہ اور تخمینہ کیا جائے، اور اسی کے موافق نماز پڑھی جائے،

(۱) ويستحب..... تأخير العشاء إلى ثلث الليل إلخ ، ويعجل العشاء كيلا يمنع مطر أو ثلج عن الجماعة ، هكذا في محيط السرخسي ، هذا في الأزمنة كلها . (الفتاوى الهندية: ۵۲/۱، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات) ظفیر

اگر خطا ظاہر نہ ہوئی تو وہی نمازیں ہو گئیں اور اگر خطا ظاہر ہوئی تو اعادہ کر لینا چاہیے (۱) فقط (۴۱/۲-۴۲)

موسم برسات میں نماز میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ وقت مکروہ آ جاوے

سوال: (۴۷) نماز پنج گانہ فرض کا وقت مستحب ایام بارش میں گھڑی کے حساب سے کتنے

بجے ہو جاتا ہے؟ (۲۵۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اوقات نماز میں شرعاً وسعت بہت ہے، اس لیے گھنٹہ و گھڑی سے کوئی خاص وقت معین کرنا ضروری نہیں ہے، اور نہ شرعاً کوئی خاص وقت مقرر ہے کہ اس قدر گھنٹہ اور منٹ ہونے پر فلاں نماز پڑھی جاوے، شرعاً (صرف) (۲) یہ حکم ہے کہ اس قدر تاخیر نہ ہو کہ وقت مکروہ آ جاوے، اور وقت مستحب کا خیال رکھا جاوے، مثلاً ظہر کی نماز ایک بجے سے تین بجے تک جس وقت اجتماع نمازیان ہو جاوے پڑھ سکتے ہیں، لیکن بہتر تاخیر ہے، مثلاً آج کل موسم برسات میں دواڑھائی بجے یا کچھ بعد پڑھ لی جائے تو بہتر ہے، اور عصر کی نماز ۵ بجے سے ۶ بجے تک کے درمیان میں پڑھیں، اور صبح کی نماز سواپانچ بجے یا ساڑھے پانچ بجے تک پڑھیں تو کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ طلوع آفتاب آج کل چھ بجے کے قریب ہے، ساڑھے پانچ بجے بھی آدھ گھنٹہ باقی رہتا ہے (اور سواپانچ بجے پڑھنے میں تو خوب گنجائش ہے، طوال مفصل ترتیل کے ساتھ) (۳) پڑھ سکتے ہیں، اور ضرورت ہو

(۱) وَإِذَا كَانَ الْيَوْمُ يَوْمَ غَيْمٍ فَالْمُسْتَحَبُّ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ وَالْمَغْرِبِ تَأْخِيرُهَا يَعْنِي بِالتَّأْخِيرِ عَدَمُ التَّعْجِيلِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ ؛ لِأَنَّ التَّأْخِيرَ الشَّدِيدَ الَّذِي يَشْكُ بِسَبَبِهِ فِي بَقَاءِ الْوَقْتِ وَ ذَلِكَ لِأَنَّ التَّعْجِيلَ فِي الْفَجْرِ يُؤَدِّي إِلَى تَقْلِيلِ الْجَمَاعَةِ بِسَبَبِ الظُّلْمَةِ ، وَ رُبَّمَا تَقَعُ قَبْلَ الْوَقْتِ ، وَ كَذَا فِي الظُّهْرِ وَالْمَغْرِبِ لَا يُؤْمَنُ بِالتَّعْجِيلِ مِنْ وَقْعِهِمَا قَبْلَ الزَّوَالِ وَالْغُرُوبِ ، قَالَ فِي الْمَحِيطِ : الْمُرَادُ مِنْ تَأْخِيرِ الْمَغْرِبِ قَدْرُ مَا يَحْصُلُ التَّيَقُّنُ بِالْغُرُوبِ .

(غنية المستملي، ص: ۲۰۶، الشرط الخامس)

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

تو اعادہ بھی کر سکتے ہیں (۱) الغرض جس قدر صبح کی نماز میں اسفار ہو بہتر ہے۔ قال علیہ الصّلاة والسلام : أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴/۲)

صبح کی نماز میں اسفار مستحب ہے

سوال: (۴۸)..... (الف) ایک شخص صبح کی نماز صبح صادق سے طلوع آفتاب تک جو وقت ہے اس کا نصف گزرنے پر نماز پڑھتا ہے، اور نماز میں کم سے کم چالیس آیات یا اس سے زیادہ پڑھتا ہے ایک دوسرا شخص با وضو سنت پڑھ کر بیٹھا رہتا ہے، اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا، جب یہ سلام پھیرتا ہے وہ دوسری جماعت کرتا ہے، آیا ان دونوں میں کس کا عمل امام اعظمؒ کے موافق ہے؟

(ب) اگر کوئی شافعی مذہب اذان ہوتے ہی اول وقت جماعت (کو) (۳) کھڑا ہو جاوے، تو حنفی کو اس جماعت میں شرکت لازم ہے یا نہیں؟

(ج) جو شخص نفسانی خواہش سے آخر وقت دوسری جماعت کرے آیا وہ آیات ذیل کے تحت میں آتا ہے (یا نہ)؟ (۴) ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ الْآيَةَ﴾ (سورۃ نساء، آیت: ۱۴) ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ الْآيَةَ﴾ (سورۃ مائدہ، آیت: ۴۵) (۱۶۳/۱-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف - ج) امام اعظمؒ کے مذہب میں صبح کی نماز میں اسفار مستحب ہے، حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید اور حکم فرمایا ہے، أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر (۵) اس کے موافق آفتاب طلوع ہونے سے آدھ گھنٹہ پیشتر صبح کی جماعت شروع کرنا بھی کافی ہے،

(۱) یہ اوقات دیوبند کے ہیں، یہاں سے دور دراز مقامات میں کافی فرق ہوتا ہے، اس کا لحاظ ہر حال میں ملحوظ رہنا ضروری ہے۔ ظفیرؒ

(۲) عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أسفروا بالفجر الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۱، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الثالث)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (کو) کی جگہ ”کے لیے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۵) مشكاة المصابيح، ص: ۶۱، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الثالث .

جلدی کرنا صبح کی نماز میں اول تو خلاف ہے امام اعظمؒ کے مذہب کے، جب اس کی وجہ سے باہم نمازیوں میں تفرقہ ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمانان عدم شرکت جماعت اولیٰ و جماعت ثانیہ کرنے کی وجہ سے کراہت کے مرتکب ہوں، پس ایسا امر کیوں کیا جاوے جو خلاف مذہب بھی ہو اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو؟!

اور جس مسجد کے نمازی حنفی ہوں تو کیا ضروری ہے کہ وہاں شافعی مذہب یا غیر مقلد کو امام بنایا جاوے جو خلاف مذہب حنفیہ عمل کرتا ہو۔ جماعت ثانی عند الحنفیہ بالضرور مکروہ ہے، لیکن اگر اہل محلہ نمازی اس مسجد کے حنفی ہیں تو ان کے خلاف شافعی یا غیر مقلد کو جلدی نہ کرنی چاہیے اور یہ آیات جو سائل نے سوال نمبر: (ج) میں درج کی ہیں کفار معاندین اسلام کے بارے میں ہیں، مسلمانوں کو ان آیات کا مصداق بتانا اور سمجھنا خود گمراہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۳-۶۲/۲)

سوال: (۴۹) ایک شخص نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی، ایک مولوی نے کہا کہ نماز چاند نے میں پڑھنا اچھا ہے، اور دلیل میں یہ آیت بیان کی: ﴿فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ﴾ اس آیت سے کیا مراد ہے؟ (۱۳۳۲-۳۳/۸۹۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے: أَسْفَرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ (الحديث) (۱) یعنی صبح کی نماز روشنی کر کے پڑھو کہ اس میں ثواب زیادہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے کہ صبح کی نماز چاند نے میں پڑھنا افضل ہے، اور آیت: ﴿فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ﴾ (سورہ طور، آیت: ۴۹) میں بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ صبح کی سنتیں مراد ہیں، اور ضحاک کہتے ہیں کہ صبح کے فرض مراد ہیں، معالم التنزیل (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۵/۲)

سوال: (۵۰) صبح کی نماز کے بعد کتنا وقت رہنا چاہیے؟ (۱۳۳۹/۶۹۸ھ)

(۱) مشکاة المصابیح، ص: ۶۱، کتاب الصلوة، باب تعجيل الصلوة، الفصل الثالث.

(۲) ﴿فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ﴾ یعنی الرکعتین قبل صلاة الفجر، و ذلك حين تدبر النجوم أي تغيب بضوء الصبح، هذا قول أكثر المفسرين، وقال الضحاک: هو فريضة صلاة الصبح (معالم التنزیل، ۸۵۴، تفسیر سورة طور، الآية: ۴۹)

الجواب: امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ صبح کی نماز میں اسفار مستحب ہے (۱) یعنی تاخیر کرنی چاہیے، اس قدر کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد اتنا وقت طلوع آفتاب تک باقی رہے کہ اگر امام وغیرہ کا بے وضو ہونا ظاہر ہو یا کسی وجہ سے نماز کی اعادہ کی ضرورت ہو تو آفتاب کے طلوع سے پہلے پہلے پھر نماز کا اعادہ ہو سکے، پس پندرہ بیس منٹ باقی رہنا طلوع آفتاب میں بعد نماز کے کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳-۲۴)

سوال: (۵۱) اگر صبح ۴ بجے ہو تو جماعت صبح کا وقت اصلی کون سا ہوگا؟ (۲۱/۱۳۳۱ھ)

الجواب: اگر صبح صادق ۴ بجے مثلاً ہوتی ہو تو نماز فجر پانچ سوا پانچ بجے تک بلکہ اس کے بھی بعد تک پڑھ سکتے ہیں، غرض یہ کہ طلوع آفتاب سے دس پندرہ منٹ پہلے فارغ ہو جانا چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۷-۲۸)

موسم سرما میں صبح کی جماعت کب ہونی چاہیے؟

سوال: (۵۲) سردی کے موسم میں جب کہ طلوع آفتاب سات بج کر پندرہ منٹ پر ہوتا ہے جماعت فجر کتنے بجے ہونی چاہیے؟ گھڑی گھنٹے کے حساب سے تحریر فرمائیے۔ (۲۹/۳۵۲-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جماعت فجر طلوع آفتاب سے آدھ گھنٹہ پہلے ہو جاوے تو یہ اچھا ہے اور اسفار خوب ہو جاتا ہے، مثلاً آج کل کہ طلوع آفتاب قریب سوا سات بجے کے ہوتا ہے، اگر پونے سات بجے جماعت فجر کر لی جاوے تو عمدہ ہے باقی وقت فجر کا صبح صادق ہونے سے آفتاب کے نکلنے سے پہلے پہلے ہے، جب تک گنجائش نماز اور جماعت کی رہے تاخیر کرنا درست ہے، اور اس درمیان میں جس

(۱) والمستحب للرجل الابتداء في الفجر يا سفار، والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية، ثم يعيده بطهارة لو فسد. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها) ظفیر

(۲) وقت صلاة الفجر إلخ من أول طلوع الفجر الثاني إلخ إلى قبيل طلوع ذكاء إلخ. (الدر المختار: ۲/۱۲-۱۳، كتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ علیہ الصلاة والسلام قبل البعثة) ظفیر

وقت نماز پڑھ لے اچھا ہے، مگر (بہتر) (۱) امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اسفار یعنی خوب روشنی ہو جاوے (جب نماز جماعت پڑھے) (۲) کوئی تحدید خاص گھنٹہ منٹ سے کرنا ضروری نہیں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۶/۲)

موسموں کے اختلاف سے اوقات نماز مختلف ہوتے رہتے ہیں

سوال: (۵۳)..... (الف) اگر سورج ابر میں پوشیدہ ہو جس سے مثلین کا پتہ نہ چل سکے اور گھڑیوں کا اختلاف ظاہر ہے، تو عصر کی نماز کس اندازہ پر پڑھنی چاہیے؟
(ب) مغرب اور عصر کے درمیان مفتی بہ متفقہ کس قدر فاصلہ ہے؟
(ج) اگر عصر کی نماز مغرب سے پورے دو گھنٹہ پہلے پڑھی گئی تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۱۲۵ھ)

الجواب: (الف-ج) موسموں کے اختلاف سے اوقات بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں، اب جب کہ دن بہت بڑا ہے تو مغرب سے دو گھنٹہ قبل بھی عصر کا وقت ہے یعنی دو مثل سایہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس ماہ جولائی میں پانچ بج کر ۲۳ منٹ پر دو مثل سایہ ہوتا ہے اور غروب ۷ بج کر ۲۸ منٹ پر یا ۲۹ منٹ پر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آج کل فاصلہ ما بین المثلین وما بین المغرب دو گھنٹہ سے کچھ زیادہ ہے۔ اسی طرح مئی اور جون میں بھی قریب قریب دو گھنٹہ کا فاصلہ رہا ہے، اور گھڑیوں میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ ظاہر ہے کہ دو چار منٹ کا ہوتا ہے، پس ابر میں احتیاط کرنی چاہیے، اور مثلاً

(۱) قوسین کے درمیان والالفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے بڑھائی ہے۔ ۱۲

(۳) فی الدر المختار: والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار (الدر المختار) وقال في رد المحتار: أي في وقت ظهور النور وانكشاف الظلمة: سمي به لأنه يسفر أي يكشف عن الأشياء والحاصل ان حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر وإعادة الصلاة على الحالة الأولى قبل طلوع الشمس .

(الدر المختار والشامي: ۲/۲۳، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها) ظفیرؒ

نقشہ میں ۵ بج کر ۲۳ منٹ پر مثلین کا وقت ہے، یعنی وقت عصر ہوتا ہے، تو اس میں احتیاط کی جائے کہ ساڑھے پانچ بجے یا اس کے بعد پونے چھ بجے (اور چھ بجے) (۱) تک نماز عصر پڑھ لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰/۲-۵۱)

عشاء سے پہلے سونا اچھا نہیں

سوال: (۵۴) نماز مغرب کی پڑھ کر سورہا، اور عشاء کے وقت جگا، تو نماز عشاء میں تو کچھ خلل نہ ہوگا؟ (۵۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نماز عشا میں کچھ نقصان نہ ہوگا، لیکن عشاء سے پہلے سونا اچھا نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲)

نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے

سوال: (۵۵) عشاء کی نماز ایک شخص صبح کو دو یا تین بجے نیند کر کے ادا کرتا ہے یہ شرعاً کیسا ہے؟ (۷۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو مکروہ سمجھتے تھے (۳) اور کتب فقہ میں تصریح ہے، کہ نصف شب کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے،

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قال في البرهان: ويكره النوم قبلها والحديث بعدها لنهي النبي صلى الله عليه وسلم عنهما إلخ، وقال الطحاوي: إنما كره النوم قبلها لمن خشي عليه فوت وقتها أو فوت الجماعة فيها. وأما من وكل نفسه إلى من يوقظه فيباح له النوم. (رد المحتار: ۲/۲۵، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها) ظفر

(۳) عن سيّار بن سلامة قال: دخلت أنا وأبي على أبي برزة الأسلمي، فقال له أبي: كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلّي المكتوبة؟ فقال: كان يكره النوم قبلها والحديث بعدها الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۰، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة الفصل الأول)

پس یہ طریق اس شخص کا اچھا نہیں ہے، بلکہ اس کی عادت کر لینا مکروہ و ممنوع ہے، اور سونے سے (اٹھ کر نماز کے لیے غسل کی ضرورت نہیں ہے صرف وضو کافی ہے (۱) اور (۲) بہتر یہ ہے کہ نماز عشاء سونے سے پہلے ادا کر لیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۱/۲)

جہاں ۱۸ گھنٹے کا دن ہوتا ہے وہاں نمازیں کس طرح پڑھی جائیں؟

سوال: (۵۶) جس جگہ تین بجے دن نکلے اور نو بجے دن چھپے یعنی لندن میں ایسا وقت ہے تو اس حساب سے ۱۸/ گھنٹہ کا دن اور ۶/ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے تو نماز مغرب بعد غروب ہی پڑھے یا کہ بارہ گھنٹہ کے حساب سے پڑھی جاوے اور اسی طرح عشاء کی نماز کس طرح پر؟ اور کس وقت پڑھی جاوے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: نماز مغرب بعد غروب کے پڑھے، اسی طرح سب نمازیں وہاں کے حساب سے پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ (۴۴/۲)

رمضان المبارک میں فجر کی نماز غلغل میں پڑھنا

سوال: (۵۷) رمضان شریف میں فجر کی نماز سحری کے بعد ذرا سویرے پڑھی جاوے تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹ھ/۱۹۸۹ء)

الجواب: کچھ حرج نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۵/۲)

(۱) سوال میں اس کا ذکر نہیں ہے، شاید ناقل نے سوال کو مختصر کر کے نقل کیا ہے۔ ۱۲ محمد امین

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) وقت صلاة الفجر إلخ من أول طلوع الفجر الثاني إلخ إلى قبيل طلوع ذكاء .

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۲/۲-۱۴، کتاب الصلاة)

عن قتادة عن أنس رضي الله عنهما أن نبي الله صلى الله عليه وسلم وزيد بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورهما، قام نبي الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة، فصلّى، قلنا لأنس: كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما في الصلاة؟ قال: قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية، رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۰، کتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الأول) ظفیر

بہت لمبی سورت مغرب کی نماز میں پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: (۵۸) امام بہ وقت مغرب نماز میں لمبی سورت کہ جس سے وقت تنگ ہو جاوے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۷۳۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: غروب سے شفق ابیض کے غائب ہونے تک امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقت مغرب کا رہتا ہے، جس کی مقدار تقریباً سوا گھنٹہ یا کچھ منٹ زیادہ ہے (۱) اور صاحبینؒ کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے تک وقت مغرب کا رہتا ہے (۲) جو پہلی مقدار سے کم ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر قرآن شریف تک سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے، پس بہت لمبی سورت مغرب میں پڑھنا اچھا نہیں ہے، اور خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۵۷)

حنفی و شافعی دونوں مقتدی ہوں تو اوقات میں کس کی رعایت کی جائے؟

سوال: (۵۹) فی بلدة کثیر الأحناف ودونهم الشوافع، وإمام أهل المذهبین حنفي ففي هذه الصورة هل يعین وقت الظہر وانتهائه؟ وشروع وقت العصر علی مذهب الحنفي أو علی مذهب الشافعي وكيف الفتوى؟ (۹۷۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وفي المسئلة المذكورة ينبغي أن يراعى الإمام في أوقات الصلاة مذهب الإمام الأعظم رحمه الله، فإن الاحتياط في صلاة الظهر والعصر في مذهبه رحمه الله كما في رد المحتار: ”والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام: أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتها بالاجتماع إلخ“ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۵۴)

(۱) ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة وعندهما هو الحمرة. (الهداية: ۱/۸۲، كتاب الصلاة، باب المواقيت) ظفر

(۲) ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۷، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطى)

(۳) رد المحتار: ۲/۱۵، كتاب الصلاة، مطلب في تعبدہ عليه الصلاة والسلام قبل البعثة.

ترجمہ سوال: (۵۹) ایسے شہر میں جہاں اکثر لوگ حنفی ہیں اور کچھ لوگ شافعی ہیں، اور دونوں مذہب والوں کا امام حنفی ہے؛ تو کیا ایسی صورت میں ظہر کا اوّل و آخری وقت اور عصر کا اوّل وقت مذہب حنفی کے اعتبار سے طے کیا جائے گا یا مذہب شافعی کے اعتبار سے؟ اور فتویٰ کس پر دیا جائے گا؟

الجواب: مذکورہ مسئلہ میں امام کو چاہیے کہ نماز کے اوقات میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب کا لحاظ رکھے، کیوں کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام صاحب کے مذہب میں ہی احتیاط ہے؛ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: ”اور زیادہ عمدہ وہ بات ہے جو السراج الوہاج‘ میں شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل تک مؤخر نہ کرے، اور عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک مثلین تک سایہ نہ پہنچے تا کہ دونوں نمازوں کو اپنے وقتوں پر بالا جماع ادا کرنے والا ہو۔“

وقت ظہر کی تحقیق

سوال: (۶۰) جناب کا جواب ملفوف آیا، مگر جواب کافی نہ ہونے سے خلجان قائم رہا، بندہ نے دریافت کیا تھا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرویہ موطاً امام (مالک) (۱) علیہ الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا كان ظلك مثلك (۲) بصراحة النص مثبت الی المثلین وقت ظہر ہے یا نہیں؟

آپ نے ’ایضاح الادلہ‘ کے حوالہ پر موقوف کر دیا، لہذا ایضاح الادلہ میں دیکھا تو حدیث مذکور کی دلالت مفہوم نص یعنی دلالت النص بقاء وقت ظہر بعد مثل پر بتائی گئی ہے؛ چنانچہ عبارت بہ جنسہ یہ ہے:

ص: ۱۳۳، صلی اللہ علیہ وسلم إذا كان ظلك مثلك جس سے بہ شرط انصاف یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ بعد مثل بھی وقت ظہر باقی رہتا ہے انتہی (۳)۔

ص: ۱۳۴، مگر تحدید وقت ظہر مثلین تک حدیث مذکور سے نہیں نکلتی (۴)۔

(۱) سوال و جواب میں قوسین والے الفاظ کی رجسٹر فتاویٰ اور اصل مراجع سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) الموطأ للإمام مالك، ص: ۳، وقوت الصلاة .

(۳) ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ، ص: ۲۷۷، بحث: ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اوّل وقت، مطبوعہ: شیخ الہند

اکیڈمی دارالعلوم دیوبند۔

(۴) ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ، ص: ۲۷۹، بحث: ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اوّل وقت۔

ص: ۱۳۸، صلاۃ ظہر اس کا وقت یقینی گواہیک مثل تک ہے لیکن اگر کسی ضرورت یا غفلت کی وجہ سے کسی کو صلاۃ مذکور کا وقت یقینی میں ادا کرنے کا اتفاق نہ ہوا تو اب یہی چاہیے کہ مابین المثلین (ہی میں) اس کو ادا کر لے، کیوں کہ یہ وقت گو وقت محتمل ہے، تاہم اور اوقات سے تو عمدہ ہے (۱)۔

ص: ۱۴۶، یہ مطلب نہیں کہ وقت مذکور بالیقین وقت ظہر میں داخل ہے، اور جیسا بقائے وقت ظہر مثل تک یقینی ہے بعینہ ایسا ہی مثلین تک وقت ظہر باقی رہتا ہے، بلکہ وقت ظہر یقینی تو مثل تک ہے (۱)۔

ص: ۱۴۷، ہم نہیں کہتے کہ یہ مذہب ٹھیک نہیں ہم تو خود اس قول کی صحت کے مقرر ہیں (۱)۔
ص: ۱۴۷، روایت حضرت ابو ہریرہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہما وغیرہ احادیث متعددہ سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ وقت ظہر میں زیادتی کی گئی (۲)۔

اور نیز مولانا مدظلہ درس تقریر ترمذی (۳) منقولہ مولوی اصغر حسین میں فرماتے ہیں: ان احادیث سے صراحۃً نہیں نکلتا، بہ خلاف حدیث جبریل کے کہ وہ مصرح ہے، لہذا عمدہ یہ ہے کہ وقت ایک ہی مثل تک ہے۔

اور نیز مولانا تھانوی علیہ الرحمہ الاقتصاد، ص: ۱۷ میں فرماتے ہیں: اس (حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ) سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے (۴)۔

اور حضرت (مولانا) گنگوہی قدس سرہ مکاتیب رشیدیہ، ص: ۲۲ میں بہ نام مولوی صدیق احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں: (وقت) مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے، (روایات) حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے، دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں (۵)۔

(۱) ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ، ص: ۲۹۶، بحث: ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اوّل وقت۔

(۲) ایضاح الادلہ مع حاشیہ جدیدہ، ص: ۲۹۷، بحث: ظہر کا آخری وقت اور عصر کا اوّل وقت۔

(۳) یہ تقریر ابھی نہیں چھپی۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۴) الاقتصاد في بحث التقليد والاجتهاد، ص: ۴۶، مسئلہ مثلین، مطبوعہ: مطبع آزاد پریس، دہلی۔

(۵) مکاتیب رشیدیہ، ص: ۲۲-۲۳، مکتوب نمبر: ۱۹، مطبوعہ: عزیز المطابع، میرٹھ۔

اور فتاویٰ رشیدیہ، جلد سوم، ص: ۹۴ میں: الجواب: اس عبارت بستان محدثین اور تفسیر مظہری سے قطعاً اور نفی صراحۃً مثلین (معلوم) ہوتی ہے، لہذا مذہب مثلین مرجوح ہے، اور ایک مثل قوی، اور معمول بہ اکثر فقہاء ہے (۱)۔

اور نیز نواب قطب الدین خاں صاحب مرحوم 'تنویر الحق' میں تحت حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا وقت ظہر کا دو مثل تک دلالت انتہی (۲)۔

اور مولوی ارشاد حسین صاحب (مرحوم) رام پوری 'انصار الحق' میں فرماتے (ہیں): اور اس کلام حضرت ثناء اللہ پانی پتی کے: وأما آخر وقت الظہر فلم یوجد فی حدیث صحیح ولا ضعیف أنه یبقی بعد (مصر) ظلّ کلّ شیء مثله، ولذا خالف أبا حنیفة فی هذه المسئلة صاحباه وافقا لجمهور انتہی اگر یہ معنی ہیں کہ صراحۃً یہ لفظ کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر باقی رہتا ہے، تو مسلم ہے، اور ہم کو مضرب نہیں، اس لیے کہ صراحۃً مذکور ہونا واسطے ثبوت کے نہ ضروری ہے اور نہ ہمارا مدعا ہے (۳)۔

اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم التعلیق الممجد علی الموطأ للإمام محمدؐ میں فرماتے ہیں: والإنصاف فی هذه المقام أن أحادیث المثل صریحة (صحیحة) وأخبار المثلین لیست صریحة انتہی (۴)۔

حاصل یہ ہے کہ حضرات (اکابرین) کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث مذکورہ ونیز کوئی حدیث دربارہ مثلین وقت ظہر میں بصراحۃ النص نہیں ہے، اگرچہ طرق ثلاثہ: اشارۃ النص - دلالت النص - اقتضاء النص سے حضرات فقہاء علیہم الرحمہ نے استشہاد واستنباط فرمایا ہے۔

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، جلد سوم، ص: ۹۴، مطبوعہ: افضل المطابع۔

(۲) تنویر الحق، ص: ۳۹، مسئلہ تیسرا: بیچ وقت مستحب ظہر کے، مطبوعہ: مطبع محمدی، محمد مرزا خان۔

(۳) انصار الحق، ص: ۳۳۴، مسئلہ تیسرا: بیچ بیان وقت مستحب ظہر کے، مطبوعہ: مطبع عزیز المطابع، مصطفیٰ آباد

عرف رام پور - ۱۲

(۴) التعلیق الممجد علی الموطأ للإمام محمدؐ، ص: ۴۴، باب وقوت الصلاة، قبل باب

ابتداء الوضوء، رقم الهامش: ۲۔

اور یہی توجیہ کلام حضرت مولانا گنگوہی علیہ الرحمہ منقولہ مکاتیب رشیدیہ: ص: ۲۲ کہ دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں (۱) اور منقولہ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم: ص: ۹۴ (قطعیت) اور نفی صراحۃً مثلین ہوتی ہے (۱) لہذا قول زید کا کہ حدیث مذکورہ دربارہ توقیت ظہر إلى المثلین بصراحة النص ہے۔ آپ کے نزدیک و نیز حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہ العالی کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۱۳۴ھ)

الجواب: فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص: ۶۴ سوالات عشرہ کے جوابات: ۹ میں یہ تحقیق فرمائی ہے: مسئلہ ۹، بخاری نے روایت کیا ہے: عن أبي ذر رضي الله عنه قال: كنا مع (النبي) صلى الله عليه وسلم في سفر، فأراد المؤذن أن يؤذن، فقال له: أبرد، ثم أراد أن يؤذن فقال له: أبرد، ثم أراد أن يؤذن، فقال له: أبرد حتى ساوى الظل التلول (۲) سنو کہ ٹیلوں کا سایہ جب مساوی ٹیلوں کے ہوتا ہے کہ (سایہ) ایک مثل سے بہت زیادہ ہو جاوے جس کا دل چاہے مشاہدہ کر لیوے، تو اگر بعد ایک مثل کے وقت باقی تھا تو آپ نے اس وقت میں نماز پڑھی — یعنی ظہر کا وقت باقی تھا تب آپ نے بعد ایک مثل کے (ظہر کی) نماز پڑھی — بعد اس روایت صحیح کے طعن کرنا جہالت ہے (۳) حضرت مولانا گنگوہی علیہ الرحمہ کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو پھر دیگر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وقت عصر کے داخل ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اور درمیان میں کوئی حد فاصل نہیں ہے، لہذا دو مثل تک ظہر کا وقت باقی رہنا محقق (ہوا)، اور بعد اس کے کہ حدیث بخاری سے ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد (تک) رہنا معلوم ہوا، یہ سوال کرنا کہ یہ ثبوت صراحۃً ہے یا دلالتاً یا اشارۃً: لا طائل ہے، کیوں کہ مفید و جوب سب ہیں، دلالتاً اور اشارۃً جو امر کسی نص سے ثابت ہوتا ہے، وہ بھی ویسا ہی ہے، جیسا صراحۃً ثابت ہو۔ دیکھئے ضرب و شتم والدین جو آیت: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍ﴾ (سورۃ اسراء، آیت: ۲۳) ثابت ہو۔

(۱) دونوں حوالوں کی تخریج گزر چکی ہے۔ ۱۲

(۲) صحيح البخاري: ۸۷-۸۸، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إلخ.

(۳) فتاویٰ رشیدیہ، جلد سوم، ص: ۶۴، مطبوعہ: مطبع الفضل المطابع، مراد آباد۔

سے دلالت ثابت ہے حرمت (میں) ویسے ہی ہے جیسے اف کہنا یا اس سے بھی زیادہ پس یہ تحقیق کرنا کہ یہ ثبوت صراحتہً ہے یا دلالت الخ لا طائل ہوا، باقی سب اقوال و عبارات و روایات اس مسئلہ کے متعلق آپ کے پیش نظر ہی ہیں، بار بار اس کو چھیڑنے کی کیا حاجت ہے، اس قدر سمجھ لیجیے کہ یہ مسئلہ ثابت ہے، اور طعن اس پر جہالت ہے۔ کما قال المحقق الکنکوهی قدس سرہ العزیز۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۵۷-۶۰)

جس جگہ عشاء کا وقت نہ ہو وہاں عشاء کی نماز پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۱) فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی مصنفہ مولانا اصغر حسین صاحب میں یہ لکھا ہے کہ بلغار ایک شہر ہے، جہاں مغرب کی نماز کے (بعد) (۱) شفق غروب ہونے کے ساتھ (ہی) صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے، عشاء کا وقت (ہی) نہیں آتا (۲) یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ کہ ان لوگوں پر نماز عشاء فرض نہیں ہوتی؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں، ایک صاحب اس مسئلہ کا شد و مد سے انکار کرتے ہیں، اور اہل بلغار پر نماز عشاء فرض ہوتی ہے یا نہ؟ (۳۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ مسئلہ جو فتاویٰ محمدی میں درج ہے صحیح ہے، فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے، درمختار و شامی جو معتبر کتابیں فقہ کی ہیں؛ ان میں یہ مسئلہ لکھا ہے (۳) معلوم نہیں وہ شخص کیوں انکار کرتا ہے، اگر یہ وجہ ہے کہ بلغار میں ایسا نہیں ہے تو واضح ہو کہ بلغار اور اس کے متعلقات بہت وسیع جگہ ہے، اس میں

(۱) سوال میں قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ اور اصل مراجع سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۲) فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی، ص: ۱۵، مطبوعہ: دارالاشاعت دیوبند۔ ۱۲

(۳) وفاق و قہما کبلغار فإن فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی أربعینۃ الشتاء مکلف بہما فیکدر لہما ولا ینوی القضاء لفقد وقت الأداء، بہ اُفتی البرہان الکبیر، واختارہ الکمال، وتبعہ ابن الشحنة فی ألغازہ فصححہ، فزعم المصنّف أنّہ المذہب، وقیل: لا یکلف بہما لعدم سببہما، وبہ جزم فی الكنز والدرر والملتقی، وبہ اُفتی البقالي ووافقہ الحلواني والمرغیناني إلخ. (الدرر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۸-۱۹، کتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء كأهل بلغار) ظفیر

بعض ایسا (بھی) (۱) حصہ ہے جہاں یہ حالت ہوتی ہے، فقہاء نے بھی تجربہ اور مشاہدہ سے لکھا ہے، انکار کرنا اس کا جہالت ہے، باقی یہ کہ جس جگہ عشاء کا وقت نہ ہو وہاں عشاء کی نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ سو بعض فقہاء کا تو یہی مذہب ہے کہ وہاں عشاء کی نماز فرض نہیں، کیوں کہ وہاں وقت عشاء کا نہیں (آتا) (۲) جیسا کہ فتاویٰ محمدی میں مولوی سید اصغر حسین صاحب نے لکھا ہے (۳) مگر محققین فقہاء جیسے ابن الہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عشاء کا وقت وہاں نہیں آتا لیکن عشاء کی نماز وہاں بھی فرض ہے، اور دلیل ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی ہے، ان کو ہر جگہ اور ہر وقت پڑھنا چاہیے، جیسا کہ حدیث دجال میں وارد ہے کہ ایک دن سال بھر کا ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ نمازوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اس دن میں سال بھر کی نمازیں پانچوں وقت کی اندازہ کر کے پڑھو، یعنی ہر ایک چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں ادا کرو (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۰/۲-۶۱)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (بھی) کی جگہ ”یہی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (آتا) کی جگہ ”ہوتا“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی، ص: ۱۵، مطبوعہ: دارالاشاعت دیوبند۔ ۱۲

(۴) ومن لا يوجد عندهم وقتُ العشاء كما قيل يطلعُ الفجرُ قبل غيوبة الشفق عندهم، أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب، وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين، وأنكره الحلواني ثم وافقه، وأفتى الإمام البرهاني الكبير بوجوبها..... وانتفاء الدليل على شيء لا يستلزم انتفاءه لجواز دليل آخر وقد وجد، وهو ما تواطأت أخبار الإسراء من فرض الله تعالى الصلاة خمساً بعد ما أمروا أولاً بخمسين، ثم استقر الأمر على الخمسين شرعاً عاماً لأهل الآفاق، لا تفصيل فيه بين أهل قطر وقطر، وما روي: ذكر الدجال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: قلنا: ما لبثه في الأرض؟ قال: أربعون يوماً، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، فقيل: يا رسول الله! فذلك اليوم الذي كسنة أي كفيينا صلاة يوم؟ قال: لا، أقدروا له، رواه مسلم..... فاستفدنا أن الواجب في نفس الأمر خمس على العموم.

(فتح القدیر: ۱/ ۲۲۵-۲۲۶، کتاب الصلاة، باب المواقيت)

کیا ہر موسم میں رات کا ساتواں حصہ شروع ہونے پر صبح صادق ہو جاتی ہے؟

سوال: (۶۲) یہ بات صحیح ہے یا نہیں کہ ہر موسم میں رات کا ساتواں حصہ شروع ہونے پر صبح صادق ہو جاتی ہے۔ (۱۶۴۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر موسم میں رات کا ساتواں حصہ مقدار مابین صبح صادق و طلوع آفتاب سمجھنا صحیح نہیں ہے، جاڑوں کی راتوں میں جب کہ رات قریب چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے، صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ایک گھنٹہ بائیس منٹ کی مقدار ہوتی ہے، اگر ساتواں حصہ شب کا ہمیشہ ہو تو مقدار مذکور دو گھنٹہ ہونی چاہیے، حالانکہ تجربہ اہل تجربہ و مشاہدہ عامہ و قواعد حسابیہ اس کے خلاف پر شاہد ہیں، اسی طرح امام اعظمؒ کا یہ مذہب سمجھنا کہ جو مقدار صبح سے طلوع تک ہے اس کے نصف گذرنے پر جماعت صبح کی کھڑی ہونی چاہیے؛ غلط ہے، یہ ہرگز امام اعظمؒ کا مذہب نہیں ہے، اور محققین حنفیہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے، درمختار میں ہے: والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار، بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد، وقيل: يؤخر جدًا، لأن الفساد موهوم، قوله: (وقيل: يؤخر جدًا) قال في البحر: وهو ظاهر إطلاق الكتاب أي الكنز، لكن لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۲/۲-۶۳)

حضرت گنگوہیؒ فجر اور عصر کی نماز کب پڑھتے تھے؟

سوال: (۶۳) حضرت مولاناؒ کے اوقات نماز یعنی قبل طلوع آفتاب صبح کس وقت اور عصر کس قدر قبل غروب پڑھتے تھے؟ گھنٹہ اور منٹ کے حساب سے تحریر فرمائیے، اگر نماز صبح بانظار جماعت نصف گھنٹہ قبل طلوع پڑھی جائے تو افضل ہے یا تنہا اول وقت پڑھ کر پھر شریک جماعت ہو؟ 'مشارك الانوار' میں حدیث ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ دیر میں

(۱) الدر المختار والشامی: ۲/۲۳، کتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها.

نماز پڑھا کریں گے اس وقت تم لوگ اپنی نماز ادا کر کے جماعت میں شریک ہو جانا، یہ وہی زمانہ ہے یا نہیں؟ اور حدیث قابل عمل ہے یا نہیں؟ (۵۹۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اوقات نماز کے لیے گھنٹہ اور منٹ کی تحدید نہیں ہے، عصر اور صبح کی نماز میں حنفیہ کے نزدیک تاخیر اولیٰ ہے، عصر میں اس قدر تاخیر ہو کہ حد کراہت میں نہ داخل ہو یعنی وقت مکروہ نہ آجائے، مثلاً غروب سے ایک گھنٹہ یا پون گھنٹہ (پہلے) (۱) عصر پڑھی جائے تو بہتر ہے (۲) اور صبح کی نماز میں اسفار مستحب ہے، اور حدیث شریف میں بھی ایسا حکم آیا ہے، پس صبح کی نماز کو آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ پہلے طلوع آفتاب سے پڑھے تو یہ اچھا ہے، اور ثواب کا وقت ہے، خصوصاً انتظار جماعت کی وجہ سے اس قدر تاخیر ہو کہ آدھ گھنٹہ طلوع آفتاب میں باقی رہے تو یہ بہت اچھا ہے (۳) اس میں کچھ حرج نہیں ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ بھی ایسا ہی کرتے تھے، اور حدیث جو مشارق الانوار سے تم نے لکھی ہے (۴) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسفار صبح و تاخیر عصر الی الوقت المستحب ممنوع ہے

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پہلے) کی جگہ ”قبل“ ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) وَتَأْخِيرُ عَصْرِ صَيْفًا وَشِتَاءً تَوْسِعَةً لِلنَّوَافِلِ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ ذُكَاؤُ بَأْنٍ لَا تَحَارَ الْعَيْنُ فِيهَا فِي الْأَصَحِّ . (الدَّرَّعُ الشَّامِي: ۲۴/۲، کتاب الصَّلَاةِ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

(۳) (والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد (الدَّرَّعُ المختار) قوله: (في الفجر) أي صلاة الفرض، قوله: (بإسفار) أي في وقت ظهور النور وانكشاف الظلمة إلخ لقوله عليه الصلاة والسلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر، رواه الترمذي وحسنه. (الدَّرَّعُ المختار والشَّامِي: ۲۴/۲، کتاب الصَّلَاةِ، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

(۴) عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: يا أبا ذر! أمراء يكونون بعدي يُمَيِّتُونَ الصَّلَاةَ، فصلَّ الصَّلَاةَ لوقتها، فإن ضلَّيتَ لوقتها كانت لك نافلة وإلا كنت قد أحرزت صلاتك. (جامع الترمذي: ۴۳/۱، أبواب الصَّلَاةِ، باب ما جاء في تعجيل الصَّلَاةِ إذا أخرها الإمام)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! میرے بعد کچھ

امراء ہوں گے جو نمازوں کو مار دیں گے یعنی نمازیں قضاء کر کے یا مکروہ وقت میں پڑھائیں گے، ==

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت لوگ نماز میں اتنی تاخیر کریں کہ وقت مکروہ آجائے اس وقت یہ حکم ہے کہ علیحدہ پڑھو (۱) آدھ گھنٹہ پہلے نماز پڑھنے میں یہ حکم نہیں ہے، یہ تو عین عمل بالحدیث ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۴/۲-۶۵)

گرمیوں میں ظہر کی نماز کب پڑھنی چاہیے؟

سوال: (۶۴) آج کل گرمیوں میں ظہر کا وقت کئی بجے ہوتا ہے؟ ہماری مسجد میں سوا دو بجے ظہر کی نماز ہوتی ہے، جیٹھ ساڑھ میں ظہر کی جماعت کئی بجے ہونی چاہیے؟ (۱۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جاڑوں اور گرمیوں میں ہر ایک موسم میں ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہو کر دو مثل تک رہتا ہے، اور زوال آفتاب قریب ساڑھے بارہ بجے کے ہوتا ہے، پس ظہر کا وقت ساڑھے بارہ (بجے) (۲) سے تین بجے کے بعد تک رہتا ہے، جیٹھ اور ساڑھ میں اور بھی دیر تک رہے گا، الحاصل ظہر کا وقت تو ایک بجے سے بھی کچھ پہلے سے ہی ہو جاتا ہے، مگر گرمیوں میں حکم دیر میں پڑھنے کا ہے

== پس آپ وقت کے اندر نماز پڑھ لیں، پھر اگر وہ نماز وقت میں پڑھی گئی یعنی امام بروقت آگیا اور صحیح وقت میں نماز پڑھائی (تو اس کے ساتھ بھی پڑھیں) یہ آپ کی نفل نماز ہوگی، ورنہ یعنی اگر امام نے نماز قضاء کر کے پڑھائی تو آپ اپنی نماز سمیٹ چکے، یعنی آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا، آپ اپنی نماز وقت کے اندر پڑھ چکے۔ ۱۲ محمد امین

(۱) اس کی وضاحت یہ ہے کہ مملکت اسلامیہ میں سرکاری عہدوں پر فائز لوگ مثلاً: قاضی، گورنر وغیرہ جامع مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے، اور یہ امام فل پاور سیاہ و سفید کے مالک ہوتے تھے، جب ان کا جی چاہتا نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آتے، لوگ ان کا انتظار کرنے پر مجبور تھے، اور ان سے جلدی کرنے کے لیے یا وقت پر آنے کے لیے کہنا یا ان کی اجازت کے بغیر جماعت کر لینا اپنی شامت کو دعوت دینا تھا، اس لیے فرمایا کہ اگر یہ جابر ائمہ نماز پڑھانے میں غیر معمولی تاخیر کریں، اور نماز کے قضاء ہونے یا مکروہ وقت میں پڑھنے کا اندیشہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ انفرادی طور پر فرض پڑھ لیں، پھر جب امام آجائے تو اس کی اقتداء میں بھی نماز پڑھیں، یہ ان کی نفل نماز ہوگی۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

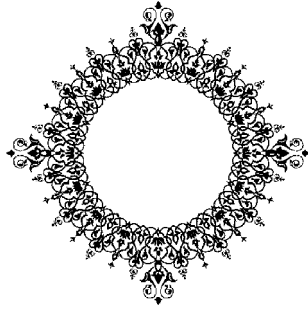
(۲) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

یعنی تاخیر کرنا ظہر کا مستحب ہے دو بجے سے تین بجے تک، آج کل ظہر کا اچھا وقت ہے، اڑھائی بجے یا پونے تین بجے یا تین بجے تک ریلوے ٹائم سے ظہر پڑھیں تو یہ اچھا وقت ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور سوا دو بجے اور اڑھائی بجے بھی اچھا وقت ہے، الغرض دو بجے سے تین بجے تک سب اچھا وقت ہے، جس وقت چاہے نماز پڑھیں، جھگڑا کرنے کی کچھ بات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۵/۲-۶۶)

جزیرہ لاپ لینڈ میں نماز و روزہ کیسے ادا کیا جائے؟

سوال: (۶۵) جزیرہ لاپ لینڈ جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے وہاں نماز پنج وقتہ کس طرح پڑھے؟ اور رمضان شریف میں روزے کس طرح رکھے؟ وہاں روزے رکھنے میں رمضان شریف کے مہینے کی شرط ہے یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو رمضان شریف کا مہینہ کس طرح سے معلوم کیا جائے؟ (۱۰۷۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے نماز ادا کی جائے مثلاً چوبیس گھنٹہ کے رات ہوتے ہیں، اس میں پانچ نمازیں بہ فصل معہود پوری کر لیوے، اور روزے میں اقرب بلاد کا لحاظ کر لیوے، اور اسی سے روزے کا مہینہ بھی معلوم ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۷/۲-۶۸)



(۱) وفاقد وقتہما کبلغار إلخ مکلف بہما فیقدر لہما إلخ (الدر المختار: ۱۸/۲) قال الرّملي في شرح المنہاج و یجری ذلک فیما لو مکث الشمس عند قوم مدّة أھ قال فی إمداد الفتح قلت : وكذلك یقدر لجميع الآجال كالصّوم والزّکاة والحجّ والعدّة إلخ ، وینظر ابتداء الیوم فیقدر کلّ فصل من الفصول الأربعة بحسب ما یکون کلّ یوم من الزّیادة والنّقص کذا فی کتب الأئمّة الشّافعیّة ، ونحن نقول بمثلہ إذ أصل التّقدير مقول بہ إجماعاً فی الصّلوات اھ (ردّ المحتار: ۲۲/۲، کتاب الصّلاة ، مطلب فی فاقد وقت العشاء كأهل بلغار) ظفیر

مکروہ اوقات کا بیان

جمعہ کے دن استواء کے وقت نفل نماز پڑھنا درست نہیں

سوال: (۶۶) اِنَّ الصَّلَاةَ النَّافِلَةَ نِصْفَ النَّهَارِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ هَلْ تَبَاحُ اَوْ تُكْرَهُ؟
(۱۳۳۲-۳۳/۷۷۶ھ)

الجواب: أقول وبالله التوفيق: اِنَّ الاحتياط في عدم التنفل في ساعة الزوال يوم الجمعة كما عليه الشُّروح والمتون، ومذهب الإمام راجح من حيث الدليل، فينبغي عليه التعويل (۱) فقط والله تعالى اعلم (۶۸/۲)

(۱) لا تجوز الصَّلَاة عند طلوع الشمس ولا عند قيامها في الظَّهيرة، ولا عند غروبها لحديث عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: ثلاثة أوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصلي وأن نقبر فيها موتانا: عند طلوع الشمس حتى ترتفع، وعند زوالها حتى تزول، وحين تضيف للغروب حتى تغرب إلخ. (الهداية: ۸۴/۱-۸۵، كتاب الصَّلَاة، باب المواقيت) وكره تحريمًا إلخ، صلاة مطلقًا ولو قضاء أو واجبة أو نفلًا إلخ، مع شروق إلخ، واستواء إلّا يوم الجمعة على قول الثاني المصحح المعتمد كذا في الأشباه (الدّر المختار) وفي الشّامي: قوله: (إلّا يوم الجمعة) لما رواه الشّافعيّ في مسنده نهى عن الصَّلَاة نصف النَّهار حتّى تزول الشمس إلّا يوم الجمعة، قال الحافظ ابن حجر: في إسناده انقطاع إلخ، قوله: (المصحح المعتمد) اعترض بأن المتون والشُّروح على خلافه إلخ، لكن شراح الهداية انتصروا لقول الإمام وأجابوا عن الحديث المذكور بأحاديث النهي عن الصَّلَاة وقت الاستواء فإنّها محرّمة إلخ. (الدّر المختار ورد المحتار: ۲۸-۲۹، كتاب الصَّلَاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت)

ترجمہ سوال: (۶۶) جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے یا مباح؟
 الجواب: اقول وباللہ التوفیق: جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نہ پڑھنے میں احتیاط ہے،
 جیسا کہ اسی پر شروح اور متون ہیں، اور دلیل کی رو سے امام صاحبؒ کا مذہب رائج ہے؛ لہذا اسی پر
 اعتماد کرنا مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۷) جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت نفل نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۱/۱۳۳۲ھ)

الجواب: موافق مذہب امام ابوحنیفہؒ صحیح نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ صحیح کہتے ہیں، لیکن احوط
 قول امام اعظمؒ کا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۱/۲)

جمعہ کی سنتیں استواء کے وقت پڑھنا درست نہیں

سوال: (۶۸) (قبل جمعہ کی سنت) (۲) نصف النہار میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۱۳۳۲ھ)
 الجواب: نہیں پڑھ سکتے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۱/۲-۷۲)

استواء شمس کے وقت تلاوت قرآن شریف درست ہے

سوال: (۶۹) عین زوال کے وقت یا دوپہر کے وقت تلاوت قرآن شریف اور نوافل کا کیا
 حکم ہے؟ (۲۳۹۲/۱۳۳۱ھ)

الجواب: عین زوال کے وقت یا یوں کہئے کہ استواء اور دوپہر کے وقت تلاوت قرآن شریف
 درست ہے، اور نوافل امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ناجائز ہیں، اور امام ابو یوسفؒ جائز فرماتے ہیں،
 درمختار میں ہے: وکرہ تحریمًا صلاة مطلقًا و لو قضاءً أو واجبةً أو نفلًا إلخ مع
 شروق إلخ واستواء إلخ الجمعة علی قول الثانی المصحح المعتمد إلخ، وفي الشامي:

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

لکن شراح الهدایۃ انتصروا لقول الإمام إلخ (۱) اور احتیاط قول امام اعظمؒ میں ہے اور اوسع قول امام ابو یوسفؒ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۳/۲)

استواء شمس کے وقت نماز درست نہیں

سوال: (۷۰) چاشت وغیرہ کی نوافل ۱۲ بجے پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ اور جنتری اسلامیہ میں زوال یا قضاے نماز کا وقت بارہ بج کر ۲۴ منٹ پر لکھا ہے۔ (۷۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: زوال کے وقت نوافل وغیرہ کچھ نہ پڑھنی چاہیے، اور نہ ایسے وقت نوافل (وغیرہ) (۲) پڑھنی چاہیے کہ زوال کا وقت درمیان نماز میں ہو جائے، پس جس گھڑی کے موافق زوال کا وقت ۱۲ بج کر ۲۴ منٹ پر ہے، اس کے مطابق اگر ۱۲ بجے نماز نفل یا قضاء نماز اس طرح پڑھے کہ زوال سے پہلے پہلے اس کو ختم کر دے تو یہ جائز ہے، مگر جب قریب زوال کا وقت آجائے اس وقت کوئی نماز شروع نہ کرے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ درمیان نماز میں زوال کا وقت ہو جاوے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۹/۲)

صبح صادق کے بعد کوئی نفل نماز سوائے سنت فجر یا قضاء نماز کے درست نہیں

سوال: (۷۱) مجھے معلوم ہے کہ فجر کے وقت نماز مقررہ کے علاوہ صرف قضاء نماز جس میں

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۸-۲۹، کتاب الصلوة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت.

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

(۳) وكره تحريماً وكلّ ما لا يجوز مكروه صلاة مطلقاً ولو قضاء أو واجبة أو نفلاً أو على

جنازة وسجدة تلاوة وسهو لا شكر، قنية، مع شروق إلخ واستواء. (الدر المختار مع ردّ

المختار: ۲/۲۸-۲۹، کتاب الصلوة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت)

لما روى مسلم وغيره من حديث عقبة بن عامر ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهنّ أو نقبر فيهنّ موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى

ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف للغروب حتى تغرب.

(غنية المستملي، ص: ۲۰۷، الشرط الخامس، الأوقات التي تكره فيها بالصلوات)

فرض و واجب یعنی وتر داخل ہے پڑھی جاسکتی ہے، اس کا مزید اطمینان چاہتا ہوں کیونکہ بعض جہلاء نفل بھی پڑھ لیتے ہیں، اور فرض کے بعد سنت بھی جو بوجہ جماعت کے نہیں پڑھ سکے ہیں پڑھ لیا کرتے ہیں۔ (۱۳۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صبح صادق کے بعد کوئی نفل سوائے سنت فجر کے یا قضاء کے درست نہیں ہے، اور بعد نماز فجر کے سنت صبح بھی جائز نہیں، اور نہ اور کوئی نفل سوائے قضاء کے پڑھنا اس وقت درست ہے، درمختار میں ہے: و کرہ نفل إلخ، ولو سنة الفجر بعد صلاة فجر وصلاة عصر إلخ، لا یکرہ قضاء فائتة ولو وترًا إلخ (۱) اور اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے۔ قال فی الشّامي: والکراهة ههنا تحريمية أيضًا كما صرح به فی الحلیة، ولذا عبّر فی الخانیة والخلاصة بعدم الجواز والمراد عدم الحلّ لا عدم الصّحة كما لا یخفی (۲) فقط واللہ اعلم (۷۰/۲)

صبح صادق کے بعد تحیۃ المسجد کی نفلیں پڑھنا درست نہیں

سوال: (۷۲) صبح صادق کے بعد نوافل یا تحیۃ المسجد پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵-۳۳/۶۳۱ھ)

الجواب: طلوع صبح صادق کے بعد کوئی نفل نماز سوائے دو سنت صبح کے جائز نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک اس وقت میں تحیۃ المسجد کی نفلیں بھی جائز نہیں ہیں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۹/۲)

سوال: (۷۳) فجر کی سنتوں سے پہلے دو نفل پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۹۶ھ)

الجواب: صبح صادق ہونے کے بعد فرضوں سے پہلے سوائے دو سنت فجر کے اور نوافل پڑھنا

(۱) الدرّ مع الشّامي: ۳۳/۲-۳۴، کتاب الصّلاة، مطلب: یشرط العلم بدخول الوقت.

(۲) الشّامي: ۳۳/۲، کتاب الصّلاة، مطلب: یشرط العلم بدخول الوقت.

(۳) وكذا الحكم من کراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوى

سنّته لشغل الوقت به تقدیراً. (الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۳۳/۲، کتاب الصّلاة، مطلب:

یشرط العلم بدخول الوقت)

درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۱/۲)

سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد نماز پڑھنا جائز ہے؟

سوال: (۷۲) آفتاب نکلنے پر فوراً نماز پڑھنا درست ہے یا نہ؟ اشراق کا وقت تو نیزہ برابر آفتاب اونچا ہونے پر ہوتا ہے۔ (۱۳۳۸/۳۳۶ھ)

الجواب: آفتاب کے نکلنے ہی فوراً نماز درست نہیں ہے، بلکہ بہ قدر ایک یا دو نیزہ کے آفتاب بلند ہو جانا چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۳/۲)

عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز سوائے قضاء نماز کے جائز نہیں

سوال: (۷۵) عصر کے بعد بھی مثل وقت فجر کے نوافل کو مانع ہے، اس کے لیے بھی وہی استفسارات ہیں جو فجر کے ساتھ کیے گئے ہیں اگر اس کا حکم اس کے مطابق نہیں ہے؛ تو اطلاع چاہتا ہوں۔ (۱۳۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: عصر کی نماز کے بعد بھی کوئی نماز سوائے قضاء نماز کے جائز نہیں ہے (۳) فقط (۷۰/۲)

(۱) وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنته لشغل الوقت به تقديرًا. (الدّر المختار مع الشّامي: ۳۴/۲، كتاب الصّلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت)

لما روى مسلم عن حفصة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين. (غنية المستملي: ص: ۲۰۹، الشّروط الخماس، الأوقات التي تكره فيها بالصّلوات)

(۲) وكره تحريمًا إلخ مع شروق إلخ واستواء (الدّر المختار) قوله: (مع شروق) ما لم ترتفع الشمس قدر رمح. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲۸-۲۹، كتاب الصّلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت)

(۳) وأمّا الوقتان الآخران من الخمسة، فإنّه يكره فيهما التّطوّع فقط، ولا يكره فيهما الفرض إلخ، وهما أي الوقتان المذكوران ما بعد طلوع الفجر إلى أن ترتفع الشمس، ==

ظہر کے بعد نوافل درست ہیں

سوال: (۷۶) جیسا کہ بعد العصر (و) بعد الفجر کسی قسم کے نوافل پڑھنا ممنوع ہے، کیا اسی طرح بعد الظہر بھی کوئی نفل نہیں پڑھ سکتا (ہے؟) (۱) اور اگر پڑھ سکتا ہے تو کیا کسی فقہ کی کتاب سے یہ ثابت ہے یا نہیں؟ کیا بعد الظہر کا وقت بھی مثل بعد العصر و بعد الفجر کی طرح ہے؟ (۸۳/۱-۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بعد الظہر کا وقت مثل بعد العصر و بعد الفجر کے نہیں ہے (ظہر کے بعد نوافل درست ہیں) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۷۰/۲-۷۱)

غنودگی کو ناقض وضو سمجھ کر فجر کی سنت کو دوبارہ پڑھنا

سوال: (۷۷) تہجد پڑھ کر کچھ تسبیحیں پڑھ کر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ غنودگی طاری ہوگئی، تھوڑی سی دیر میں دیکھا تو سنت پڑھنے کا وقت تھا، اس یقین پر کہ وضو نہیں ٹوٹا سنت پڑھ کر مسجد گیا، وہاں پر شبہ پیدا ہوا کہ مبادی اکڑ و بیٹھنے اور غنودگی سے وضو ٹوٹ گیا ہو، تازہ وضو کر کے پھر سنت دو رکعت از سر نو پڑھی، اور پھر جماعت فرض میں شریک ہوا، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سنت جو پہلے پڑھی تھی وہ ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہ تھی (۳)۔

== فَإِنَّهُ يَكْرَهُ فِي هَذَا الْوَقْتُ النَّوَافِلَ كُلَّهَا إِلَّا سَنَةَ الْفَجْرِ إِنْ خَ، وَمَا بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ لِحَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنْ خَ . (غنية المستملي ، ص: ۲۰۸-۲۰۹، الشَّرْطُ الْخَامِسُ ، الْأَوْقَاتُ الَّتِي تَكْرَهُ فِيهَا بِالْصَّلَوَاتِ) ظَفِيرٌ

(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۲) (ظہر کے بعد نوافل درست ہیں) کی جگہ مطبوعہ فتاویٰ میں ”عصر و فجر کے بعد نوافل درست نہیں ہیں“ تھا، رجسٹر نقول فتاویٰ سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲۔

(۳) وفي الخانية: النَّعَاسُ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ وَهُوَ قَلِيلٌ نَوْمٌ لَا يَشْتَبِهُ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مَا يُقَالُ عِنْدَهُ (رد المحتار: ۱/۲۲۵، كتاب الطَّهَّارَةِ، باب نَوَاقِضِ الْوُضُوءِ، قَبِيلٌ مُطْلَبٌ نَوْمُ الْأَنْبِيَاءِ غَيْرِ نَاقِضٍ) جب وضو باقی تھا تو جو نماز اس سے پڑھی درست ہوئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم ظفیر

اور جائز بھی نہ تھی (۱) لیکن بہ وجہ لاعلمی کے جو کچھ ہوا اس میں (کچھ عذاب اور مواخذہ نہیں ہے) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۲/۲)

فجر اور ظہر کی سنتوں کی قضاء میں فرق کی وجہ

سوال: (۷۸) صبح کی دو رکعت سنت اور ظہر کی قبل از فرض سنت مؤکدہ ہیں، پھر کیا سبب ہے کہ صبح کی سنت کی قضاء بعد طلوع شمس پڑھے بہتر ہے، اور اگر نہ پڑھے تو کچھ مواخذہ نہیں، اور ظہر کی سنن قبلہ اگر قضا ہو جاویں تو بعد ادائے فرض ضرور ادا کرے، وجہ فرق کیا ہے؟ (۱۱۲۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہر کا وقت باقی ہے، اور صبح کا وقت بعد طلوع شمس باقی نہیں رہتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۲/۲)

آدھی رات کے بعد نماز عشاء پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

سوال: (۷۹) نماز عشاء بعد نصف شب کے مکروہ تحریمی ہے یا نہیں؟ اور اگر بعد نصف شب کے پڑھی جائے تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ مولانا عبدالحی صاحب مجموعہ فتاویٰ: ۳۳/۱، میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے، نماز عشاء کے بعد نصف شب کے اور واجب الاعادہ ہے، اور اگر اعادہ نہ کرے گا تو گنہ گار ہوگا (۳) اور مولانا اشرف علی صاحب بہشتی زیور میں لکھتے ہیں کہ نماز کا وقت (۱) اس لیے کہ اس وقت میں سوائے سنت فجر کے کسی نفل کی اجازت نہیں ہے۔ و کذا الحکم من کراہة نفل إلخ بعد طلوع فجر سوی سنتہ. (الدر المختار مع الشامی: ۳۳/۲، کتاب الصلاة، مطلب: یشترط العلم بدخول الوقت) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) نماز عشاء بعد نصف شب گزاردن مکروہ تحریمی ست، لہذا مصلیٰ را لازم کہ بعد گذشتن آن وقت یعنی بعد طلوع صبح صادق اعادہ آن سازد تا جبر نقصان گردد، و اگر اعادہ آن عشاء کہ بعد نصف شب گذشتہ (?) است نخواہد ساخت گنہ گار خواہد شد الخ (مجموعہ فتاویٰ: ۴۱/۱، استفتاء نمبر: ۲۹، مطبوعہ: مطبع شوکت اسلام)

صبح صادق تک ہے، اور بعد نصف رات کے مکروہ ہے، اور ثواب کم ہو جاتا ہے (۱) ان دونوں تحریروں میں (سے) (۲) کوئی تحریر صحیح ہے؟ اگر کبھی نماز عشاء بعد نصف رات کے پڑھی جائے تو اس کا اعادہ کیا جائے یا نہیں؟ اور اگر واجب الاعادہ نہیں ہے تو مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کا کیا مطلب ہے؟ بینوا تو جروا (۱۷۵۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بعد نصف شب کے عشاء کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، بعض نے مکروہ تحریمی فرمایا ہے، اور بعض نے مکروہ تنزیہی، فإن أخرها إلى ما زاد على النصف كره لتقليل الجماعة. (الدّر المختار) قوله: (كره) أي تحريمًا، كما يأتي تقييده في المتن أو تنزيهًا وهو الأظهر كما نذكره عن الحلية (شامي) (۳) ثم قال تحت قول الماتن: (تحريمًا) كذا في البحر عن القنية، لكن في الحلية: أن كلام الطحاوي يشير إلى أن الكراهة في تأخير العشاء تنزيهية وهو الأظهر (۳) (شامي)

پس جو فقہاء مکروہ تحریمی فرماتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ ہے، اور جو مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ نہیں، کیوں کہ مکروہ تنزیہی کا مال خلاف اولیٰ کی طرف ہے، اور علامہ شامی کے قول اور حلیہ کی روایات سے معلوم ہوا کہ مکروہ تنزیہی ہونا اظہر ہے، اور وجہ اظہر ہونے کی یہ ہے کہ علت اس کراہت کی تقلیل جماعت ہے، نہ یہ کہ وقت میں کوئی خرابی ہے، پس معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے اگر واجب الاعادہ لکھا ہے تو مکروہ تحریمی کی روایت کو لے کر احتیاطاً واجب الاعادہ لکھا، اور مولانا اشرف علی صاحب کا مطلب اگر مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے

(۱) (بعد غروب پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر جو سرخی ہے) جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہو گیا، اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے، اور ثواب کم ملتا ہے، اس لیے اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پہلے پڑھ لیوے۔ (اختری بہشتی زیور، دوسرا حصہ، ص: ۱۱، نماز کے وقتوں کا بیان، مسئلہ نمبر (۳))

(۲) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) الدّر والشّامي: ۲/۲۵-۲۶، کتاب الصّلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها.

تو انہوں نے دوسرے قول کو جو اظہر ہے اختیار فرمایا، اور یہی اقرب الی الصواب ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۷۴-۷۳/۲)

جمع بین الصلاتین کی مفصل و مدلل بحث

سوال: (۸۰) زید اہل حدیث اپنے کو بتلاتا ہے، اور بکر حنفی ہے، دونوں کا اتفاق سے سفر میں ساتھ ہو گیا، زید اہل حدیث نے ظہر کے وقت ظہر کی نماز سے ملا کر عصر کی نماز بھی پڑھ لی، بکر حنفی المذہب نے اس پر اعتراض کیا کہ ابھی وقت عصر کا نہیں ہوا، زید نے جواب دیا (کہ) نماز ظہر اور عصر ملا کر پڑھنا حدیثوں میں اکثر آیا ہے، اور حضور سرور عالم ﷺ نے اکثر سفر میں و مکان پر ظہر و عصر کی نماز کو ظہر کے وقت میں ملا کر پڑھا ہے؛ اس غرض سے کہ میری امت پر آسانی ہو۔ اور حدیث پیش کرتا ہے اس کے جواز میں جو ملاحظہ کے لیے ارسال خدمت ہے: مسلم شریف کی حدیث بتلاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اس ایک حدیث سے تسلی نہ ہو تو اور حدیثیں بھی پیش کر سکتا ہوں، ورنہ آپ عدم جواز میں میرے خلاف کوئی حدیث کتب معتبرہ سے پیش کیجئے کہ حضور ﷺ نے ملا کر نہیں پڑھی، اور منع کیا ملا کر پڑھنے کو۔ زید کہتا ہے کہ ملا کر نماز پڑھنے (کا) خود حضور کا قول موجود ہے، وہ قول امام صاحب کا ہے کہ ملا کر نہ پڑھو، جب حدیث موجود ہے پھر کیوں امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے؟ جب خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے قول کو چھوڑ دو جب تم کو حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے، ایسی حالت میں بکر حنفی المذہب کو کیا کرنا چاہیے؟ اور عدم جواز میں جو حدیثیں ہوں چند حدیثیں بہ حوالہ کتب معتبرہ مفصل تحریر فرمائیے۔

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا: نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی اکٹھی مدینہ میں سوائے خوف اور سوائے سفر کے، کہا: ابوالزبیر نے پس پوچھا میں نے سعید سے کس واسطے کیا اس کو حضرت نے؟ پس کہا سعید نے پوچھا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جیسا کہ پوچھا تو نے مجھ سے، پس کہا ابن عباسؓ نے: ارادہ کیا حضرت نے یہ کہ نہ حرج ہو کسی کا

میری امت میں سے، روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے (۱) (۲۱۹۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ دو نمازوں کو ایک وقت میں اس طرح جمع کرنا کہ ظہر کی نماز مثلاً عصر کے وقت میں پڑھیں یا عصر کی ظہر کے وقت میں نہ سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔ رسول اللہ ﷺ سے سفر و حضر میں اس طرح جمع کرنا ثابت نہیں ہوا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں ہر وقت کے حاضر پاش تھے آپ کی مسواک اور تکیہ وغیرہ انہیں کے پاس رہتا، وضو کے لیے پانی بھی اکثر وہی مہیا کرتے، اسی وجہ سے ان کا لقب صاحب السواک والوسادة والطهور ہو گیا تھا؛ فرماتے ہیں: قال: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلاتين إلا بجمع رواه البخاري ومسلم (۲) ترجمہ: میں نے رسول ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز اپنے وقت کے سواء میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں مغرب وعشاء کی مزدلفہ میں، روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔

اور نسائی، ص: ۴۷۱، کی روایت میں ہے: عن عبد الله رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها إلا بجمع و عرفات (۳) ترجمہ: حضرت

(۱) عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر جميعاً بالمدينة في غير خوف ولا سفر، قال أبو الزبير: فسألت سعيداً لم فعل ذلك؟ فقال: سألت ابن عباس كما سألتني، فقال: أراد أن لا يخرج أحداً من أمته. (الصحيح لمسلم، ۱/۲۴۶، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة إلا لميقاتها، إلا صلاتين: صلاة المغرب والعشاء بجمع، وصلى الفجر يومئذ قبل ميقاتها، متفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۳۰، كتاب المناسك، باب الدفع من عرفة والمزدلفة، الفصل الأول)

(۳) سنن النسائي: ۲/۳۶، كتاب الحج، باب الجمع بين الظهر والعصر بعرفة.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو ہمیشہ اپنے وقت میں پڑھتے تھے، مگر مزدلفہ اور عرفات میں، اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جن کی روایت دربارہ جواز جمع بین الصلاتین پیش کی گئی ہے؛ روایت ہے: من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد أتی باباً من أبواب الكبائر، رواہ الترمذی (۱) ترجمہ: جس شخص نے جمع کیا دو نمازوں کو بدون عذر کے اس نے کبیرہ گناہ کیا، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ البتہ اس کی اسناد میں ضعف ہے، جس کو ترمذی نے بیان فرمایا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمادیا ہے کہ عمل جمہور امت کا باوجود اس ضعف کے اسی حدیث پر ہے؛ یعنی جمع بین الصلاتین کو بدون عذر جائز نہیں رکھتے (۲) جس سے اس ضعف کا انجبار ہو سکتا ہے، علاوہ بریں خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تلخیص تخریج زیلعی، ص: ۱۳۱، میں فرماتے ہیں: وأخرجه البيهقي عن عمر مرفوعاً (۳) ترجمہ: اور اس روایت کو بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اتنا فرما کر سکوت کرتے ہیں، کوئی قدح اس کی اسناد وغیرہ میں نہیں کرتے، تو ظاہر ہے کہ اگر اس کی اسناد میں کوئی نقص ہوتا تو ضرور تحریر فرماتے، جیسا کہ ترمذی کی اسناد کو نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے، اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ اسناد صحیح روایت ہے: عن طاؤس عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: لا يفوت صلاة حتى يجيء وقت الأخرى. رواه الطحاوي وإسناده صحيح (۴) ترجمہ: روایت ہے طاؤس سے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا انہوں نے کہ کوئی نماز فوت نہیں ہوتی جب تک کہ دوسری نماز کا وقت نہ آجائے، روایت کیا اس کو طحاوی نے۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: من جمع الحديث . (جامع الترمذی: ۱/۲۸، أبواب الصلاة، باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين)

(۲) قال أبو عيسى: وحش هذا هو أبو علي الرّحبي، وهو حنش بن قيس، وهو ضعيف عند أهل الحديث، ضعفه أحمد وغيره، والعمل على هذا عند أهل العلم أن لا يجمع بين الصّلاتين إلّا في السّفر أو بعرفة. (جامع الترمذی: ۱/۲۸، أبواب الصلاة)

(۳) الدّراية في تخريج أحاديث الهداية: ۱/۱۶۷، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر.

(۴) شرح معاني الآثار: ۱/۱۲۲، كتاب الصلاة، باب الجمع بين الصّلاتين كيف هو؟

پس معلوم ہو گیا کہ جب دوسری نماز کا وقت آجاتا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی پہلی نماز فوت ہو جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر جمع بین الصلاتین جائز رکھی جائے تو پھر فوت کے کوئی معنی نہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن عبد اللہ بن مہب قال: سئل أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ما التفریط فی الصلۃ؟ قال: أن تؤخر حتی یجیء وقت الأخری، رواہ الطحاوی (۱) ترجمہ: روایت ہے حضرت عبد اللہ بن مہب سے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ تفریط فی الصلۃ کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ نماز کو مؤخر کیا جائے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ طحاوی، ص: ۹۸۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا تفریط و تقصیر ہے، اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قال:) أما إنہ لیس فی النوم تفریط، إنما التفریط علی من لم یصل الصلۃ حتی یجیء وقت (الصلۃ) الأخری رواہ مسلم وغیرہ (۲) ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نیند سے جو نماز اتفاقاً رہ جائے اس میں تقصیر نہیں، ہاں تفریط اور قصور اس شخص پر ہے جس نے جاگتے ہوئے اس وقت تک نماز نہ پڑھی جب تک کہ دوسری نماز کا وقت آئے روایت کیا اس کو مسلم وغیرہ نے۔ اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ قول اس وقت فرمایا تھا جب کہ آپ سفر میں تھے، اور مخاطب اس حکم کے بھی مسافر تھے، جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس حکم میں صرف حضر داخل نہیں؛ بلکہ سفر کا بھی یہی حکم ہے؛ اس لیے سفر میں بھی کسی نماز کو اپنے وقت سے نکال کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا تفریط و تقصیر ٹھہری، پھر کیا کوئی بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت کرتے ہوئے نہ شرمائیں گے کہ آپ نے ایک نماز کو اپنے وقت سے نکال کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھا اور تقریط و تقصیر کے مرتکب ہوئے۔

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) عن أبي قتادة رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقال: إنكم ثم قال: أما أنه الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۲۳۹، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة

الفائتة إلخ)

تعالیٰ شان النبوة عنه (۱)

اس کے علاوہ قرآن وحدیث کی بہ کثرت شہادتیں اس پر موجود ہیں کہ شارع ﷺ نے ہر نماز کے لیے علیحدہ وقت مقرر کیا ہے جس سے اس کو مؤخر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (سورہ نساء، آیت: ۱۰۳) ترجمہ: تحقیق نماز مؤمنین پر فرض موقت مقرر کیا گیا ہے، پھر اگر ایک نماز کو اس کے وقت سے نکال کر دوسرے وقت میں پڑھنا درست ہے تو وقت مقرر کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور دیکھئے ارشاد ہوتا ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۲۳۸) ترجمہ: محافظت کرو تم سب نمازوں پر اور بیچ کی نماز پر۔ اس آیت کی تفسیر میں جہاں مفسرین نے بہت کچھ بیان کیا ہے وہیں محافظت کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: أنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوقت الأول من الصلاة رضوان الله، و الوقت الآخر عفو الله، رواه الترمذي (۲) ترجمہ: تحقیق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وقت اول نماز کا رضاء اللہ کی ہے اور آخر وقت اللہ کی معافی کا ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ یعنی جو شخص اول وقت مستحب میں نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے، اور جو آخر میں پڑھتا ہے، نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اتنی تاخیر کو معاف فرما کر اس سے مواخذہ نہیں کرتا، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر بالکل وقت ہی سے نکال دے تو پھر قانون شرع میں معافی نہیں، اللہ اس سے مواخذہ کرے گا، یہ امر آخر ہے کہ خداوند عالم اپنی رحمت سے اور گناہوں کی طرح اس کو بھی معاف فرما دے، مگر جرم اس پر قائم ہو چکا۔

(۱) فأخبر صلى الله عليه وسلم أن تأخير الصلاة إلى وقت التي بعدها تفریط ، وقد كان قوله ذلك وهو مسافر، فدل ذلك أنه أراد به المسافر والمقيم ، فلما كان مؤخر الصلاة إلى وقت التي بعدها مفراً فاستحال أن يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلاتين بما كان به مفراً ولكنه جمع بينهما بخلاف ذلك ، فصلّى كلّ صلاة منهما في وقتها .

(شرح معاني الآثار: ۱/۱۲۲، كتاب الصلاة ، باب الجمع بين الصلاتين كيف هو؟)

(۲) مشکاة المصابيح، ص: ۶۱، كتاب الصلاة ، باب تعجيل الصلاة ، الفصل الثاني .

یہ چند آیات قرآن اور روایات حدیث ہیں جن سے بحمد اللہ نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ دو نمازوں کو اس طرح جمع کرنا کہ ایک دوسرے کے وقت میں پڑھیں۔ نہ حضر میں جائز ہے نہ سفر میں، اس وقت انہیں چند پر اکتفا کیا جاتا ہے؛ کیوں کہ ایک منصف کے لیے یہ بھی کفایت سے زیادہ ہیں، اور اگر اس کے بعد بھی اور ضرورت ہوئی تو شاید کچھ اور بھی گزارش کیا جائے، کیا اتنی روایات صحاح و حسان کے بعد بھی کوئی منصف حضرت یہ کہنے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں کہ عدم جواز جمع بین الصلاتین پر حدیث سے کوئی دلیل نہیں، صرف امام صاحب کا قول ہے، باقی رہی وہ مسلم کی روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور جس کو سائل نے نقل کیا ہے۔ سو اول تو وہ حدیث بہ اجماع امت متروک العمل ہے، چنانچہ امام ترمذی اپنی علل صغریٰ، ص: ۲۵۷، میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو امت میں سے کسی نے نہیں لیا؛ جس کی علت کو بھی ترمذی نے کتاب میں بیان کر دیا ہے (۱)

اور وہ روایات جو خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جواز جمع کے خلاف پر ذکر کی گئی ہیں اس کی شاہد ہیں کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی جمع بین الصلاتین کو بہ معنی مذکور جائز نہیں رکھتے، اور کیسے جائز رکھ سکتے ہیں جب کہ آنحضرت ﷺ اس کو تفریط و تقصیر فرماتے ہیں؟! اس لیے معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے یہ مراد نہیں کہ ایک نماز کو دوسری کے وقت میں پڑھے؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ بہ غرض سہولت ایک نماز مؤخر کر کے اس کے آخر میں اور دوسری کو مقدم کر کے اس کے اول وقت میں ادا کیا جائے؛ تاکہ صورتاً دونوں نمازیں جمع ہو کر سہولت بھی پیدا ہو جائے اور کسی نماز کو اپنے وقت سے نکال کر بہ حکم حدیث مرتکب تفریط و تقصیر بھی نہ ہونا پڑے، اس صورت سے دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض بھی باقی نہ رہے گا، اور یہ ہمارا من گھڑت قیاس یا اجتہاد نہیں؛ بلکہ مسلم ہی میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے بعض طرق میں اس کی

(۱) قال : جميع ما في هذا الكتاب من الحديث هو معمول به ، وبه أخذ بعض أهل العلم ما خلا حديثين : حديث ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف ولا سفر ولا مطر وقد بينا علّة الحديثين جميعاً في الكتاب . (کتاب العلل مع جامع الترمذی ۲/۲۳۳)

تصریح موجود ہے جو روایت مذکورہ سے چند ہی سطر کے بعد ہے: وہی ہذا: عن جابر بن زید عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ثمانياً جميعاً وسبعاً جميعاً، قلت: يا أبا الشعشاء! أظنه آخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العشاء، قال: وأنا أظن ذلك، رواه مسلم (۱) ترجمہ: حضرت جابر بن زید سے روایت ہے؛ وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعتیں — ظہر و عصر کی — ایک ساتھ اور سات رکعتیں — مغرب و عشاء کی — ایک ساتھ۔ میں نے عرض کیا: اے ابو الشعشاء! — کنیت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی (۲) — میرا خیال ہے کہ آپ نے ان نمازوں کو ایک کے وقت میں جمع نہیں کیا؛ بلکہ ظہر کو موخر اور عصر کو مقدم کیا ہوگا، اسی طرح مغرب کو موخر اور عشاء کو مقدم کیا ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس روایت نے صاف بیان کر دیا کہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں جمع بین الصلاتین سے اس کے سوا کچھ مراد نہیں کہ ایک نماز کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اسی کے اول وقت میں اس طرح ادا کیا گیا کہ جو سورۃ جمع ہوگئی، اسی وجہ سے حافظ الدین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو باوجود شافعی المذہب ہونے اور جمع بین الصلاتین کو جائز رکھنے کے اس روایت میں تسلیم کر لینا پڑا کہ اس میں جمع سے مراد وہی ہے جو حنفیہ کہتے ہیں، یعنی جمع سورۃ جس کی صورت اوپر مذکور ہوئی (۳) اس طرح اور جتنی روایات میں

(۱) الصّحيح لمسلم : ۲۴۶/۱، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز الجمع بين الصّلاتين في السّفر .

(۲) یہ حضرت ابن عباس کی کنیت نہیں ہے، بلکہ ابو الشعشاء جابر بن زید کی کنیت ہے، تقریب التّہذیب میں ہے: جابر بن زید، أبو الشعشاء الأزدي ثمّ الجوفي بفتح الجيم وسكون الواو بعدها فاء، البصري، مشہور بکنیتہ. (تقریب التّہذیب، ص: ۱۳۶، حرف الجيم، الرّقم: ۸۶۵)

(۳) وأجاب أبو حامد عن هذا الجمع بأنه جمع صوريّ وهو أن يؤخّر الأولى إلى آخر وقتها وتقدّم الثّانية عقبها في أوّل وقتها، وهذا قد جاء صريحاً في الصّحيحين عن عمرو بن دينار قال: قلت: يا أبا الشعشاء! أظنه آخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العشاء، قال: وأنا أظنّ ذلك. (الدّراية في تخريج أحاديث الهداية: ۱/۱۶۷، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافرين)

جمع کرنا ثابت ہوتا ہے سب میں یہی جمع صوری مراد ہے؛ تاکہ احادیث مذکورۃ الصدر کو جن سے عدم جواز جمع معلوم ہوتا ہے خلاف نہ پڑیں اور ان کو چھوڑنا نہ پڑے، اسی لیے قاضی شوکانی جو اہل ظاہر میں سے ہیں ظاہر حدیث پر چلتے ہیں کسی امام کے مقلد نہیں (۱) اور جن کی کتابوں کی تقلید اکثر عدم تقلید کے مدعی بھی کیا کرتے ہیں، اور ان کی تحریر و تقریر کا مغز انہیں کی کتابیں ہوتی ہیں۔ پہلے نیل الاوطار میں جمع بین الصلا تین کو جائز فرماتے ہیں (۲) لیکن جب تتبع روایات اور غور و تامل کی نوبت آئی تو اس سے رجوع کرتے ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ایک رسالہ تشنیف السمع فی إبطال أدلة الجمع (۳) تصنیف کیا ہے، جس میں جمع بین الصلا تین کی ادلہ کو باطل کر کے عدم جواز کی حقیقت ثابت کی ہے، اس وقت اتنی ہی گزارش پر اکتفا کیا جاتا ہے، امید کہ بہ نظر انصاف و تامل ملاحظہ فرما کر اپنے خیال سے رجوع فرمائیں گے اور اگر اس سے بھی تشفی نہ ہوئی تو ان شاء اللہ اس کے بعد مزید براں عرض خدمت کیا جائے گا، بہ شرطیکہ مقصود اس سے تحقیق حق سمجھی جائے، نہ کہ مجادلہ۔ واللہ یهدی من یشاء إلی سواء السبیل . فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۷۵-۸۱)

کیا ظہر و عصر ایک وقت میں پڑھنا درست ہے؟

سوال: (۸۱) اگر کوئی شخص ظہر اور عصر ایک ساتھ ایک وقت میں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ جب کہ اس کو اس بات کا خیال ہے کہ شروع عصر کے وقت سے اخیر وقت تک کاروبار دنیا سے

(۱) الأعلام میں ہے: الشوکانی (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ = ۱۷۶۰-۱۸۳۴م) محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی : فقیہ مجتہد من کبار علماء اليمن من أهل صنعاء وکان یری تحریم التقلید ، له ۱۱۴ مؤلفاً ، منها: نیل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار .

(الأعلام: ۶/۲۹۸، المطبوعة : دار العلم ، بیروت)

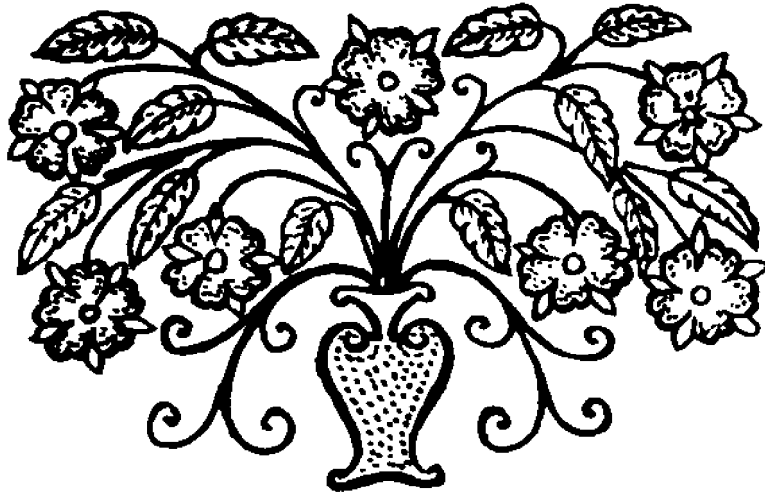
(۲) نیل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار: ۳/۸۸-۴۹، کتاب صلاة المريض ، أبواب الجمع

بین الصلا تین ، المطبوعة :

(۳) یہ رسالہ ہمیں نہیں ملا۔

فرصت نہ ملے گی، اگر جمع کرنا ظہر وعصر کا جائز ہے تو کب؟ (۶۰۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ظہر اور عصر ایک ساتھ ظہر میں پڑھنا درست نہیں ہے، اگر ایسا کیا تو صرف ظہر کی نماز ہوئی۔ عصر کی نماز اس کے ذمہ رہی۔ حنفیہ کے نزدیک حج میں عرفات کے سوا کہ وہاں ظہر اور عصر جمع کی جاتی ہے، اور ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہے، اور کہیں اور کسی وقت سفر و حضر میں جمع کرنا ظہر وعصر کا ظہر کے وقت میں درست نہیں ہے، اسی طرح مغرب وعشاء حنفیہ کے نزدیک سوائے مزدلفہ کے اور کہیں جمع نہیں ہو سکتی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۱/۲-۸۲)



(۱) ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافاً للشافعی وما رواہ محمود علی الجمع فعلاً، لا وقتاً، فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ وحرم لو عکس أي آخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلا لحاج بعرفة ومزدلفة.

(الدّر المختار علی ردّ المحتار: ۱/۳۵۴، کتاب الصّلاة)

اذان و اقامت کا بیان

مسجد میں اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۲) مسجد کے فرش پر کھڑے ہو کر اذان دینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵ھ/۷۰)

الجواب: اذان پنج گانہ مسجد کے فرش پر جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اونچی جگہ کھڑے ہو کر

مسجد سے باہر کہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۳/۲)

وضاحت: احسن الفتاویٰ میں ہے: آج کل عام طور پر لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مسجد میں اذان دی جائے یا کسی دوسری نیچی جگہ پر؛ رفع صوت بہر حال ہو جاتا ہے، اس لیے لاؤڈ اسپیکر پر مسجد کے اندر اذان دینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں معلوم ہوتی، نیز قاضی خان کی عبارت مذکورہ میں علی المِثْنَة أو خارج المسجد علی سبیل التردید سے معلوم ہوا کہ اذان علی المِثْنَة کی صورت میں خارج مسجد کی ضرورت نہیں، بلکہ عام تعامل یہی ہے کہ مِثْنَة فوق المسجد ہوتا ہے خارج مسجد نہیں ہوتا الخ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۹۴-۲۹۵، کتاب الصَّلَاة، باب الأذان والإقامة)

محمد امین پالن پوری

(۱) وينبغي أن يؤذن على المِثْنَة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان، والسَّنة أن يؤذن في موضع عالٍ يكونُ أسمعَ لجيرانه ويرفعُ صَوْتَهُ، ولا يُجْهَدُ نفسَه. (الفتاوى الهندية: ۱/۵۵، كتاب الصَّلَاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيةهما) ظفیر

اذان مسجد کے اندر ہو یا باہر؟

سوال: (۸۳) اذان مسجد کے فرش سے باہر ہونی چاہیے یا فرش مسجد پر؟ اکثر اشخاص یہ کہتے ہیں کہ مسجد سے باہر اذان نہ دینا چاہیے، فرش پر اذان کہنا چاہیے، مسجد سے باہر اذان کہنا منع ہے، اور اس کے ثبوت میں خطبہ سے قبل جواز اذان پڑھی جاتی ہے پیش کرتا ہے، یہ اذان مسجد میں کیوں ہوتی ہے؟ اس میں اور پنجگانہ اذان میں کیا فرق ہے؟ اور وہ مسجد کے اندر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اور اگر مسجد سے باہر کوئی اونچی جگہ بنا دی جاوے اس پر اذان کہی جاوے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۲۹۸۴ھ)

الجواب: سوائے خطبہ کے اذان کے باقی پنج گانہ نمازوں کے لیے اذان کسی بلند جگہ پر کہنا افضل ہے، اور مسجد سے خارج بہتر ہے، اگرچہ مسجد میں بھی جائز ہے، چنانچہ خطبہ جمعہ کی اذان مسجد میں پیش ممبر ہونا اس کی دلیل کافی ہے، اور بلند جگہ پر ہونا اذان کا اس لیے مشروع ہے کہ آواز دور تک پہنچ جاوے، اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں اذان پنج گانہ خارج عن المسجد ہوتی تھی، اور وجہ یہی تھی کہ بلند جگہ پر کہنے کی وجہ سے بعض مکانات متصل مسجد کی چھت پر اذان ہوتی تھی، پس اس زمانہ خیر الازمنہ کے اس فعل سے خارج عن المسجد اذان پنج گانہ کا ہونا افضل معلوم ہوا، لیکن ممانعت مسجد میں اذان کہنے سے بھی نہیں ہے، اور کوئی وجہ بھی ممانعت کی نہیں ہے کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہے اور اذان بھی ذکر اللہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۖ﴾ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۱۴) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۰/۲-۱۰۱)

کوئی اذان مسجد میں مکروہ نہیں

سوال: (۸۴) اذان پنج گانہ و جمعہ کی اذان (اور خطبہ کی اذان) (۲) مسجد میں جائز ہے،

(۱) عالمگیری میں ہے: ولا يؤذن في المسجد (۵۵/۱) اس کا منشاء یہ ہے کہ اولیٰ کے خلاف ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ جائز نہیں۔ ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

یا مکروہ؟ (۱۳۳۵/۹۰۱ھ)

الجواب: کوئی اذان مسجد میں مکروہ نہیں ہے، خصوصاً اذان خطبہ جمعہ مسجد میں خطیب کے سامنے مسنون ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۴/۲-۸۵)

صبح کی اذان کس وقت کہی جاوے؟

سوال: (۸۵) بعض لوگ بہ وقت ۲ بجے صبح کی اذان کہہ دیتے ہیں، صبح کی اذان کس وقت کہنی چاہیے؟ (۳۳/۲۰-۱۳۳۲ھ)

الجواب: صبح کی اذان کا وقت صبح صادق ہونے کے بعد ہوتا ہے، آج کل صبح صادق ۵ بجے ہوتی ہے، اس سے پہلے اذان نہ کہنی چاہیے، وقت سے پہلے اذان نہیں ہوتی، اگر وقت سے پہلے اذان کہی گئی تو لوٹائی جائے۔ درمختار میں ہے: فیهاد اذان وقع بعضہ قبلہ إلخ (۲) (شامی: ۱/۴۰۰) اور نیز درمختار میں ہے: وإنما يستحق ثواب المؤذنین إذا كان عالماً بالسَّنة والأوقات (۳) (ص: ۴۰۶) یعنی اذان کا ثواب اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ اذان طریق سنت کے موافق کہنا جانتا ہو اور وقت کو پہچانتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۳/۲-۱۲۴)

اذان یا تکبیر غلط کہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۶) کوئی شخص اذان یا تکبیر غلط کہے تو دوبارہ لوٹائی جائے یا نہیں؟

(۸۴/۲-۱۳۳۲ھ)

(۱) ویؤذن ثانیاً بین یدیہ أي الخطیب. (الدَّر المختار مع الشَّامی: ۳/۳۶، کتاب الصَّلَاة،

باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين یدی الخطیب) ظفیر

(۲) الدَّر المختار مع ردِّ المحتار: ۲/۴۶، کتاب الصَّلَاة، باب الأذان، مطلب في المواضع

التي يندب لها الأذان في غير الصَّلَاة.

(۳) الدَّر المختار مع ردِّ المحتار: ۲/۵۵، کتاب الصَّلَاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق

الجواب: لوٹائی جاوے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۰/۲)

مؤذن کی اجازت کے بغیر اذان کہنا

سوال: (۸۷) مؤذن و امام کی بغیر اجازت اذان کہنا اور امام ہونا کیسا ہے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: مؤذن و امام مقرر کی بلا اجازت اذان کہنا اور امام ہونا مکروہ ہے، اس سے احتراز

چاہیے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۲/۲-۱۲۳)

(۱) غلط اذان سے جب اذان مسنون ادا نہ ہوئی تو اس کا اعادہ ہوگا، جس طرح غیر عاقل بچہ کی اذان لوٹائی جائے گی۔ وصبی غیر العاقل إذا أذنوا يجب أن يعاد لعدم حصول المقصود إلخ ولو قدم في أذان أو إقامة شيئاً على محله يعود إلى الترتيب ولا يستأنف. (غنية المستملي، ص: ۳۲۶ فصل في صفة الصلاة) ظفیر

(۲) عن أبي مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكريمه إلا بإذنه، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۰۰، كتاب الصلاة، باب الإمامة، الفصل الأول)

وصح عن ابن عمر أن إمام المسجد مقدم على غير السلطان (إلى قوله) ولا على إمام الحي و رب البيت إلا بالإذن، قاله الطيبي. (مرقاة المفاتيح: ۱۷۵/۳، باب الإمامة) أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقاً وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة كما كره مشية في إقامته (الدّر المختار) قوله: (كره إن لحقه وحشة) أي بأن لم يرض به وهذا اختيار خواهر زاده، ومشى عليه في الدرر والخانية، لكن في الخلاصة إن لم يرض به يكره، و جواب الرواية أنه لا بأس به مطلقاً اهـ.

قلت: وبه صرح الإمام الطحاوي في مجمع الآثار معزياً إلى أئمتنا الثلاثة، وقال في البحر: ويدل عليه إطلاق قول المجمع، ولا نكرها من غيره فما في شرحه لابن ملك من أنه لو حضر ولم يرض يكره اتفاقاً فيه نظر اهـ وكذا يدل عليه إطلاق الكافي معللاً بأن كل واحد ذكر، فلا بأس بأن يأتي بكل واحد رجل آخر، ولكن الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم اهـ أي لحديث: "من أذن فهو يقيم" وتامه في حاشية نوح (الدّر المختار ورد المختار: ۵۹/۲ كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفیر

کیا مؤذن ہی کو تکبیر پڑھنا چاہیے؟

سوال: (۸۸) کیا مؤذن ہی کو تکبیر پڑھنا چاہیے، دوسرے کے لیے ممنوع ہے؟ اگر مؤذن ملازم مسجد ہو، اور اگر کوئی ملازم نہ ہو کبھی کوئی اذان کہتا ہو کبھی کوئی؟ (۱۳۳۸/۹۸۱)

الجواب: خواہ مؤذن تنخواہ دار اور معین ہو اور دائمی اذان کہتا ہو، یا ایسا نہ ہو، گاہ گاہ اذان کہتا ہو، بہر حال علاوہ مؤذن کے دوسرے شخص کو تکبیر کہنا درست ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ جس نے اذان کہی وہی تکبیر کہے، یا دوسرے کو اجازت دے دے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۷/۲)

ایک مسجد میں اذان کہہ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۹) عمر و ایک مسجد میں مؤذن ہے، اور وہ وہاں سے اذان کہہ کر چلا جاتا ہے، نماز کہیں اور پڑھتا ہے، یہ فعل کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۲۳۲)

الجواب: یہ فعل اچھا نہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۳/۲)

ایک مسجد میں اذان دے کر دوسری مسجد میں امامت کرانا کیسا ہے؟

سوال: (۹۰) بکر ایک مسجد میں مؤذن اور دوسری مسجد میں امام ہے، ایک مسجد میں اذان کہہ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اور اس مؤذن کے اذان کہنے میں تو کچھ نقص نہیں ہے؟ (۱۳۳۵/۲۳۲)

الجواب: اذان میں کچھ نقصان نہیں ہے، اور دوسری مسجد کا امام ہے تو وہاں امامت کرانا

(۱) حوالہ سابقہ ۱۲۔

(۲) ولكن الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم أه أي لحديث من أذن فهو يقيم .

(رد المحتار: ۵۹/۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في

المسجد) ظفیر

درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۴/۲)

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۱) ایک آدمی کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان (کہنا) (۲) درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو نماز کوئی مسجد میں پڑھے؟ (۲۸۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر ضرورت ہو درست ہے اور جہاں چاہے نماز پڑھے۔ فقط (۸۷-۸۸/۲)
وضاحت: اگر ضرورت ہو تو ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان کہنا درست ہے، بلا ضرورت ایک شخص کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔ ویکرہ أن يؤذن في مسجدین لأنه یكون فی أحدهما داعیاً إلى ما لا یفعل. (غنیة المستملی: ۱/۳۲۶، فصل فی صفة الصلوة)

یکرہ له أن يؤذن فی مسجدین (الدر المختار) لأنه إذا صلی فی المسجد الأول یكون متفلاً بالأذان فی المسجد الثاني إلخ. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۶۵، کتاب الصلوة، باب الأذان، قبیل مطلب هل باشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الأذان بنفسه) محمد امین
سوال: (۹۲) ایک مؤذن دو مسجدوں میں اذان کہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۲۶/۱۳۳۹ھ)
الجواب: یہ اچھا نہیں، مکروہ ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۹/۲)

نابالغ لڑکے کی اذان کب درست ہے؟

سوال: (۹۳) لڑکا کس قدر عمر ہونے سے اذان دے سکتا ہے؟ جو لڑکا آٹھ برس کا ہو اور

(۱) وکرہ خروجه من مسجد أذن فيه أو في غيره حتى یصلی لقوله عليه السلام: ”لا یخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق أو رجل یخرج لحاجة یرید الرجوع“. إلا إذا كان مقيم جماعة أخرى کإمام و مؤذن لمسجد آخر لأنه تکمیل معنی. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۵۷، کتاب الصلوة، باب إدراك الفریضة)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (کہنا) کی جگہ ”دینا“ ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) حوالہ: سابقہ جواب کی وضاحت میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

نماز پڑھتا ہو، اور پاکی ناپاکی کا خیال (خوب) (۱) رکھتا ہو، ایسا نابالغ لڑکا اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟
(۱۰۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: لڑکا اگر مراہق یعنی قریب البلوغ ہے تو اس کی اذان بلا کراہت (۲) بالاتفاق صحیح ہے، اور غیر مراہق عاقل ہو تب بھی ظاہر الروایہ میں کراہت نہیں ہے، اور بعض روایات میں مکروہ ہے، درمختار میں ہے: ویجوز بلا کراہة اذان صبيّ مراہق . وفي الشامي: (قوله: صبيّ مراہق) المراد به العاقل وإن لم يراهق ، كما هو ظاهر البحر وغيره ، وقيل: يكره ، لكنه خلاف ظاهر الرواية إلخ (۳) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۵/۲)

سوال: (۹۴) لڑکا نابالغ کو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۷۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: لڑکا نابالغ اگر مراہق یعنی قریب البلوغ ہے تو اس کی اذان بلا کراہت صحیح ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۴/۲)

سوال: (۹۵) بارہ برس کا لڑکا اگر اذان پڑھے تو کچھ حرج ہے یا نہیں؟ (۳۲/۸۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۷/۲)

نابالغ مراہق کی اذان درست ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے

سوال: (۹۶) نابالغ لڑکے کی اذان در صورت یا عدم صورت شخص بالغ جائز ہوگی یا نہیں؟ ہر دو صورت میں حکم سے معزز فرمائیے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

(۲) 'بلا کراہت' سے کراہت تحریمی کی نفی کرنا ہے، کراہت تنزیہی کی نفی مقصود نہیں، شامی میں ہے: (بلا کراہة) أي تحريمية لأنّ التنزيهية ثابتة لما في البحر عن الخلاصة أنّ غيرهم أولى منهم اهـ .

(الشامي: ۵۴/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق)۔ ۱۲ محمد امین

(۳) الدر المختار والشامي: ۵۴/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق .

(۴) حوالہ: سابقہ جواب میں اور بلا کراہت کا مطلب سابقہ حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: نابالغ لڑکے کی اذان مکروہ تنزیہی ہے، دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے، ادا ہو جاتی ہے، مگر کراہت تنزیہی کے ساتھ اور تفصیل اس میں یہ ہے کہ نابالغ مراہق کی اذان مکروہ تنزیہی ہے (۱) اور جو نابالغ بہت چھوٹا اور غیر عاقل بے سمجھ ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ کذا فی الشّامی (۲) (۱۱۶/۲-۱۱۷)

کلمات اذان صحیح ادا نہ کرنے والے کو مؤذن نہ رکھنا چاہیے

سوال: (۹۷) جاہل آدمی کو اذان دینا جس کی زبان سے الفاظ مثل پڑھے ہوئے کے نہ نکلتے

ہوں، جائز ہے یا نہ؟ (۲۰۴۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جو شخص اذان صحیح نہ کہہ سکے وہ اذان نہ کہے، اذان ایسے شخص سے کہلوانی چاہیے جو کلمات اذان کو صحیح کہے، خواہ پڑھا ہوا ہو یا نہ ہو (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۰۰)

(۱) ویجوز بلا کراہة اذان صبیّ مراہق (الدّر المختار) المراد بہ العاقل وإن لم یراہق کما ہو ظاہر البحر وغیرہ . وقولہ : (بلا کراہة) أي تحریمیّة لأنّ التّزہیّة ثابتة لما فی البحر عن الخلاصة أنّ غیرہم أولى منهم اھـ . (الدّر المختار والشّامی: ۵۴/۲، کتاب الصّلاة ، باب الأذان ، مطلب فی اذان الجوق) ظفیر

(۲) ویکرہ اذان جنب إلخ وسکران ولوبمباح کمعتوہ وصبیّ لایعقل (الدّر المختار) و ظاہرہ أنّ الکراہة تحریمیّة . (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۵۵-۵۶/۲، کتاب الصّلاة ، باب الأذان مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه) ظفیر

(۳) وإنّما یتحقّق ثواب المؤذّنین إذا کان عالماً بالسّنة والأوقات ولو غیر محتسب . (الدّر المختار) أي سنّة الأذان وأوقاته المطلوبة . (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۵۵/۲، کتاب الصّلاة ، باب الأذان ، مطلب فی اذان الجوق)

یکرہ اذان الجاهل والفساق لقولہ علیہ الصّلاة والسّلام: ”لیؤذن لکم خیار کم“ رواہ أبو داؤد إلخ، ویدخل فی الخیار أن لا یلحن فی الأذان؛ لأنّہ لا یحلّ لافی الأذان ولا فی القراءة وتحسین الصّوت مطلوب ولا تلازم بینہما إلخ وظهر من هذا أنّ التّلعین إخراج الحرف عمّا یجوز له فی الأداء إلخ . (غنیة المستملی: ص: ۳۲۴-۳۲۵، فصل فی صفة الصّلاة) ظفیر

زانی کی تکبیر کا حکم

سوال: (۹۸) جو شخص زانی ہو اور اپنے بیٹے کی زوجہ پر بدنیتی سے ہاتھ ڈالے اس کی تکبیر پڑھنے سے نماز میں کچھ نقصان آتا ہے یا نہیں؟ (۱۱/۷۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس شخص کے تکبیر پڑھنے سے نماز میں کچھ نقصان نہیں ہوتا (۱) فقط واللہ اعلم (۱۱۲/۴)

جو شخص پاکی و ناپاکی کی تمیز نہ کرتا ہو اور تلفظ غلط ہو اس کو مؤذن رکھنا

سوال: (۹۹) جس مؤذن کو پاکی وغیرہ کی تمیز نہ ہو اور اس کے الفاظ اذان بھی بالکل غلط ہوں، تو ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا درست نہیں، اس کی اذان کا لوٹانا درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۳/۲)

خنثی کی اذان و اقامت کا حکم

سوال: (۱۰۰) ایک شخص زنحہ ہے؛ نہ مرد ہے نہ عورت ہے، اور وہ اذان و تکبیر دیتا ہے، کیا اس کی اذان و تکبیر از روئے شرع درست ہے؟ (۱۲۲۳/۴۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر وہ خنثی مشکل نہیں ہے، اور مرد کی علامت اس کے اندر موجود ہے، تو اذان و تکبیر کہنا اور مردوں کی صف میں کھڑا ہونا اس کا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۳/۲)

(۱) فاسق کا اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے، لیکن اگر فاسق نے اذان و اقامت کہہ دی تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویکرہ اذان القاسق ولا یعاد . (الفتاویٰ الہندیہ: ۵۴/۱، کتاب الصلوة، الباب الثانی

فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن) محمد امین

(۲) ویستحب أن یكون المؤذن عالمًا بالسنة تقيًا فيكره أذان الجاهل والفاسق إلخ .

(غنية المستملي، ص: ۳۲۴) ظفیر

وضاحت: بخنثی اور زَنخا اس شخص کو کہتے ہیں جس میں مردانی اور زَنانی دونوں علامتیں ہوں، یا دونوں نہ ہوں — اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں مرد کی علامت غالب ہو؛ مثلاً ڈاڑھی نکلنا، مردوں کی طرح احتلام ہونا، عورت سے صحبت کرنا، وغیرہ تو وہ مرد ہے، اور اس کی اذان و اقامت بلا کراہت درست ہے، کیونکہ یہ تمام احکام میں مرد ہے — اور اگر اس میں عورت کی علامت غالب ہے؛ مثلاً پستان کا اُبھرنا، دودھ اُترنا، حیض آنا، حاملہ ہونا وغیرہ تو وہ عورت ہے، اور اس کی اذان و اقامت مکروہ ہے، اگر ایسے زَنخے نے اذان و اقامت کہی تو اذان لوٹائی جائے، اور اقامت نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ ایسا خنثی تمام احکام میں عورت ہے — اور اگر اس میں مرد یا عورت کی کوئی بھی علامت نہ پائی جاتی ہو، یا متضاد علامتیں پائی جاتی ہوں؛ مثلاً پستان اُبھرنا اور ڈاڑھی نکلنا، یا حیض آنا اور مردوں کی طرح احتلام ہونا تو ایسے زَنخے کی بھی اذان و اقامت مکروہ ہے، اس کی اذان لوٹائی جائے، اور اقامت نہیں لوٹائی جائے گی؛ کیونکہ یہ خنثی اس مسئلے میں عورت کے حکم میں ہے۔ شامی میں ہے: ویعاد اذان جنب ندباً، وقیل: وجوباً، لا إقامته لمشرعية تکراره في الجمعة دون تکرارها، وكذا اذان امرأة ومجنون ومعتوه وسکران وصبي لا یعقل، لا إقامتهم لما مرّ. (الدر المختار مع ردّ المحتار: ۵۶/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه) محمد امین پالن پوری

بے وضو اذان کہنے کا حکم

سوال: (۱۰۱) اگر کبھی اذان بلا وضو پڑھ دی جاوے تو درست ہے یا محلّہ والوں پر اس کا کچھ وبال ہے؟ (۱۷۸۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بے وضو اذان کہنا درست ہے کچھ مواخذہ اور وبال اس میں کسی پر نہیں ہے؛ البتہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ با وضو اذان کہے (۱) (۹۱/۲-۹۲)

سوال: (۱۰۲) امام مسجد بلا وضو اذان کہے، یا اذان کہہ کر حقہ پینے یا پیشاب پانخانہ کو چلا جاوے،

(۱) وينبغي أن يؤذن ويقیم علی طهر، فإن أذن علی غیر وضوء جاز؛ لأنه ذکر وليس بصلاة، فكان الوضوء فيه استحباباً كما في القراءة. (الهداية: ۹۰/۱، کتاب الصلاة، باب الأذان) محمد امین

یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۹۳۷ھ)

الجواب: کتب فقہ میں یہ ہے کہ اذان بے وضو مکروہ نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ کما فی الدر المختار: ویکرہ اذان جنب وإقامته، وإقامة محدث لا أذانه علی المذهب إلخ^(۱) لیکن شامی میں منقول ہے کہ اذان با وضو کہنا (مستحب) ہے (۲) شامی میں ہے: ثم اعلم أنه ذکر فی الحاوی القدسی: من سنن المؤذن: کونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنن والأوقات مواظباً علیہ محتسباً متطهراً مستقبلاً إلخ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ با وضو اذان کہنا سنت اور مستحب ہے، پس عادت کر لینا ہمیشہ بے وضو اذان کہنے کی برا ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے، باقی اگر اذان با وضو کہہ کر پھر ضرورت پیشاب پانخانہ کی ہو تو رفع حاجت کرنا ضروری ہے، اور حقہ پینا اصل سے اچھا نہیں ہے، اس سے بھی احتراز اولیٰ ہے۔ (اگر حقہ پئے تو مسجد میں آنے سے پہلے منہ اچھی طرح صاف کر لے، تاکہ اس کی بدبو سے کسی کو اذیت نہ ہو۔ ظفیر)۔ فقط

(۱۰۳-۱۰۲/۲)

سوال: (۱۰۳) اذان بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۴ھ)

الجواب: جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ با وضو اذان کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۱/۲)

جمعہ کی اذان استواء کے وقت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۰۴) جمعہ کی اذان نصف النہار میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اذان قبل الوقت درست نہیں ہے، اس لیے فقہاء اعادہ کا حکم فرماتے ہیں (۴) اور

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵-۵۶، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی المؤذن إذا کان غیر محتسب فی أذانه.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (مستحب) کی جگہ ”مسنون“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۷/۲، کتاب الصلوة، باب الأذان.

(۴) وهو سنة..... مؤکدة..... للفرائض الخمس فی وقتها إلخ فیعاد اذان وقع بعضه قبله.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۴۵-۴۶، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی المواضع

التي یندب لها الأذان فی غیر الصلوة) ظفیر

وقت جمعہ کا مثل ظہر کے بعد زوال کے شروع ہوتا ہے، لہذا اذان جمعہ بعد زوال کے ہونی چاہیے، قبل زوال درست نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۶/۲)

جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے جو اذان کہی جاتی ہے

اس کو خطیب کے سامنے مسجد میں کہنا مسنون ہے

سوال: (۱۰۵) سنن ابی داؤد کی وہ حدیث جس سے روز جمعہ اذان دوم دروازہ مسجد پر کہنا ثابت کیا جا رہا ہے، وہ صحیح ہے یا ضعیف؟ یا کیا درجہ رکھتی ہے؟ (۳۳/۲۱۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اذان دوم جمعہ ممبر کے پاس خطیب کے سامنے ہونا مسنون ہے، درمختار میں ہے: و یؤذن ثانیاً بین یدیه أي الخطیب إلخ إذا جلس علی المنبر قوله: (ویؤذن ثانیاً بین یدیه إلخ) أي علی سبیل السنّة (۲) پس حنفیہ کے لیے یہ حجت کافی ہے، اور حدیث ابوداؤد کے متعلق بحث اور تفصیل مطولات میں ہے، مقلدین کو اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، کتب فقہ کے موافق مسائل پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۴/۲)

سوال: (۱۰۶) اذان ثانی جو خطبہ کے وقت خطیب کے روبہ رو ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ اور خلفاء کے عہد میں یہی طریقہ تھا یا کیا؟ (۲۹۴۶/۱۳۳۱ھ)

الجواب: اسی طرح سے کہی جاتی تھی۔ ویؤذن ثانیہما بین یدیه أي علی سبیل السنّة (۳) (شامی) پس لفظ علی سبیل السنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق سنت کے موافق ہے اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

(۱) وجمعة کظہر أصلاً واستحباً فی الزّمانین لأنّها خلفه . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲۴/۱، کتاب الصّلاة، مطلب فی طلوع الشّمس من مغربها) ظفیر

(۲) الدّر المختار و ردّ المحتار: ۳۶/۳، کتاب الصّلاة، باب الجمعة، قبل مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب .

(۳) الدّر المختار و ردّ المحتار: ۵۲/۲، کتاب الصّلاة، باب الأذان، قبیل مطلب فی أذان الجوق

خطبہ کی اذان مسجد میں ہونی چاہیے

سوال: (۱۰۷) اگر بیرون مسجد اذان جمعہ دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مسجد کے اندر اور مسجد سے باہر اذان دینا برابر زمانہ رسول اللہ ﷺ سے اب تک جاری ہے، خطبہ کی اذان مسجد میں ہوتی ہے (۱) اور باقی نمازوں کی اذان مسجد سے باہر، اور مسجد کے اندر جائز ہے، اور منارہ پر اذان کا ہونا فقہاء نے مشروع لکھا ہے، اور ظاہر ہے کہ منارہ خارج از مسجد ہوتا ہے، اس کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۸/۲)

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور دعائے ماثورہ پڑھنا مکروہ ہے

سوال: (۱۰۸) اجابت اذان ثانی جمعہ و بعد اودعا: اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ إلخ خواندن جائز است یا نہ؟ (۱۸۷۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: صحیح ایں است کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ است، وہم چنین دعائے ماثور: اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۹/۲-۱۰۰)

ترجمہ سوال: (۱۰۸) جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا اور اس کے بعد دعا: اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ إلخ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) وإذا جلس الإمام على المنبر أذن المؤذنون بين يديه الأذان الثاني للتوارث . (غنية المستملي: ص: ۲۸۳، فصل في صلاة الجمعة ، البحث الثاني) ظفیر

(۲) وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد. (الفتاوى الهندية: ۵۵/۱، كتاب الصلاة الباب الثاني في الأذان ، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيةهما) ظفیر

(۳) وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب . (الدر المختار مع رد المحتار: ۶۴/۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد . وإجابة الأذان حينئذٍ مكروهة. (رد المحتار: ۳۴/۳، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب) ظفیر

الجواب: صحیح یہ ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا مکروہ ہے، اور اسی طرح دعائے ماثورہ اللہم ربّ هذه الدّعوة إلخ بھی۔

جب جمعہ کی پہلی اذان ایک نے اور دوسری

اذان دوسرے نے کہی تو تکبیر کون کہے؟

سوال: (۱۰۹) جمعہ کے روز اذان اول ایک شخص نے کہی، اور اذان جمعہ منبر کے سامنے کی دوسرے نے، تو تکبیر کہنا کس کا حق ہے؟ (۸۴۷/۳۳-۳۳۳۲ھ)

الجواب: دونوں میں سے جو چاہے تکبیر کہہ دے (اور کوئی تیسرا شخص تکبیر کہہ دے) (۱) تب بھی کچھ حرج نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۰/۲)

اذان ثانی سے پہلے استووا رحمکم اللہ کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۱۰) وقت خطبہ کے اذان سے پہلے استووا رحمکم اللہ کہنا کیسا ہے؟

(۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وقت خطبہ کے جو اذان خطیب کے سامنے ہو اس کے شروع میں اس لفظ کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں، البتہ اگر امام بوقت تکبیر تحریمہ ایسا کہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط (۱۲۹/۲)

اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں

سوال: (۱۱۱) بعد اذان رفع یدین کر کے مناجات کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۹/۱۳۳۲ھ)

الجواب: خصوصیت کے ساتھ اس موقع پر رفع یدین ثابت نہیں ہے، اگرچہ عموماً دعا میں

(۱) توسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

(۲) وفي الفتاوى الظهيرية: والافضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز.

(البحر الرائق: ۱/۴۴۷، کتاب الصلوة، باب الأذان)

رفع یدین کا مستحب ہونا اس کے استحباب کو بھی مقتضی ہے، مگر معمول نہیں ہے (۱) فقط (۱۱۰/۲)
 سوال: (۱۱۲) اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھے، مسنون کیا ہے؟ (۱۰۵۴/۱۰۳۳ھ)
 الجواب: ہر طرح درست ہے، عمل بلا رفع یدین ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۵/۲)

خطبہ کی اذان کا جواب دینا ثابت نہیں

سوال: (۱۱۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ کی اذان کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(۱) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:

امام العصر علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے بھی یہ ہے کہ اذان کی دعا میں عدم رفع مسنون ہے: المسنون في هذا الدعاء ألا ترفع الأيدي ، لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم رفعها إلخ .
 (فيض الباري على صحيح البخاري: ۲/۱۶۷، كتاب الأذان ، باب الدعاء عند النداء)
 اور آپ نے بھی نیل الفرقدين (في مسئلة رفع اليدين، ص: ۱۳۳، مطبوعہ: جید برقی پریس، دہلی) میں حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے قریب قریب تحقیق بیان فرمائی ہے؛ جسے فیض الباری (۲/۱۶۷) میں نقل کیا گیا ہے۔ ما ملخصه : أنَّ أكثر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم كان على شاكلة الذكر، لا يزال لسانه رطباً به ، و يبسطه على الحالات المتواردة على الإنسان ومثل هذا في دوام الذكر على الأطوار والتارات لا ينبغي له أن يقصر أمره على الرفع إلخ .

احقر عرض کرتا ہے کہ اذان کے بعد کا وقت احادیث میں ”محل اجابت دعا“ میں شمار کیا گیا ہے، اور اپنی حاجات کے لیے دعا کرنے کا امر بھی وارد ہوا ہے۔ عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه أنَّ رجلاً قال : يا رسول الله ! إِنَّ الْمُؤَذِّنَ يَفْضُلُونَا ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ ، فإذا انتهيتَ فسلْ تُعْطَ (سنن أبي داود، ص: ۸/۷، كتاب الصلاة ، باب ما يقول إذا سمع المؤذن) لہذا اگر کوئی شخص اذان کے بعد صرف دعائے ماثورہ پڑھنا چاہتا ہو تو عدم رفع افضل ہے؛ جیسا کہ حضرت مجیبؒ (تھانوی) اور علامہ کشمیریؒ کی رائے ہے، لیکن اگر کسی کو دعائے ماثورہ کے علاوہ اپنی حاجات کے لیے بھی دعا کرنا ہے تو اس کے لیے رفع یدین افضل ہے، اسی قاعدے سے جو حضرت مجیبؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم سعید احمد پالن پوری (امداد الفتاویٰ، ۱/۱۶۴-۱۶۵، كتاب الصلاة ، باب الأذان والإقامة ، سوال نمبر: ۱۶۲، حاشیہ نمبر: ۱) محمد امین پالن پوری

الجواب: درست نہیں۔ کما فی الدر المختار: وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۳/۲)

سوال: (۱۱۴) جمعہ کے روز منبر کے رو بہ رو جواز ان کہی جاتی ہے اس کے جواب دینے کو درمختار نے مکروہ لکھا ہے، مگر اس کے حاشیہ رد المحتار یعنی شامی اور طحاوی وغیرہ فقہائے محققین نے ترجیح دی ہے یا کہ اس کے خلاف جواب دینے کو استحباب ثابت کیا ہے اور ترجیح و تائید جواب دینے کو دی ہے۔ (۱۳۳۶-۳۵/۱۷۴۹ھ)

الجواب: أقول: لكن في الشامي، باب الجمعة: والظاهر أن مثل ذلك يقال أيضاً في تلقين المُرَقِّي الأذان للمؤذن، والظاهر أن الكراهة على المؤذن دون المُرَقِّي لأن سنة الأذان الذي بين يدي الخطيب تحصل بأذان المُرَقِّي فيكون المؤذن مجيباً لأذان المُرَقِّي، وإجابة الأذان حينئذ مكروهة إلخ (۲) (ص: ۵۵۱، شامی: جلد اول) وفيه أيضاً: وذكر الزيلعي أن الأحوط الانصات (۳) فقط (حاصل یہ ہے کہ اذان ثانی کا جواب دینا مکروہ ہے۔ ظفیر) (۹۱/۲)

سوال: (۱۱۵) جواز ان کہ جمعہ کے روز منبر کے پاس ہوتی ہے، اس کا جواب مقتدیوں کو بناء بر مذہب صحیح و مفتی بہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۴/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد.

(۲) رد المحتار: ۳۴/۳، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب.

(۳) رد المحتار: ۳۲/۳، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة.

(۴) تنوير الأبصار مع الشامي: ۳۱-۳۲/۳، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة.

هذا لفظ حديث ذكره في الهداية مرفوعاً لكن في الفتح أن رفعه غريب، والمعروف كونه من كلام الزهري، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه عن علي وابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهم كانوا يكرهون الصلاة والكلام بعد خروج الإمام، والحاصل أن قول الصحابي حجة يجب تقليده عندنا إذا لم ينفه شيء آخر من السنة. (الشامي: ۳۱/۳، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة)

اور علامہ شامی کے حکم بالکراہہ کا کیا مطلب ہے؟ جو انہوں نے مجیب اذان منبری پر بناء بر مذہب امام ابوحنیفہؒ کے لگایا ہے، نیز کلام سے مراد دینی ہے یا دنیوی؟ اور اگر جواب دینا جائز نہیں تو پھر حدیث معاویہؓ کا کیا مطلب ہے؟ جس کو بخاریؒ نے کتاب الجمعة، باب یجیب الإمام بلسانہ میں روایت کیا ہے؛ جس میں اذان منبری کے جواب کی تصریح موجود ہے (۱) علاوہ ازیں احادیث کثیرہ اجابت اذان کے بارے میں وارد ہیں؛ جو اپنے عموم کے اعتبار سے اجابت اذان منبری کو بھی شامل ہیں پھر حکم کراہت کیسا؟ و نیز کوئی ایسا صحیح و صریح مخصص بھی موجود نہیں ہے جس سے احادیث عموم کی تخصیص کر لی جائے، اور اذان منبری کے جواب کو مستثنیٰ کر دیا جائے، اوپر حنفیہ وجوب اجابت کے بھی قائل ہیں، نیز إذا خرج إلخ امام زہریؒ کا قول ہے، لہذا احادیث متصلۃ الاسناد کا مخصص و معارض نہیں ہو سکتا تاکہ ان کا عموم باطل کر سکے جو احادیث کا منطوق صریح ہے، ادھر صحابہؓ سے کنا نتحدث وغیرہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ خروج امام کے بعد اور قبل شروع خطبہ تحدّث پایا جاتا تھا۔ (۱۳۳/۱۳۳ھ)

الجواب: اذان جمعہ بین یدی الخطیب کا جواب دینا بہ مذہب رائج و احوط و اصح درست نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ كما في الدر المختار: وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب إلخ (۲) (باب الأذان) وفي باب الجمعة من رد المحتار: وإجابة الأذان حينئذ مكروهة إلخ (۳) اور کلام کو عام رکھنا احوط ہے کما ہو منقول عن علی و ابن عباس و ابن عمر اور مقتضائے

(۱) عن أبي أمامة قال: سمعت معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه وهو جالس على المنبر أذن المؤذن فقال: الله أكبر الله أكبر، فقال معاوية: الله أكبر الله أكبر، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله، فقال معاوية وأنا، قال: أشهد أن محمداً رسول الله، قال معاوية وأنا، فلما أن قضى التاذين، قال: يا أيها الناس! إنني سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم على هذا المجلس حين أذن المؤذن يقول: ما سمعتم مني من مقالي. (صحيح البخاري: ۱/۱۲۵،

كتاب الجمعة، باب يجيب الإمام على المنبر إذا سمع النداء، رقم الحديث: ۹۱۴)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۴، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد.

(۳) رد المحتار: ۳/۳۴، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب.

احادیث صحیحہ بھی یہ ہے۔ لما أخرج السَّيِّدَةُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا قُلْتَ لَصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ وهذا يفيد بعبارة منع الأمر بالمعروف مع أنه واجب ، وبدلالته منع صلاة النفل والقراءة والاذكار لأنه إذا منع الواجب فالنفل أولى بالمنع ، ويرجح على سائر الأحاديث الدالة على جواز تحية المسجد أو إباحة الكلام لأنه محرم والمحرّم مرجح على المباح إلخ (۱) اور اس میں اگرچہ قید والإمام يخطب کی ہے، مگر قبل شروع فی الخطبہ بعد صعود علی المنبر بھی یہ حکم ہونا ظاہر ہے لأنّ الكلام قد يمتدّ طبعاً فإنّ الكلام يجرّ الكلام فكان المنع أحوط (۱) (شرح المنية للحلي) وفيه قبيله: وإذا صعد الإمام على المنبر يجب على الناس ترك الصلاة النافلة لما تقدم من كراهتها عند الخطبة ، ويجب ترك الكلام أيضاً عند أبي حنيفة، وقالوا: يباح الكلام حتى يشرع في الخطبة إلخ (۱) والخلاف في كلام يتعلق بالآخرة أما غيره فيكره إجماعاً (۲) (الدر المختار) ولأبي حنيفة ما ذكر ابن أبي شيبة في مصنفه عن عليّ وابن عباس وابن عمر كانوا يكرهون الصلاة والكلام بعد خروج الإمام ولأنّ الكلام أيضاً قد يمتدّ طبعاً فإنّ الكلام يجرّ الكلام فكان المنع أحوط (۱) (صفحہ: ۵۱۹، شرح المنية: الكبير)

اور حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس اذان کی اجابت کو قیاس کیا ہے دیگر اوقات کی اذان کی اجابت پر (۳) جیسا کہ بعد اجابت اذان ان کا یہ فرمانا: یا أيُّها الناس إنی

(۱) غنية المستملي في شرح منية المصلي المعروف بالحلي الكبير: ۴۸۲، فصل في صلاة الجمعة ، الشرط السادس .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۳، كتاب الصلاة ، باب الجمعة ، قبل مطلب في حكم المرقى بين يدي الخطيب .

(۳) حدیث معاویہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تعلیم کی غرض سے جہراً جواب دیا تھا، جیسے آنحضرت ﷺ کا جہراً آمین کہنا تعلیم کی غرض سے تھا، چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے آمین کہی اور آمین کہتے وقت اپنی آواز کھینچی اتنی کہ میں نے سنی، جہاں تک میں سمجھتا ہوں آنحضرت ﷺ کا مقصد مجھے تعلیم دینا تھا، حضرت وائل کے الفاظ یہ ہیں: فقال: آمین ، يمدّ بها صوته ، ما أراه إلا ليعلمنا . (كتاب الأسماء والكنى: ۱/۱۹۷، بہ حوالہ، معارف السنن ۲/۴۰۶) ==

سمعتُ رسولَ الله صَلَّى الله عليه وسلّم على هذا المجلس حين أذن المؤذن يقول :
 ما سمعتم مني من مقالتي (۱) اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہ وقت
 اذان ثانی جو بین یدی الخطیب ہوتی ہے اس موقع پر نہیں ہو سکتی جس کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
 نے اشارہ کیا ہے بلکہ آنحضرت ﷺ اس وقت منبر پر تھے تو معلوم ہوا کہ یہ دوسرے اوقات کا
 حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ذکر فرماتے ہیں تو جب کہ صحابہ جلیل القدر مثل علی وابن عباس وابن عمر؛ حضرت
 معاویہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل کے خلاف کے عامل تھے، اور بہ وقت صعود امام علی المنبر صلاۃ وکلام کو
 مطلقاً مکروہ سمجھتے تھے تو ان کبار صحابہ کا عمل رائج ہوگا۔

اور پھر میخ و محرم کے تعارض کا مقتضا بھی ترجیح کراہت و حرمت ہے، اور جو جواب حضرت معاویہ
 رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا دیا گیا ہے وہی جواب جملہ روایات والہ علی استحباب الاجابۃ او وجوبہا کا ہے، اور
 حنفیہ وجوب یا استحباب اجابت سے خود اس موقع کو مستثنیٰ فرماتے ہیں، اور یہ اوپر معلوم ہوا کہ إذا
 خرج الإمام الخ محض زہری کا قول نہیں ہے، بلکہ صحابہ کبار سے بھی یہ منقول ہے اور قول صحابی ایسے
 موقع پر بہ حکم مرفوع ہوتا ہے کما بین (فی) موضعه (۲) اور بعض صحابہ کا کنا نتحدث (۳) وغیرہ فرمانا

== نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: کنا نعرف انقضاء صلاة رسول الله صلى
 الله عليه وسلّم بالتكبير. (الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۷، كتاب المساجد، باب الذكر بعد الصلاة)
 اس کی بھی توجیہ حضرت امام شافعیؒ نے یہی فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو ذکر کی تعلیم دینے کے
 لیے چند دنوں تک جہراً تکبیر کہی ہے، امام نوویؒ مسلم شریف کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں: حمل الشافعي
 رحمه الله تعالى هذا الحديث على أنه جهر وقتاً يسيراً، حتى يعلمهم صفة الذكر، لا أنهم
 جهروا دائماً. (شرح المسلم للنووي: ۱/۲۱۷، كتاب المساجد، باب الذكر بعد الصلاة) ۱۲
 محمد امین پالن پوری

(۱) اس حدیث کی تخریج اوپر گزر چکی ہے۔ ۱۲

(۲) والرفع قد يكون صريحاً وقد يكون حكماً أما حكماً فكأخبار الصحابي الذي لم
 يخبر عن الكتب المتقدمة ما لا مجال فيه للاجتهاد الخ. (المقدمة للشيخ عبد الحق
 الدهلوي مع مشكاة المصابيح، ص: ۳)

(۳) عن الزهري قال: أخبرني ثعلبة بن أبي مالك القرظي وقد أدرك عمر بن الخطاب رضي
 الله عنه قال: كنا نتحدث حتى يجلس عمر بن الخطاب رضي الله عنه على المنبر ==

حضرت علی و ابن عباس و ابن عمرؓ کے قول و فعل پر راجح نہیں ہو سکتا، الغرض احوط انصات ہے۔ کما ذکر الزیلعی أنّ الأحوط الإنصات (۱) (شامی) فقط (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

قضاء نمازوں کے لیے اذان و اقامت کہی جائے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۶) گھر میں اور صحرا میں فائتہ نمازوں کے لیے اذان و اقامت کا کیا حکم ہے؟

(۱۵۴۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: گھر میں یا صحرا میں فوائت (نمازوں) (۲) کے لیے اذان و اقامت مسنون ہے، درمختار میں کہا کہ پہلی فائتہ کے لیے اذان مسنون ہے، اور باقی کے لیے اختیار ہے، لیکن کہنا اذان کا نہ کہنے سے بہتر ہے (۳) اور اقامت کل کے لیے مسنون ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۶/۲)

سوال: (۱۱۷)..... (الف) اگر صبح کی نماز قضاء ہوگئی، اور ظہر کے وقت قضا کرنے کا موقع ملا

تو اذان کہہ کر نماز پڑھنی چاہیے یا بلا اذان؟

== حتیٰ يقضي المؤذن تأذینه ويتكلم عمر، فإذا تكلم عمر انقطع حديثنا فصمتنا، فلم يتكلم أحد منا حتى يقضي الإمام خطبته. (السّنن الكبرى للبيهقي، ص: ۲۸۲/۳، باب يحول الناس وجوههم إلى الإمام ويسمعون الذكر، رقم الحديث: ۵۷۱۷، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(۱) رد المحتار: ۳/۳۲، کتاب الصّلاة، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة.

(۲) لفظ 'نمازوں' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحبؒ نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۳) یہ جب ہے کہ بستی کے لوگوں کو تشویش نہ ہو، اگر تشویش ہوتی ہو تو اذان آہستہ کہے یا تکبیر پر اکتفا کرے۔ ۱۲

محمد امین

(۴) ویسنّ أن يؤذن و یقیم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء، لا بیته منفرداً، و کذا یسنّ لأولی الفوائت لا لفاسدة، و یخیّر فيه للباقي لو في مجلس و فعله أولى، و یقیم للکل (الدّر المختار) أي لا یخیّر في الإقامة للباقي بل یکره ترکها. (الدّر المختار و رد المحتار:

۵۳/۲، کتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق) ظفیرؒ

(ب) اگر نماز پنج وقتی قضاء ہوگئی (ہو) (۱) تو کل اوقات میں اذان کہنے کی ضرورت ہے یا ایک ہی وقت؟ (۵۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) تنہا شخص کی اگر نماز فوت ہوگئی تو وہ بلا اذان اور اقامت کے اس کو قضاء کرے۔

(ب) اگر قضاء میں جماعت ہو تو پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جاوے، باقی نمازوں کے لیے اختیار ہے کہہ یا نہ کہہ، اور اقامت سب کے لیے کہی جاوے (۲) فقط (۳۵۹/۴-۳۶۰)

قضاء نماز اور وتر کے لیے اذان و تکبیر کہنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱۸) زید قضاء نمازوں کو مسجد میں آہستہ اذان و تکبیر کہہ کر اس نیت سے ادا کرتا ہے مثلاً چار رکعت فرض ظہر (قضاء) (۳) پڑھتا ہوں، اس صورت میں اذان و تکبیر کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور وتر کے لیے اذان و تکبیر کہی جاوے یا نہیں؟ (۱۱۹۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو نماز تنہا مسجد میں قضاء کرے تو اس کے لیے اذان و اقامت مشروع نہیں ہے، اور نیت مذکورہ سے قضاء نماز ہو جاتی ہے، اور وتر کے لیے بھی اذان و اقامت نہیں ہے (۴) (۳۴۴/۴)

خواتین قضاء نمازوں کے لیے اذان و تکبیر نہ کہیں

سوال: (۱۱۹) قضا نماز کے لیے تکبیر کہنا اور اذان کہنا چاہیے یا نہیں؟ مرد و عورت میں کچھ

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) حوالہ، سابقہ جواب کے حاشیہ (۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) وهو سنة..... مؤکدة..... للفرائض الخمس في وقتها ولو قضاء..... لايسن لغيرها كعيد (الدّر المختار) قوله: (كعيد) أي وتر وجنازة وكسوف واستسقاء و تراويح . (الدّر المختار ورد المحتار: ۲/۴۵-۴۶، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة) ظفیر

فرق ہے یا نہیں؟ (۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قضا نماز کے لیے تکبیر و اذان کہے اگر جماعت سے پڑھے، مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان و تکبیر نہ کہے (۱) اور عورتیں بھی نہ کہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۹/۲)

مکان، دکان اور جنگل میں نماز پڑھنے والے

کے لیے اذان و اقامت کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۲۰) اگر کوئی شخص نماز پنج گانہ مکان میں یا دکان یا جنگل میں پڑھے تو اذان و تکبیر کہنا کیسا ہے؟ (۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جماعت سے پڑھے تو اذان و تکبیر کہے، اکیلے کو ضروری نہیں، اور اگر کہے تو کچھ حرج نہیں (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۹/۲)

فجر کی نماز قضاء ہو جائے تو اذان میں الصّلاة خیر من النّوم کہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۱) اگر فجر کی نماز قضاء ہو جائے، اور اس کو پڑھتے وقت اذان کہی جائے تو اس میں

(۱) وَيُسَنُّ أَنْ يُؤْذَنَ وَيُقِيمَ لِفَاتِيَةِ رَافِعًا صَوْتَهُ لَوْ بِجَمَاعَةٍ، قَوْلُهُ: (لَوْ بِجَمَاعَةٍ إِنْ خَلَا) أَيِ فِي غَيْرِ الْمَسْجِدِ بِقَرِينَةٍ مَا يَذْكُرُهُ قَرِيبًا مِنْ أَنَّهُ لَا يُؤْذَنُ فِيهِ لِلْفَاتِيَةِ. (الدَّرُّ الْمُخْتَارُ وَرَدُّ الْمُحْتَار: ۵۳/۲، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْأَذَانِ، مَطْلَبُ فِي أَذَانِ الْجَوَقِ)

وفيه: لَا يَسَنُّ فِيمَا يَقْضَى مِنَ الْفَوَائِتِ فِي مَسْجِدٍ. (الدَّرُّ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ

الْمُحْتَار: ۵۴/۲، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْأَذَانِ)

(۲) وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ. (الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ: ۵۳/۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، الْبَابُ الثَّانِي فِي الْأَذَانِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ فِي صِفَتِهِ وَأَحْوَالِ الْمُؤْذِنِ)

(۳) قَوْلُهُ: (لِلْفَرَائِضِ) وَأَرَادَ بِهَا الْمُؤْذِيَّاتِ فِي الْمَسَاجِدِ، فَلَا يَسَنُّ لَهَا إِذَا أُدِّيتْ فِي الْبُيُوتِ لِأَنَّهُ لَا يَكْرَهُ تَرْكُهَا لِمَصْلُحَةٍ فِي بَيْتِهِ وَكَذَا لِمَصْلُحَةٍ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ. (حَاشِيَةُ الطَّحْطَاوِيِّ عَلَى الدَّرِّ الْمُخْتَارِ: ۸۴/۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْأَذَانِ)

الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا مسنون ہے یا نہ؟ (۲۱۰۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نماز فجر اگر قضاء ہوئی اور جماعت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہے تو اذان کہنا اس کے لیے سنت ہے، اور اذان ویسی ہی ہونی چاہیے جس طرح صبح کی اذان ہے، یعنی مع الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کے، كما يفيدہ إطلاق قول القهستاني: وَيُسَنُّ أَنْ يُؤْذَنَ وَيُقِيمَ لِفَائِتَةٍ رَافِعًا صَوْتَهُ لَوْ بِجَمَاعَةٍ أَوْ صَحْرَاءَ إلخ (۱) (الدَّرَّ الْمُخْتَار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۶/۲)

فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ زیادہ کرنے کی حکمت

سوال: (۱۲۲) فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کیوں زیادہ ہے؟ (۱۵۴۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ زیادہ ہونا حدیث سے ثابت ہے (۲) اور وہ وقت چونکہ غفلت اور نیند کا ہے اس وجہ سے یہ کلمات اس وقت کہنا مستحب ہے، کیونکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نماز بہتر ہے سونے سے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۹/۲)

ہاتھ چھوڑ کر یا غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے اذان دینا خلاف سنت ہے

سوال: (۱۲۳) اذان اکثر ہاتھ چھوڑ کر یا ایک ہاتھ کان پر رکھ کر جدھر کو چاہے منہ کر کے دینا

درست ہے یا نہیں؟ (۱۷۵۶/۱۳۳۸ھ)

(۱) الدَّرَّ الْمُخْتَار مع رد المحتار: ۵۳/۲، کتاب الصَّلَاةِ، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق .

(۲) عن أبي محذورة رضي الله عنه يقول: ألقى عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم الأذان حرفاً حرفاً وكان يقول في الفجر: ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“. (سنن أبي داود، ص: ۷۳، كتاب الصَّلَاةِ، باب كيف الأذان) محمد امين

(۳) ويقول: ندباً بعد فلاح أذان الفجر ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ مرتين لأنه وقت نوم. (الدَّرَّ الْمُخْتَار مع رد المحتار: ۴۹/۲، كتاب الصَّلَاةِ، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان) ظفیر

الجواب: یہ خلاف سنت ہے، مگر اذان ہو جاتی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۹۸)

کانوں میں انگلیاں ڈالنا ہر اذان میں مستحب ہے

سوال: (۱۲۴) ادخال سبائتین عند الاذان مخصوص باستحباب باذان مسجد است یا کہ بہ ہمہ مکانات کہ در غیر مسجد در آں بہ اذان نماز خواندہ شود؟ (۲۹/۱۹۷-۱۳۳۰ھ)

الجواب: بہ ہمہ اذانہا مستحب است کما ہو مفاد الإطلاق (۱) فقط واللہ اعلم (۲/۱۲۸-۱۲۹)
ترجمہ سوال: (۱۲۴) اذان کے وقت کانوں میں انگلی ڈالنے کا استحباب مسجد کی اذان کے ساتھ خاص ہے یا مسجد کے علاوہ بھی ہر اس جگہ میں (مستحب ہے) جہاں اذان کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے؟

الجواب: تمام اذانوں میں مستحب ہے، جیسا کہ نصوص کے اطلاق سے مستفاد ہوتا ہے۔ فقط

اذان و اقامت میں لفظ اللہ میں ہاء کے بعد واو کا اضافہ غلط ہے

سوال: (۱۲۵) اذان اور نماز میں اللہ اکبر کہنا چاہیے یا اللہ ہو اکبر؟ (۶۹۳/۱۳۳۹ھ)
الجواب: اللہ اکبر پڑھنا چاہیے، اللہ کی ہاء کے آگے واو نہ بڑھانا چاہیے (۲) فقط (۲/۹۸-۹۹)

(۱) ويجعل ندباً أضعفه في صَمَاحِ أَذْنِيهِ فَأَذَانُهُ بِدُونِهِ حَسَنٌ وَبِهِ أَحْسَنُ (الدَّرَّ الْمُخْتَار) لقوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: اجْعَلْ أَصْبِعَكَ فِي أَذْنِكَ فَإِنَّهُ أَرْفَعُ لَصَوْتِكَ. (الدَّرَّ الْمُخْتَار مع رد المحتار: ۲/۴۹-۵۰، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بني المنائر للأذان) ظفیر

ويستقبل غير الرّاکب القبلة بهما ويكره تركه تنزيهاً، قوله: (بهما) أي بالأذان والإقامة لكن مع الالتفات بصلاة وفلاح. (الدَّرَّ الْمُخْتَار مع رد المحتار: ۲/۵۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بني المنائر للأذان)

(۲) ولا لحن فيه أي تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه (الدَّرَّ الْمُخْتَار) قوله: (بغير كلماته) أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر. (الدَّرَّ الْمُخْتَار مع رد المحتار: ۲/۴۸، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في الكلام على حديث الأذان جزم)

ٹیک لگا کر اذان دینا اور بیٹھ کر اقامت کہنا

سوال: (۱۲۶) کسے کہ طاقت در بدن نمی دارد، اذان تکیہ داده می دهد، و تکبیر نشسته می گوید، تکبیر او مکروه است یا نہ؟ (ترجمہ: ایک آدمی جو بدن میں طاقت نہیں رکھتا ہے؛ ٹیک لگا کر اذان دیتا ہے اور تکبیر بیٹھ کر کہتا ہے، اس کی تکبیر مکروه ہے یا نہیں؟ محمد امین) (۱۳۴۰/۱۲۶۵ھ)

الجواب: در مختار میں ہے: و یکره اذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه وأذان امرءة وخنثی و فاسق (إلی) وقاعد إلا إذا أذن لنفسه و راكب إلا لمسافر إلخ (۱) اور یہ بھی در مختار میں ہے: والإقامة كالأذان إلخ (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اذان بیٹھ کر مکروه ہے اقامت بھی بلا عذر بیٹھ کر مکروه ہے، اور بہ وجہ ضعف کے اذان تکیہ دیوار وغیرہ کا لگا کر کہنا کھڑے ہو کر بلا کراہت کے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۴/۲)

جیل میں اذان دی جائے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۷) جیل میں نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے، وہاں اذان کہنا چاہیے یا نہیں؟ یا صرف تکبیر پراکتفا کیا جاوے؟ (۱۳۴۰/۲۳۶۲ھ)

الجواب: اگر وہاں اذان کی روک ٹوک اور ممانعت نہ ہو تو اذان کہنا اچھا ہے اور ثواب ہے، اور اگر نہ کہیں اور صرف اقامت پراکتفا کریں تو یہ بھی بلا کراہت درست ہے، در مختار میں ہے: بخلاف مصلّ ولو بجماعة في بيته بمصر أو قرية لها مسجد فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه اور شامی میں ہے: قوله: (في بيته) أي فيما يتعلّق بالبلد من الدار والكرم وغيرهما إلخ (۳) فقط (۱۰۵/۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۵-۵۶، کتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۰/۲، کتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في أوّل من بني المنائر للأذان .

(۳) رد المحتار: ۵۸/۲، کتاب الصّلاة، باب الأذان، قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد .

شیعوں کی اذان گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۸) زید کے مکان سے ملحق ایک مسجد ہے، جو اس وقت شیعوں کے قبضہ میں ہے، وہ اپنے طریقہ پر اذان کہتے اور نماز پڑھتے ہیں، ایسی حالت میں اگر زید اپنے گھر میں اذان کہہ کر نماز باجماعت ادا کرے تو کیا حکم ہے؟ اندر مکان کے اذان کہنا کیسا ہے؟

(ب) اس صورت میں مسجد کا ثواب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۴۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) مکان میں اذان کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ محلہ کی مسجد کی اذان کافی ہے، البتہ تکبیر کہہ کر جماعت کر لی جاوے، لیکن بہ حالت موجودہ بہ وجه صحیح نہ ہونے اذان مسجد محلہ کے اور نیز بہ غرض تعلیم اطفال درست ہے (۱)

(ب) مسجد کا ثواب نہ ہوگا، لیکن جماعت کا ثواب ملے گا (۲) فقط واللہ اعلم (۱۱۴/۲)

شیعوں کی اذان کافی نہیں

سوال: (۱۲۹) ایک مسجد کو اہل شیعہ نے صرف اپنے لیے بناء کیا اور بعد میں حنفیہ کو بھی اس مسجد میں نماز جماعت سے پڑھنے کی اجازت دی، مگر شیعہ نے ایک شرط یہ کی کہ اذان صرف ایک ہوگی، اگر تمہاری اذان پہلے ہوگئی تو ہم اپنی اذان نہیں کہیں گے، اگر ہماری اذان پہلے (ہوگئی) (۳)

(۱) شریعت میں چونکہ شیعوں کی اذان معتبر نہیں ہے، لہذا وہ کالعدم ہے؛ اس لیے بدون اذان و اقامت گھر میں باجماعت نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ قال في البحر: ومفهومه أنه لو لم يؤذّنوا في الحيّ يكره تركهما للمصلّي في بيته، وبه صرح في المجتبى. (رد المحتار: ۵۸/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) محمد امين

(۲) والجماعة سنة مؤكدة للرجال إلخ وأقلها اثنان واحد مع الإمام إلخ في مسجد أو غيره (الدّر المختار) قال في القنية: واختلف العلماء في إقامتها في البيت والأصح أنّها كإقامتها في المسجد إلّا في الأفضليّة اهـ (الدّر المختار و رد المحتار: ۲۴۴/۲-۲۴۷، کتاب الصلاة، باب الإمامة) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

تو پھر تمہاری اذان نہیں ہوگی، اسی اذان سے نماز پڑھنی (پڑے گی) (۱) تو شیعہ کی اذان سے حنفیہ اپنی نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہ؟ (۸۹۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شیعہ کی اذان سے سنیت اذان (ادا) (۲) نہ ہوگی، لہذا دوبارہ کہنا اذان کا موافق اذان اہل سنت و جماعت ضروری ہے، اور شیعہ کی اذان کافی نہیں ہے، لہذا شیعہ کی اس شرط کو تسلیم نہ کیا جاوے، اور اپنی اذان ہر ایک وقت میں کہی جاوے، اور اگر شیعہ اس کو نہ مانیں تو ان کی مسجد میں نماز نہ پڑھیں کہ اذان شعار اسلام سے ہے، ترک کرنا اس کا جائز نہیں ہے، اور شیعہ کی اذان چونکہ شریعت میں معتبر نہیں ہے، لہذا وہ کالعدم ہے، بلکہ ان کی اذان کے بعض کلمات معصیت ہیں، اس سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۵/۲)

شیعہ اپنی اذان میں جو کلمات بڑھاتے ہیں ان کا شرعی حکم

سوال: (۱۳۰) شیعہ اپنی مساجد وغیرہ مقامات پر بہ وقت اذان بہ آواز بلند کلمہ اُشہد اُنَّ امیر المؤمنین و امام المتقین علیاً ولیّ اللہ و وصیّ رسول اللہ یا حجة اللہ ادا کرتے ہیں، کیا اہل سنت و جماعت کو ایسے کلمات سننا جائز ہے؟ (۵۷۹/۱۳۳۲ھ)

الجواب: روافض کا اذان میں یہ کلمہ بڑھانا خلاف ہے احادیث صحیحہ کے؛ جو اذان کے بارے میں مروی ہے، لہذا بدعت اور ممنوع ہے، اور اگر اس کے ساتھ لفظ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل بھی بڑھائیں جیسا کہ بعض جگہ ایسا ہوا ہے تو یہ اور بھی زیادہ برا ہے، کیونکہ یہ کذب اور افتراء ہے، کیونکہ درحقیقت خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، پس ترتیب خلافت اس طریق سے ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنا حرام ہے اور بدعت ہے (۳) الغرض اذان میں وہ کلمات بڑھانا

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پڑے گی) کی جگہ ”ہوگی“ ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

(۳) وأفضل الناس بعد النبیین إلخ أبو بکر الصّدیق إلخ ثم عمر بن الخطّاب إلخ ثم عثمان إلخ ثم علی بن أبی طالب . (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۱۰۸، بحث فی أنّ أفضل الناس بعده علیہ الصّلاة والسّلام الخلفاء الأربعة علی ترتیب خلافتهم) ظفیر

جو سوال میں منقول ہیں اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز نہیں ہے، یہ روافض خذ لہم اللہ تعالیٰ کی بدعات و مخترعات میں سے ہے، حنفیہ و شافعیہ وغیرہما اس کی اجازت نہیں دیتے۔ فقط (۱۰۸-۱۰۹)

بچوں کو عادی بنانے کے لیے گھر میں اذان دینا

سوال: (۱۳۱) محض ضلالت کے سد باب کے لیے گھر میں اذان کہی جاتی ہے تاکہ لڑکے اپنی نماز و اذان کو نہ بھول جائیں؟ (۱۳۲۵/۴۴۴ھ)

الجواب: یہ وجہ معقول ہے، اس حالت میں گھر میں اذان کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۴/۲)

اذان میں دائیں بائیں سینہ پھیرنا منع ہے

سوال: (۱۳۲) ایک شخص اذان میں اپنے سینہ کو دائیں بائیں پھیرتا تھا، میں نے اس کو منع کیا کہ اس طرح سینہ پھیرنا منع ہے، یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۳۱/۱۶۵۵ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ اذان میں جیعلتین میں صرف منہ کو دائیں بائیں متوجہ کیا جاوے، سینہ قبلہ کی طرف رہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۷/۲)

ضد کی وجہ سے اذان نہ دینا

سوال: (۱۳۳) ایک مسجد میں دو امام ہیں اور دونوں بھائی حقیقی ہیں، آپس میں نزاع رہتا ہے، اس لیے مسجد میں اذان نہیں کہتے، اس خیال سے کہ شاید دوسرے نے اذان کہہ دی ہو، اور جو امام

(۱) ضلالت کے سد باب کے لیے بہتر یہ ہے کہ لڑکوں کو لے کر مسجد میں جا کر نماز پڑھے۔ ۱۲ محمد امین

(۲) ويستقبل بهما (أي الأذان والإقامة) القبلة ولو ترك الاستقبال جاز، ويكره كذا في الهداية وإذا انتهى إلى الصلاة والفلاح حَوْلَ وجهه يمينا وشمالاً وقد ماہ مكانهما .

(الفتاوى الهندية : ۵۶/۱، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما) ظفیر

آتا ہے جماعت کرا دیتا ہے، ایسی صورت میں شرعاً نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۳۳۳)ھ
 الجواب: اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے، مگر ترک سنت اذان کا گناہ ان کے ذمہ رہتا ہے۔
 قال في الدر المختار: وهو سنة للرجال في مكان عال مؤكدة هي كالواجب في لحوق
 الإثم (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۸/۲)

ننگے سر اذان دینے اور نماز پڑھنے کا حکم

سوال: (۱۳۳۲)..... (الف) مؤذن کو ننگے سر اذان دینی جائز ہے یا نہیں؟
 (ب) ننگے سر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟
 (ج) برہنہ سر نماز پڑھنا یا اذان دینا روافض کا مشرب ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۸۹۸)ھ
 الجواب: (الف-ج) فقہاء نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے، اذان میں اس کی تصریح
 نہیں فرمائی، اور نماز میں بھی یہ تفصیل کی ہے کہ سستی سے سرنگا کرنا مکروہ ہے، اور اگر تذلل اور انکسار
 اور خشوع و خضوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے تو کراہت نہیں (۲) لیکن اولیٰ و افضل یہ ہے کہ ننگے سر
 اذان نہ کہے، اور اگر کسی جگہ یہ روافض کا شعار ہو تو پھر ضرور ان کی مخالفت کرے، اور ننگے سر اذان نہ کہے،
 تاکہ ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو، درمختار میں ہے: وصلاۃ حاسراً أي کاشفاً رأسه للتکاسل،
 ولا بأس به للتذلل إلخ، ولو سقطت قلنسوة فإعادتها أفضل إلخ (۳) (الدر المختار)
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۰-۱۰۹/۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۵، کتاب الصلوة، باب الأذان .
 (۲) قوله: (ولا بأس به للتذلل) قال في شرح المنية: فيه إشارة إلى أنّ الأولى أن لا يفعله
 وأن يتذلل ويخشع بقلبه فإنهما من أفعال القلب اهـ. (رد المحتار: ۲/۳۵۱، کتاب الصلوة،
 باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب في الخشوع) ظفیر
 (۳) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۳۵۱، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره
 فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية .

اذان و اقامت میں اللہ اکبر اول کی راء پر پیش پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: (۱۳۵) اذان و اقامت و تکبیرات میں لفظ اللہ اکبر اللہ اکبر کی راء اول کو وصل کی

حالت میں مفتوح پڑھنا چاہیے یا مضموم؟ رد المحتار میں فتح کو سنت لکھا ہے۔ (۱۳۴۵/۱۳۷۶ھ)

الجواب: اللہ اکبر اول کی راء کو ساکن کرے یا مفتوح، اور اللہ اکبر ثانی کو ساکن کرے

وفقاً، كما في الشامي: وحاصلها أنّ السنّة أن يُسَكِّنَ الرَّاءَ من ”اللّٰهُ أَكْبَرُ“ الأوّل، أو

يَصِلُهَا بـ ”اللّٰهُ أَكْبَرُ“ الثّانِيّةِ، فإن سَكَّنَهَا كَفَى، وإن وصلها نَوَى السَّكُونِ فَحَرَّكَ الرَّاءَ

بِالْفَتْحَةِ، فإن ضَمَّهَا خَالَفَ السَّنَةَ، لأنّ طلب الوقف على ”أكبر“ الأوّل صَيَّرَهُ كَالسَّاكِنِ

أصالةً فَحَرَّكَ بِالْفَتْحِ إلخ (۱) (شامي عن رسالة السيّد عبد الغني) فقط (۱۱۵/۲-۱۱۶)

وضاحت: اذان و اقامت کے تمام کلمات کے آخر کو ساکن کرنا مسنون ہے، حرکت دے

کر پڑھنا خلاف سنت ہے، البتہ پہلے اللہ اکبر کی راء پر زبر لگا کر دوسرے اللہ اکبر سے ملا کر اس

طرح کہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ صحیح ہے، عالم گیری میں ہے: ویسکن کلماتہما علی

الوقف، لكن في الأذان حقيقةً وفي الإقامة ينوي الوقف: اذان و اقامت کے کلمات کو وقف

کر کے ساکن کرے، لیکن اذان میں حقیقۃً وقف کرے (یعنی ہر کلمہ پر ٹھہرے) اور اقامت میں

وقف کی نیت کرے۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۵۶، کتاب الصّلاۃ، الباب الثانی فی الأذان)

محمد امین پالن پوری

(۱) ترجمہ: شامی میں ہے: سنت یہ ہے کہ پہلے اللہ اکبر کی راء کو ساکن کرے، یا اس کو دوسرے

اللہ اکبر سے ملائے، اگر پہلے اللہ اکبر کی راء کو ساکن کیا تو کافی ہے، اور اگر اس کو ملایا تو سکون کی نیت

کرتے ہوئے راء کو فتح (زبر) دے، اگر راء پر، ضمہ (پیش) پڑھا تو سنت کے خلاف کیا، اس لیے کہ

پہلے اکبر پر وقف کرنا ساکن اصلی کے حکم میں ہے (پس بہ حالت وصل التقائے ساکنین سے بچنے کے لیے)

راء پر فتح پڑھا جائے گا۔ (رد المحتار: ۲/۴۸، کتاب الصّلاۃ، باب الأذان، مطلب فی الکلام علی

حدیث الأذان جزم) محمد امین پالن پوری

چند جاہل مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھیں تو اذان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۶) مسجد میں دو چار آدمی جمع ہوتے ہیں، اور سب جاہل ہیں، امامت کے قابل کوئی نہیں، سب علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں، ایسی حالت میں اذان پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اور امامت کے ساتھ نماز پڑھی جاوے یا علیحدہ علیحدہ؟ (۴۲/۸۷-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بہ حالت مذکورہ اذان نہ چھوڑی جاوے جماعت ہو یا نہ ہو (۱) اوّل تو جماعت ضرور کرنی چاہیے، امامت کے لائق کوئی ہو یا نہ ہو؛ جاہلوں کا امام جاہل ہو سکتا ہے (۲) جماعت سنت مؤکدہ قریب بہ واجب ہے، بلا عذر جماعت نہ چھوڑی جاوے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۱۷)

مؤذن کا بلند آواز ہونا امر مستحب ہے

سوال: (۱۳۷) اگر کوئی شخص بلند آواز بہ وقت اذان کے مسجد میں موجود نہ ہو، اور مؤذن مقرر نہ ہو، تو کم آواز والوں کو اذان کہنا جائز ہے یا آخر وقت تک بلند آواز والے کا انتظار کرے؟

(۳۳/۳۸۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مؤذن کا جہری الصوت ہونا امر مستحب ہے، اس کے انتظار کے لیے آخر وقت تک اذان مؤخر کرنا نہیں چاہیے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الوقت الأوّل رضوان اللہ

(۱) الأذان سنة للصّلوات الخمس والجمعة لا سواها . (الهداية: ۸۶/۱، کتاب الصّلاة، باب الأذان)

(۲) إمامة الأمّی قوماً أمّیین جائزة کذا فی السّراجیّة. (الفتاویٰ الہندیّة: ۸۵/۱، کتاب الصّلاة الباب الخامس فی الإمامة) ظفیر

(۳) الجماعة سنة مؤکدة إلخ و فی البدائع تجب علی الرّجال العقلاء البالغین الأحرار القادرین علی الصّلاة بالجماعة من غیر حرج . (الفتاویٰ الہندیّة: ۸۲/۱، کتاب الصّلاة الباب الخامس فی الإمامة) ظفیر

الحديث (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۹/۲)

جوتے پہن کر اذان دینا کیسا ہے؟

سوال: (۱۳۸) اذان جوتے سمیت جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۲۴-۱۳۳ھ)

الجواب: جائز ہے (۲) (اگر جوتوں کے نیچے ناپاکی لگی ہوئی ہو تو جوتے نکال کر اذان کہنا بہتر ہے۔ محمد امین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۱/۲)

اذان کے وقت مؤذن اور سننے والوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۳۹) حالت اذان میں مؤذن اور اذان سننے والوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟

(۲۹/۴۵۰-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حالت اذان میں مؤذن کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور اس کے ذمہ جواب دینا لازم نہیں؛ لیکن اگر حالت اذان میں سوائے مؤذن کے اور کسی کو سلام کرے تو مکروہ نہیں۔ کما فی الشامی جلد اول: وحاصلها أنه يَأْتُم بِالسَّلَامِ عَلَى الْمَشْغُولِينَ بِالْخُطْبَةِ إِنْ خُذَ أَوِ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۰/۲)

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوقت الأول من الصلاة رضوان الله والوقت الآخر عفو الله، رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۱، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الثاني)

(۲) وينبغي لداخله تعاھد نعلہ وخفہ، وصلاۃہ فیہما أفضل (الدّر المختار) قوله: (وصلاۃہ فیہما) أي فی النعل والخف الطاهرین أفضل مخالفة لليهود تاترخانية، وفي الحديث: صلّوا فی نعالکم ولا تشبّہوا، بالیہود، رواه الطبرانی. (الدّر المختار و رد المحتار: ۳۷۲-۳۷۱/۲، كتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، مطلب فی أحكام المسجد) جب نماز جائز ہوئی تو اذان بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگی۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

(۳) رد المحتار: ۳۲۴/۲، كتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، قبیل مطلب

اذان شروع ہونے کے بعد پاخانہ پیشاب کو جانا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۰) اذان شروع ہونے کے بعد پاخانہ پیشاب کو جانا درست ہے یا جب اذان ختم ہو جاوے اس وقت جاوے؟ اور اگر بہت زور سے آ رہا ہو تو کیا حکم ہے؟ (۶۶۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر ضرورت زیادہ ہو فوراً پوری کرے، انتظار ختم اذان کا نہ کرے، اور اگر سخت ضرورت نہیں تو بہتر ہے کہ بعد اذان پوری کرے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۰/۲)

گھر میں نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۱) اگر بہ وجہ کسی عذر قوی کے مسجد میں نہ پہنچ سکے یا اذان مسجد و جماعت میں تاخیر ہو، اور اس کو بوجہ بیماری یا کسی اور عذر کے نماز میں تعیل ہو، تو مکان میں اذان کہہ کر نماز پڑھنا جائز ہو گا یا ناجائز؟ مسجد کی اذان و جماعت تک تاخیر نماز نہیں کر سکتا بہ وجہ عذر کے، اور اگر نماز اذان کہہ کر نہیں پڑھتا ہے، تو ثواب سے محروم رہتا ہے، ایسے موقعہ میں کیا کرے؟ اذان کہے یا نہ کہے؟ یا اذان مسجد تک توقف کرے؟ (۱۳۳۵/۱۲۱۳ھ)

الجواب: اگر عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہو گئی اور وہ شخص مصر میں ہے تو اذان بھی ساقط ہو جاتی ہے، شامی جلد اول، ص: ۲۸۳: لکن لا یکرہ ترکہ لمصلّٰ فی بیتہ فی المصر، لأنّ اذان الحي یكفيه (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۵/۲)

== وهكذا في الكبير للعلامة الحلبي: قال وفي التجنيس لا يكره الكلام عند الأذان

بالاجماع إلخ. (غنية المستملی، ص: ۳۲۸، فصل في صفة الصلّاة) (جميل الرحمن)

(۱) ويندب القيام عند سماع الأذان بزاوية (الدّر المختار) قال الشّارح: لم أره فيها فلترأّج نسخة أخرى نعم رأيت فيها سمع وهو يمشی فألفضل أن يقف للإجابة ليكون في مكان واحد. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۶۱/۲-۶۲، كتاب الصلّاة، باب الأذان، مطلب

في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۴۵/۲، كتاب الصلّاة، باب الأذان.

اذان میں صلّوا فی حالکم کہنا

سوال: (۱۴۲) کثرتِ بارش کے وقت جب اذان دینے والا بجائے حیّ علی الصّلاة وحیّ علی الفلاح کے صلّوا فی حالکم کہے، تو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لوگ مسجد میں نہ آسکیں
(۱۳۳۶/۳۵-۳۶/۱۳۳۶ھ)

الجواب: اذان کہنے والا حیّ علی الصّلاة وحیّ علی الفلاح ہی کہے، باقی بہ وجہ کثرتِ بارش اگر کوئی شخص مسجد میں آ کر (جماعت میں) (۱) شریک نہ ہو سکے تو درست ہے، اور ترک جماعت بارش کی وجہ سے جائز ہے (۲) لیکن اذان میں کچھ تغیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور حنفیہ نے اذان میں کچھ تغیر کو اختیار نہیں کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۹/۲)

جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے

سوال: (۱۴۳) درحالت جنابت اجابت اذان جائز است یا نہ؟ (۱۵۸۲/۱۳۳۵ھ)
الجواب: فی الدر المختار: ویجیب من سمع الأذان ولو جنباً إلخ . یعنی ہر کہ اذان بشنو و اجابت کند اگر چہ جنبی باشد و علّہ فی الشّامی بأن إجابة الأذان لیست بأذان . بحر عن الخلاصة (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۶/۲)

ترجمہ سوال: (۱۴۳) حالت جنابت میں اذان کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: در مختار میں ہے: ویجیب من سمع الأذان إلخ ، یعنی ہر وہ شخص جو اذان سنے؛

- (۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲
- (۲) فلا تجب (أي الجماعة) علی مریض إلخ ولا علی من حال بینہ و بینہا مطر و طین (الدر المختار) أشار بالحوالة إلى أنّ المراد المطر الكثير. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۳۹، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد) ظفیر
- (۳) الدر المختار و رد المحتار: ۲/۵۹-۶۰، کتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد .

جواب دے، اگرچہ جنبی ہو، اور شامی میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اذان کا جواب دینا اذان دینے کے حکم میں نہیں ہے، البحر الرائق نے خلاصہ سے نقل کیا ہے۔

اقامت کا جواب دینا مستحب ہے اور امام کا تکبیر

ختم ہونے کے بعد نماز شروع کرنا بہتر ہے

سوال: (۱۳۴) اقامت میں کلمات مؤذن کا جواب دینا مثل اذان کے مستحب ہے یا مؤکد؟ (۱)
لیکن جب کہ امام کو قد قامت الصلاة پر نیت باندھنے کا حکم ہے تو مقتدی بقیہ کلمات مؤذن کا جواب دے کر شریک جماعت ہوں یا کیا؟ (۳۹۰/۱۳۴۰ھ)
الجواب: مستحب ہے (۲) اور اس مستحب کے ادا کرنے کے لیے علامہ شامی نے یہ فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ امام بعد ختم اقامت تکبیر تحریمہ کہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۱/۲)

اذان کے جواب میں جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت

سوال: (۱۳۵) تمام کلمات اذان کا جواب بعینہ انہیں کلمات کے ساتھ دینے کا حکم ہے سوائے حیّ علی الصلاة اور حیّ علی الفلاح کے اور الصلاة خیر من النوم کے کہ ان کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور صدقت وبررت کہا جاتا ہے، اس کی دلیل عقلی کیا ہے؟ (۱۲۷۰/۱۳۴۲ھ)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (مؤکد) کی جگہ ”مؤکدہ“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲
(۲) ویجیب الإقامة ندباً إجماعاً كالأذان. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۶۳/۲-۶۵، کتاب الصلاة، باب الأذان، قبل مطلب هل باشر النبي صلى الله عليه وسلم الأذان بنفسه) ظفیر
(۳) وَشُرُوعُ الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ مُذْ قِيلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، وَلَوْ أُخْرِحَتْ حَتَّى أَتَمَّهَا لِأَبَاسٍ بِهِ إجماعاً وهو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب إلخ، وفي القهستاني معزياً للخلاصة أنه الأصح (الدّر المختار) لأن فيه محافظةً على فضيلة متابعة المؤذن وإعانةً له على الشروع مع الإمام. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱۵۶/۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة) ظفیر

الجواب: اس کی دلیل نقلی ہی کافی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۱/۲)

اذان کے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

سوال: (۱۳۶) وقت اذان حکم در حدیث ایجاب بود، حالانکہ دریں زمان بعد ختم اذان کلمہ طیبہ می گویند، چہ حکم شرعی است؟ (۱۰۰۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بہ وقت اذان سامعین را مستحب است کہ ہماں کلمات را کہ مؤذن می گویند سامعین ہم می گویند، و در حیلّین لا حول ولا قوۃ الا باللہ گویند، و بعد ختم اذان دعائے ماثورہ: اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ إلخ بہ گویند، و ظاہر است کہ اتباع ماثور اولیٰ واجب است (۲) فقط واللہ اعلم (۹۷/۲)

(۱) عن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قال المؤذن: الله أكبر الله أكبر فقال أحدكم: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال: أشهد أن محمداً رسول الله قال: أشهد أن محمداً رسول الله، ثم قال: حيّ على الصلاة قال: لا حول ولا قوۃ إلا بالله، ثم قال: حيّ على الفلاح قال: لا حول ولا قوۃ إلا بالله، ثم قال: الله أكبر الله أكبر قال: الله أكبر الله أكبر ثم قال: لا إله إلا الله قال: لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۵، كتاب الصلاة باب فضل الأذان وإجابة المؤذن، الفصل الأوّل)

ويجيب من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته إلّا في الحيلّين فيحوّل، وفي: الصلاة خير من النوم فيقول: صدقت وبررت. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۵۹-۶۱، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد)

(۲) ويجيب وجوباً، وقال الحلواني ندباً والواجب الإجابة بالقدم من سمع الأذان إلخ بأن يقول بلسانه كمقالته إلخ إلّا في الحيلّين فيحوّل وفي "الصلاة خير من النوم" فيقول: "صدقت وبررت" إلخ، ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم (الدّر المختار) وروى البخاري وغيره: من قال حين يسمع النداء: "اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ" أَحَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وزاد البيهقي في آخره: "إنك لا تخلف الميعاد". (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۵۹-۶۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفیر

ترجمہ سوال: (۱۴۶) اذان کے وقت حدیث میں جواب دینے کا حکم آیا ہے، جب کہ اس زمانہ میں اذان ختم ہونے کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں؛ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: اذان کے وقت سننے والوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ تمام کلمات جو مؤذن کہتا ہے؛ سننے والے بھی کہیں، اور جی علی الصلاۃ اور جی علی الفلاح میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہیں، اور اذان پوری ہونے کے بعد دعائے ماثورہ اللہم ربّ هذه الدعوة التامة الخ کہیں، اور ظاہر ہے کہ منقول کی اتباع اولیٰ اور پسندیدہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان کا جواب قولاً مستحب اور بالقدم واجب ہے

سوال: (۱۴۷) اجابت اذان قولی و فعلی دونوں واجب ہے یا اول واجب ہے؟ دوسری مستحب؟ یا عکس اس کا؟ (۲۷۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اجابت اذان قولاً مستحب ہے، اور بالقدم واجب ہے۔ قال فی الشّامی : أي قال الحلواني : إنّ الإجابة باللسان مندوبة ، والواجبة هي الإجابة بالقدم الخ (۱) والتحقيق فی الشّامی ، وقد ذکر إشکالاً فی وجوبها ، ثمّ أجاب عنه ، فليُنظر ثمه (۲) فقط (۲/۸۶-۸۷) (۱) ردّ المحتار: ۶۰/۲، کتاب الصّلاة ، باب الأذان ، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد .

(۲) قال فی النّهر و قوله : بوجوب الإجابة بالقدم مشکل ، لأنّه يلزم علیه وجوب الأداء فی أوّل الوقت وفي المسجد إذ لا معنى لایجاب الدّهاب دون الصّلاة ، و ما فی شهادات المجتبیٰ : سمع الأذان وانتظر الإقامة فی بیتہ لا تقبل شهادته مخرج علی قوله كما لا يخفى ، وقد سألت شیخنا الأخ ، عن هذا فلم یبد جواباً اه .

أقول وبالله التوفیق : ما قاله الإمام الحلواني مبنيّ علی ما كان فی زمن السلف من صلاة الجماعة مرّة واحدة وعدم تکرارها كما هو فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلّم وزمن الخلفاء بعده ، وقد علمت أنّ تکرارها مکروه فی ظاهر الرّواية إلّا فی رواية عن الإمام ورواية عن أبي يوسف كما قدّمناه قريباً وسيأتي أنّ الرّاجح عند أهل المذهب وجوب الجماعة ، وأنّه یأثم بتفويتها اتفاقاً .

جو شخص اذان کے وقت مسجد میں موجود ہو

اس پر اذان کا جواب واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۸) زید مغرب کی اذان سے پیشتر مسجد میں بیٹھا ہوا چند آدمیوں سے کوئی مسئلہ بیان کر رہا تھا، اذان مغرب شروع ہوئی، مگر زید نے اپنی تقریر کو بند نہیں کیا، نہ اذان سنی اور نہ جواب دیا، وہ کہتا ہے کہ علم دین سکھانے والے پر جواب اذان واجب نہیں، اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۰/۲۹۳۷)

الجواب: جو شخص مسجد میں بہ وقت اذان موجود ہو تو اس کو اجابت باللسان کرنا مستحب ہے۔ پس اگر کسی مسئلہ کے بیان کی وجہ سے وہ خاموش نہ ہوا اور اذان کا جواب نہ دیا تو گنہ گار نہیں ہوا۔ البتہ بہتر یہ تھا کہ خاموش ہو کر اذان کا جواب دیتا، لیکن ترک مستحب پر طعن نہیں ہو سکتا اور بعض فقہاء اگرچہ وجوب اجابت باللسان کے بھی قائل ہیں مگر صحیح و رائج عدم وجوب ہے (۱) فقط (۱۰۶/۲)

== وحينئذ يجب السعي بالقدم لا لأجل الأداء في أول الوقت أوفي المسجد ، بل لأجل إقامة الجماعة ، وإلا لزم فوتها أصلاً ، أو تكرارها في مسجد إن وجد جماعة أخرى ، وكلّ منهما مكروه ، فلذا قال بوجوب الإجابة بالقدم .

لا يقال : يمكنه أن يجمع بأهله في بيته : فلا يلزم شيء من المحذورين ؛ لأننا نقول : إن مذهب الإمام الحلوانيّ أنّه بذلك لا ينال ثواب الجماعة ، وأنّه يكون بدعة ومكروها بلا عذر نعم قد علمت أن الصحيح أنه لا يكره تكرار الجماعة إذا لم تكن على الهيئة الأولى ، وسيأتي في الإمامة أنّ الأصحّ أنّه لو جمع بأهله لا يكره وينال فضيلة الجماعة؛ لكن جماعة المسجد أفضل . (ردّ المحتار: ۶۰/۲، كتاب الصّلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفير

(۱) ويجيب وجوباً وقال الحلوانيّ ندباً من سمع الأذان (الدّر المختار) أي قال الحلوانيّ أنّ الإجابة باللسان مندوبة والواجبة هي الإجابة بالقدم . (ردّ المحتار: ۵۹/۲-۶۰، كتاب الصّلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفير

اذان کے بعد مسجد کی طرف چلنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۹) سنا ہے کہ اذان ہونے پر جو شخص مسجد میں نہ جاوے تو گنہ گار ہے، اگر دوسرے شخص کے تاکید کرنے سے بھی وہ نماز کو نہ جاوے تو کافر ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۶/۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں ہے کہ جو شخص اذان سن کر مسجد میں نہ جائے اور باجماعت نماز ادا نہ کرے وہ بھی گنہ گار ہے (۱) اور اگر بالکل ہی تارک نماز ہے کہ نہ مسجد میں نماز پڑھنے کو جاتا ہے اور نہ اپنے گھر پر نماز ادا کرتا ہے تو وہ اشد درجہ کافق و عاصی ہے، اور بعض ائمہ اس کو کافر کہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر** (۲) یعنی جس نے قصداً نماز ترک کی وہ کافر ہو گیا، یعنی قریب کفر کے ہو گیا، اور انکار کرنا فرضیت نماز کا بہ اتفاق کفر ہے (۳) **أعاذنا الله تعالى منه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۲/۲)**

قرآن اور درود پڑھتے وقت اذان شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۰) کلام مجید یا درود شریف پڑھتا ہو، اور اذان ہونے لگے تو اذان کا جواب دے یا نہ دے اور پڑھتا رہے؟ (۱۰۵۴/۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار اور شامی میں ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت موقوف کر کے جواب اذان کا دے

(۱) الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه السلام : الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها إلا منافق . (الهداية : ۱/۱۲۱، كتاب الصلاة ، باب الإمامة) ظفیر

(۲) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر جهاراً . (المعجم الأوسط للطبرانی : ۲/۲۹۹، باب الجيم، من اسمه جعفر، رقم الحديث : ۳۳۲۸، المطبوعة : دار الكتب العلمية، بيروت، و مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : ۱/۱۳۲، كتاب الإيمان – الفصل الأول، رقم الحديث : ۴)

(۳) وَيَكْفُرُ جاحِظاً لثبوتها بدليل قطعي وتاركها عمداً مجاناً أي تكاسلاً فاسق .

(الدر المختار مع الشامی : ۲/۷، أوائل كتاب الصلاة)

پس درود شریف کا بھی یہی حکم ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۵/۲)

سوال: (۱۵۱) قرآن کا حفظ یاد رکھ کر پڑھنے میں اذان کا جواب جو واجب ہے دینا چاہیے یا

قرآن (کی تلاوت) (۲) جاری رکھنا جائز ہے؟ (۱۳۳۷/۷۵۱)

الجواب: اذان کا جواب دینا مستحب ہے، اگر قرآن شریف کو بند کر کے جواب اذان کا دے

تو اچھا ہے، اور اگر قرآن شریف ہی پڑھتا رہے اور جواب نہ دے تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ فقط (۹۳/۲)

اذان بلا ترجیع افضل ہے

سوال: (۱۵۲)..... (الف) اذان ترجیع کے ساتھ کہنا افضل ہے یا بلا ترجیع؟ (۳۳/۲۱۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) عند الخفیه اذان میں ترجیع نہیں ہے، بلکہ درمختار میں فرمایا کہ ترجیع مکروہ ہے:

(۱) ولو كان في المسجد حين سمعته ليس عليه الإجابة ولو كان خارجاً أجاب إلخ فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ، و يجيب لو أذان مسجده كما يأتي ، و لو بمسجد لا لأنه أجاب بالحضور . (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۶۳، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفر

فتاویٰ رحیمہ میں ہے: مسجد میں ہو تو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت ہے، مکان میں ہو تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے، البتہ دوسرے محلہ کی مسجد کی اذان ہو تو مکان میں بھی تلاوت جاری رکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ و إذا سمع المسنون منه أي الأذان وهو مالا لحن فيه ولا تلحين (أمسك) حتى عن التلاوة ليجيب المؤذن ولو في المسجد وهو الأفضل ، وفي الفوائد يمضي على قراءة إن كان في المسجد ، و إن كان في بيته فكذلك إن لم يكن أذان مسجده (قوله: إن لم يكن أذان مسجده) أي فتندب إجابته (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ، ص: ۲۰۲ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، ط : دار الكتاب ، دیوبند) ذکر تسبیح ہر حال میں بند کر کے اذان کا جواب دیا جائے، مسجد میں ہو یا گھر میں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمہ کامل، ۲/۴۰۸، اذان و

اقامت کا بیان، سوال نمبر: ۳۵۶، مطبوعہ: مکتبۃ الاحسان دیوبند) محمد امین پالن پوری

(۲) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

ولا ترجیع فإنه مکروه ملتقى (۱) شامی نے فرمایا کہ مکروه تنزیہی مراد ہے (۲) اور یہ بھی شامی میں ہے: لا تفاق الروایات علی أنّ بلالاً لم یکن یرجع ، وما قیل : إنه رجع لم یصح ، ولأنه لیس فی اذان الملك النازل بجميع طرقه إلخ (۱) (وما روى من الترجیع فی اذان أبي محذورة یعارضه ما رواه الطبرانی إلخ) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۴/۲)

سوال: (۱۵۳)..... (الف) اذان میں جو بعض آدمی شہادتین دودودفعہ ہلکی آواز سے کہہ کر پھر دودودفعہ بلند آواز سے کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟
(ب) اذان حضرت بلال کی کونسی ہے؟ (۸۷۳/۱۳۳۷)

الجواب: (الف) یہ ترجیع ہے (۴) جو حنفیہ کے نزدیک اذان میں سنت نہیں ہے، یہ ابو محذورہ کی حدیث میں وارد ہے (۵) ان کو آنحضرت ﷺ نے بغرض تعلیم شہادتین کے اعادہ کا حکم فرمایا تھا (۶)

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۲/۴۸، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی الکلام علی حدیث الأذان جزم.

(۲) و حینئذ فالکراهة المذكورة تنزیهية. (رد المحتار: ۲/۴۸، باب الأذان)

(۳) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

(۴) الترجیع: أن یخفض صوته بالشهادتین ثم یرجع فی رفعه بهما. (رد المحتار: ۲/۴۸، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی الکلام علی حدیث الأذان جزم)

(۵) عن أبي محذورة رضي الله تعالى عنه قال: قلت يا رسول الله! علمني سنة الأذان، قال: فمسح مقدّم رأسي قال: تقول: الله أكبر الله أكبر، الله أكبر الله أكبر ترفع بها صوتك، ثم تقول: أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله، تخفض بها صوتك ثم ترفع صوتك بالشهادة أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله، حتى على الصلوة، حتى على الصلوة، حتى على الفلاح، حتى على الفلاح، فإن كان صلاة الصبح قلت: الصلوة خير من النوم، الصلوة خير من النوم، الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله. (سنن أبي داود، ص: ۷۲، کتاب الصلوة، باب كيف الأذان)

(۶) ولنا أنه لا ترجیع فی المشاهیر و كان ما رواه تعلیمًا فظنه ترجیعًا (الهداية، ص: ۸۷/۱، کتاب الصلوة، باب الأذان)

اور حضرت بلالؓ کی اذان (میں) (۱) اور ملك نازل من السماء کی اذان میں (یہ) (۱) ترجیح نہ تھی، اس پر حنفیہ کا عمل ہے۔

(ب) حضرت بلالؓ کی اذان ایسے ہی تھی جیسے اب کہی جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۴/۲)

اذان میں حیّ علی خیر العمل کہنا جائز نہیں

سوال: (۱۵۴) پنج گانہ نماز کی اذان میں بجائے حیّ علی الفلاح کے حیّ علی خیر العمل کہنا درست ہے یا نہیں؟ کوئی حدیث موجود ہے یا نہیں؟ اور متقدمین اور متاخرین کا کیا عمل رہا ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: پنج گانہ نماز کی اذان میں بجائے حیّ علی الفلاح کے حیّ علی خیر العمل کہنا جائز نہیں ہے، تمام احادیث صحیحہ میں حیّ علی الصلّٰۃ حیّ علی الفلاح وارد ہے، ملک نازل من السماء کی اذان میں یہ ہی کلمات ہیں حیّ علی خیر العمل نہیں ہے۔ اور فرشتہ نازل من السماء ہی کی اذان اس بارے میں اصل ہے، اسی کو رسول اللہ ﷺ نے ثابت و قائم رکھا، اس پر سب صحابہ اور تمام امت کا عمل درآمد رہا ہے اور ہے۔ خلاف سنت متوارثہ اور خلاف اجماع کوئی امر اختیار کرنا سراسر گمراہی اور ضلالت ہے۔ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ: (جو شخص سوادِ اعظم سے علاحدہ ہوا وہ سوادِ اعظم سے علاحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا) حدیث شریف میں وارد ہے (۲) تمام ائمہ دین کا یہی مسلک اور طریقہ ہے، کسی کا اس میں خلاف نہیں بجز روافض کے (۳) خذ لهم اللہ تعالیٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۸-۱۱۹)

(۱) قوسین کے درمیان والے لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ شدہ ہیں۔ ۱۲

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتبعوا السّواد الأعظم فإنّه من شذّ شذّ في النار، رواه ابن ماجة من حديث أنس رضي الله عنه . (مشكاة المصابيح ، ص: ۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الثاني)

(۳) فرع في شرح المهدّب للشافعية : يكره أن يقال في الأذان: ”حيّ علي خیر العمل“ لأنّه لم يثبت عن النّبيّ صلى الله عليه وسلم : والزيادة في الأذان مكروهة اهـ وقد سمعناه الآن عن الزيدية ببعض البلاد. (البحر الرائق: ۴۵۴/۱، كتاب الصلّٰۃ ، باب الأذان) ظفیر

مؤذن کا اذان و تکبیر میں محمد رسول اللہ پر درود پڑھنا ثابت نہیں

سوال: (۱۵۵) اذان و تکبیر میں جب (۱) محمد رسول اللہ ﷺ آتا ہے؛ تو اذان کا کہنے والا ٹھہر کر صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے (کیسا ہے؟) (۸۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسا کہنا اذان میں ثابت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۴/۲)

سوال: (۱۵۶) اقامت و اذان میں مؤذن حضرت کے نام پر درود پڑھے یا بہتر کیا ہے؟
(۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مؤذن کو درمیان اذان و اقامت میں حکم درود شریف پڑھنے کا نہیں ہے، اور ایسا ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۴/۲-۹۵)

تکبیر کے وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا

سوال: (۱۵۷) مؤذن کا نماز کی تکبیر و اقامت سے پہلے درود جہریہ کے پڑھنے کو بعض منع کرتے ہیں اور بعض اس کو مستحب قرار دیتے ہیں؛ کونسا قول صحیح ہے؟ (۳۰۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں مواضع استحباب درود شریف میں لکھا ہے: وعند الإقامة یعنی تکبیر کہنے کے وقت بھی درود شریف مستحب ہے (۳) لیکن جہر کی قید اس میں نہیں ہے، اور جہر کو فقہاء نے سوائے

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں 'جب' کے بعد لفظ ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ لفظ نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) فرغ فی شرح المہذب للشافعیۃ: یکرہ أن یقال فی الأذان: حیّ علی خیر العمل؛ لأنہ لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، والزیادة فی الأذان مکروہة أھـ. (البحر الرائق: ۴۵۴/۱، کتاب الصلاة، باب الأذان)

(۳) ومستحبۃ فی کلّ أوقات الإمكان (الدر المختار) قوله: (ومستحبۃ فی کلّ أوقات الإمكان) أي حیث لا مانع، ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع: یوم الجمعة، وليلتها، وزید یوم السبت والأحد والخمیس لما ورد فی کلّ من الثلاثة،

ان مواضع کے جہاں جہر وارد ہے منع کیا ہے، پس بہتر ہے کہ درود شریف آہستہ پڑھے۔ فقط (۳۶/۵)

اذان میں محمد رسول اللہ پر درود پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۵۸) اذان کے اندر رسول اللہ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟
(۱۵۱۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: اذان میں جب نام رسول اللہ ﷺ کا سنے درود شریف پڑھنا مستحب ہے، (اور اذان کا جواب دینا بھی مستحب ہے) (۱) پس جس وقت مؤذن سے کلمہ أشهد أن محمداً رسول الله سنے خود بھی یہ کلمہ کہہ کر ﷺ کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۱/۲)

استدراک: اذان و اقامت میں جب حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک آئے اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ثابت نہیں۔ احسن الفتاویٰ میں ہے:

سوال: اذان و اقامت میں جب لفظ أشهد أن محمداً رسول الله سنے تو درود شریف سامع پر واجب ہوگا یا مستحب؟ بینوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب: اذان و اقامت میں حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف نہ منقول ہے اور نہ معمول، بلکہ اس کے برعکس حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم بھی وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر اذان کے بعد پہلے درود شریف پڑھو پھر دعا۔ عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول، ثم صلوا عليّ إلخ. (احسن الفتاویٰ، ۲/۲۷۸-۲۷۹، کتاب الصلاة، باب الأذان والإقامة)

== وعند الصّباح والمساء، وعند دخول المسجد والخروج منه، وعند زيارة قبره الشّريف صلی اللہ علیہ وسلم، وعند الصّفا والمروة، وفي خطبة الجمعة وغيرها، وعقب إجابة المؤذن، وعند الإقامة إلخ. (الدّر المختار ورد المحتار: ۲/۲۰۴، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب نصّ العلماء على استحباب الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم في مواضع)

(۱) توسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

اور حضرت مفتی ظفر الدین صاحب اسی جواب کے حاشیہ میں ارقام فرماتے ہیں:

اذان میں أشهد أن محمداً رسول الله کے جواب میں أشهد أن محمداً رسول الله کی صراحت ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إذا قال المؤذن: الله أكبر، الله أكبر، فقال أحدكم: الله أكبر، الله أكبر، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله، قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ثم قال: أشهد أن محمداً رسول الله، قال: أشهد أن محمداً رسول الله، الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۶۷، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن إلخ)

البتہ اذان کے ختم پر درود پڑھنے کا حکم ہے، ارشاد نبوی ہے: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي فإنه من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشراً إلخ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۶۶، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن إلخ) واللہ أعلم۔ محمد امین

اذان سے پہلے الصلاة والسلام إلخ کہنا بدعت ہے

سوال: (۱۵۹) اذان کے قبل الصلاة والسلام عليك يا رسول الله وغیرہ جس کو صلاة کہتے ہیں اور مکہ و مدینہ (۱) میں ہوتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۴/۱۳۴۱ھ)
الجواب: اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۰۶)

اذان میں بہ وقت شہادتین انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا

سوال: (۱۶۰) اذان میں بہ وقت شہادتین انگوٹھوں کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ جو شخص اس سے منع کرے اس کی اقتداء نماز میں جائز ہے یا نہیں؟ اور جو انگوٹھوں کو بوسہ نہ دے وہ گنہگار ہے یا نہ؟ اگر بوسہ دینا مستحب یا سنت ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (۱۵۰۷/۱۳۴۱ھ)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں ”مکہ“ کے بعد ”معظمہ“ اور ”مدینہ“ کے بعد ”منورہ“ تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ ”معظمہ اور منورہ“ نہیں ہیں؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) اس لیے کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے، واللہ اعلم۔ ظفر

الجواب: استحباب تقبیل ابہامین کی دلیل شامی کی یہ عبارت ہے: يستحب أن يقال عند سماع الأولی من الشہادتین: ”صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“، وعند الثانیة منها: ”قُرَّةَ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ“، ثمّ يقول: ”اللّٰهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ“ بعد وضع ظفري الإبهامین علی العینین، فإنّہ علیہ السّلام یكون قائداً له إلی الجنّة، کذا فی کنز العباد اہ قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصّوفیة، وفي کتاب الفردوس: من قبل ظفري إبهامیه عند سماع ”أشهد أنّ محمّداً رسول اللّٰہ فی الأذان، أنا قائده ومدخله فی صفوف الجنّة“ وتمامہ فی حواشی البحر للملي عن المقاصد الحسنة للسخاوي. وذكر ذلك الجراحي وأطال، ثمّ قال: ولم يصحّ في المرفوع من كلّ هذا شيء إلخ (۱) (شامی: ۱/۲۶۷، باب الأذان) آخر عبارت شامی سے یہ بھی واضح ہوا کہ کوئی مرفوع حدیث صحیح اس بارے میں نہیں ہے، غایت یہ کہ ضعیف حدیث پر بھی فضائل اعمال میں عمل کرنا درست ہے، مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس فعل کو مسنون نہ سمجھے، کذا فی الدر المختار. پس چونکہ بعض عوام کو اس میں غلو ہو گیا اور اس کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک پر طعن و ملامت کرتے ہیں، اس لیے ترک اس کا علمائے محققین احوط سمجھتے ہیں (۲)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۶۲-۶۳، کتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب فی کراہة تکرار الجماعة فی المسجد.

(۲) امداد الفتاوی میں ہے:

سوال: تقبیل الابهامین یعنی بہ وقت کہنے مؤذن کے أشهد أنّ محمّداً رسول اللّٰہ بہ نام محمد ﷺ ناخن دونوں انگلیوں کے چوم کر آنکھوں پر رکھنے بدعت ہیں یا سنت؟ اگر اس کی کوئی اصل ہو تو وہ حدیث یا اثر جس قدر تعداد میں ذہن مبارک میں ہوں بہ قید نام کتاب حدیث باب وفصل وصفه مرقوم فرما کر ممنون و مشکور فرماویں، ایک دفعہ کسی صاحب نے اس کے متعلق دو حدیثیں دو کتابوں سے پیش کی تھیں، اگرچہ ضعیف تھیں لیکن کتابیں یاد نہیں رہیں، اللہ جواب سے جلدی سرفرازی عطا فرماویں، والسلام علی من اتبع الهدی، نیز اگر وہ حدیثیں ضعیف ہوں تو ارشاد ہو کہ اُن پر عمل کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب: مقاصد حسنہ سخاوی میں ان روایات کی تحقیق ہے، ان کا مضمون صرف یہ ہے کہ یہ عمل ہے رد یعنی آشوب چشم کا مگر اب لوگ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں، تو بدعت ہونا ظاہر ہے اور صحیح نیت پر بھی تشبہ ہے اہل بدعت کے ساتھ، اس لیے ترک لازم ہے۔ (امداد الفتاوی: ۵/۲۶۰، کتاب البدعات، سوال: ۲۳۵) ==

اور وہ شخص گنہگار نہیں، اقتداء اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۶/۲-۱۰۷)

سوال: (۱۶۱) اذان میں اُشہد أنّ محمداً رسول اللہ سن کر قرۃ عینی بک یا رسول

اللہ کہہ کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟ (۲۰/۷۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے، اور بعض روایات اس بارے میں نقل کی ہیں، جو ثابت نہیں ہے۔ اور قول و فعل رسول اللہ ﷺ و صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ عمل ثابت نہیں ہے، پس ترک اس کا احوط ہے، بہ وقت اذان جو کلمات منقول ہیں اسی کو معمول بہ بنانا چاہیے، احداث فی الدین نہ کرے۔ جواب صحیح ہے، اس سوال کے متعلق یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ بعض احادیث موقوفہ بھی اس باب میں آئی ہیں، قطع نظر صحت سند کے اس میں دو امر قابل لحاظ ہیں: ایک یہ کہ ان روایات میں یہ عمل بہ طور علاج و حفاظت رد کے آیا ہے، جو ایک امر دنیوی ہے، اس میں کوئی فضیلت وغیرہ ثواب نہیں، اور اب لوگ اس کو ثواب و تعظیم نبوی کہ امر دینی ہے سمجھ کر کرتے ہیں، اور تداوی کو عبادت سمجھنا بدعت ہے، اس لیے یہ اس اعتقاد سے بدعت ہوگا۔

دوم یہ کہ کرنے والے اس کا التزام عملی و اعتقادی کرتے ہیں، اور تارک کو مطعون سمجھتے ہیں۔ فقط، کتبہ: مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی (۱۲۵-۱۲۶)

سوال: (۱۶۲) اذان میں بوقت شہادتین انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور قرۃ عینی بک

یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ (۳۵/۴۳۶-۱۳۳۶ھ)

الجواب: علامہ شامی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت اذان میں ایسا کرنا مستحب ہے، پھر جراحى سے نقل کیا ہے: ولم یصحّ فی المرفوع من کلّ هذا شیء (۱) اور نہیں صحیح ہوا مرفوع حدیث میں اس میں سے کچھ، اس سے معلوم ہوا کہ سنت سمجھ کر یہ فعل کرنا صحیح نہیں ہے،

== تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸/۵۶۱-۵۶۶، ایمان کا بیان، سوال نمبر

(۸۴۴-۸۵۲-تا) اور فتاویٰ رحیمیہ کامل: ۱/۵۰۴-۵۱۱، سنت و بدعت کا بیان۔ سوال: (۸۰-۸۱) مطبوعہ:

مکتبۃ الاحسان دیوبند۔ محمد امین پالن پوری

(۱) رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۶۳، کتاب الصلاۃ، باب الأذان .

چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام و مطعون کرتے ہیں؛ اس لیے اب اس کو علمائے محققین نے متروک کر دیا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۹۰)

تثویب کا حکم

سوال: (۱۶۳) بعض شہروں میں ایسا کرتے ہیں کہ اوّل نماز جمعہ کے واسطے اذان اس کے بعد دو مرتبہ بہ آواز بلند الصّلاة کہہ کر پکارتے ہیں پھر اس کے بعد خطبہ کی اذان ہوتی ہے، اور رمضان شریف میں بعد اذان عشاء ایسا ہی کرتے ہیں؛ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۶۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ تھویب ہے جو کہ مختلف فیہ ہے اور احادیث میں اس پر اطلاق بدعت کا کیا گیا ہے، اور بعض فقہاء نے اس کو جائز فرمایا ہے اور امام ابو یوسفؒ خاص قاضی و مفتی وغیرہ کے لئے اس کو جائز (کہتے) (۲) ہیں اور اسی کو قاضی خان نے اختیار کیا ہے؛ پس احوط ترک ہے (۳) فقط (۲/۹۰-۹۱)

(۱) کفایت المفتی میں ہے:

سوال: بے شک حدیث صدیق اکبر ﷺ موضوع ہے، لیکن شامیؒ نے لکھا ہے کہ تقبیل ظفر ابہامین عند استماع اسمہ ﷺ عند الاذان جائز ہے۔

جواب: شامی نے اس مسئلے کو قہستانی سے اور قہستانی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے؛ نیز شامی نے فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے، کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ دونوں قابل فتویٰ دینے کے نہیں ہیں، اور جب کہ حدیث کا ناقابل استدلال ہونا ثابت ہے تو پھر اس کو سنت یا مستحب سمجھنا بے دلیل ہے اور اس کے تارک کو ملامت یا طعن کرنا مذموم۔ زیادہ سے زیادہ اس کو بہ طور علاج رمد کے ایک عمل سمجھ کر کوئی کرے تو مثل دیگر اعمال کے مباح ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت ثابت نہیں۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

(کفایت المفتی: ۳/۸، کتاب الصّلاة، پہلا باب: اذان و تکبیر، جواب نمبر: ۷) محمد امین پالن پوری

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (کہتے) کی جگہ ”رکھتے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) (والتثویب): وهو الإعلام بالصّلاة بين الأذان والإقامة بحسب ما تعارفه أهل كل بلد من لفظه (حسن) في كل صلاة لتواني الناس في الأمور الدنيّة، وقال أصحابنا المتقدمون: أنّه مكروه في غير الفجر لما روى الترمذي وابن ماجه من حديث ابن أبي ليلى

سوال: (۱۶۴) مؤذن کو بعد اذان کے امام یا دیگر نمازیوں کو بلانا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۰/۱۲۶۴ھ)

الجواب: یہ اچھا نہیں ہے، الا یہ ضرورت کبھی ایسا ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ فقط (۱۰۳/۲)

سوال: (۱۶۵) فی زمانہ عوام کی حالت سخت خراب ہے، اگر امام ان کا انتظار نہ کرے تو سخت تنگ کرتے ہیں، کبھی اگر نماز پڑھے اور بعض لوگ رہ جاویں تو سخت تنگ کرتے ہیں، ایسی صورت میں ایک طالب نے کہا کہ تھوہب طریقہ مسنونہ ہے، مؤذن امام کو وقت نماز پر جب سب نمازی جمع ہو جاویں بلا سکتا ہے، اور یہ طریقہ متاخرین کا جاری کردہ ہے کہ بعد اذان قبل اقامت مسجد کے منارے پر چڑھ کر مقتدیوں کو پکارا جاوے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کو بلانا ثابت ہے: اَنْ بَلالًا كَانَ يَجِيءُ بِبَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْأَذَانَيْنِ وَيُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ سَوْقُولَ فَيُصَلِّ تَحْرِيرَ فَرَاوِينَ۔ (۱۳۳۰-۲۹/۲۲۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وَيُثَوِّبُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ فِي الْكُلِّ لِلْكُلِّ (الدر المختار) قوله: (في الكل) أي كل الصلوات لظهور التواني في الأمور الدينية، قال في العناية: أحدث المتأخرون التشويب بين الأذان والإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصلوات سوى المغرب مع إبقاء الأول يعني الأصل، وهو تشويب الفجر، وما رآه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن (شامي) قوله: (للكل) أي كل أحد وخصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالحه العامة كالقاضي والمفتي والمدرس واختاره قاضي خان وغيره. نهر (۱) ان

== عن بلال رضي الله عنه، قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن لا أثوب في شيء من الصلاة إلا في الفجر، قال أصحابنا: هو أن يقول بين الأذان والإقامة: "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" مرتين. وقال غيرهم: هو أن يقول في أذان الفجر: "الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ" مرتين. ولما روي أنَّ عليًّا رضي الله عنه رأى مؤذِّنًا يثوب في العشاء قال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد، وكذا كرهه مالك والشافعي مطلقًا. (شرح النقاية: ۲/۱، كتاب الصلاة باب الأذان، قبل باب شروط الصلاة، المطبوعة: المكتبة الإعزازية، ديوبند) ظفیر

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۵۱/۲-۵۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من

بنی المنائر للأذان .

عبارات سے معلوم ہوا کہ تھویب احداث متاخرین سے ہے، اور امام ابو یوسفؒ نے قاضی و مفتی وغیرہ کے ساتھ اس کو خاص کیا ہے، پس اجتناب اس سے بہتر ہے، اور کوئی ضرورت خاصہ ہو تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۶/۲-۱۲۷)

جمعہ کی سنتوں سے پہلے مؤذن کا بلند آواز سے

صلاة سنة قبل الجمعة پکارنا درست نہیں

سوال: (۱۶۶) سنت جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کی مسجدوں میں جو ایک صلاة سنة قبل الجمعة پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز کہتا ہے، اور بغیر صلاة سنة قبل الجمعة کہنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے، اور اس صلاة سنت قبل الجمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاة کہے تو سنت جمعہ پڑھیں، بدیں الفاظ مؤذن پکارتا ہے: الصلاة سنة قبل الجمعة، الصلاة رحمکم اللہ کا کہنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ اور ابتدا اس صلاة سنت کی کہاں سے ہوئی؟ اور یہ صلاة سنة قبل الجمعة اگر نہ کہی جائے اور سنت جمعہ کی پڑھ لیں تو سنت جمعہ ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ اور کیا یہ صلاة سنة قبل الجمعة اگر کوئی نہ پکارے اور نہ کہے اور سنت قبل الجمعہ اور نماز جمعہ پڑھ لیوے تو غیر مقلد نجدی و ہابڑہ بن جاتا ہے؟ اور حنفی مذہب اور اسلام سے نکل کر بے ایمان بد دین ہو جاتا ہے؟ کیا تھویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن جانا ہے وہ نمازوں کے لیے مخصوص ہے یا سنت قبل الجمعہ کے واسطے بھی صلاة مذکورہ (کا کہنا) (۱) شریعت محمدیہ میں ثابت ہے؟ معتبر کتب حنفیہ سے ثبوت اس صلاة مذکور کا مع دلائل شرعیہ مع نقل اصل عبارت کتب مستندہ و نام کتاب و نام مصنف کتاب وغیرہ صاف تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل کریں۔ (۱۹۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: صلاة سنة قبل الجمعة پکارنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، بلکہ جس وقت زوال ہو جاوے اور اذان اول جمعہ کی ہو جاوے نمازیوں کو چاہیے کہ خود سنت قبل الجمعہ ادا کر لیں، اور جب کہ وقت سنتوں کا ہو جاوے تو بغیر پکارے صلاة سنة قبل الجمعة کے اگر کوئی شخص سنت قبل الجمعہ

پڑھ لے گا سنت ادا ہو جائے گی، اور اس سے غیر مقلد وغیرہ نہیں بنتا، یہ جاہلوں کے خیالات ہیں، اور تنہویب جس کو بعض فقہاء نے بعض نمازوں میں بعض اشخاص کے لیے مستحب فرمایا تھا وہ فرائض کے ساتھ مخصوص ہے، اور تنہویب بھی متروک ہے، بہ سبب خلاف سنت ہونے کے کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار فرمایا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۲۷-۱۲۸)

جماعت کے لیے نقارہ بجانا کیسا ہے؟

سوال: (۱۶۷) محلّہ شیش گراں میں صرف ایک مسجد ہے، اور محلّہ وسیع ہے، اذان کی آواز بھی سب جگہ نہیں جاتی، باشندگان محلّہ سب نمازی ہیں کاریگر (۲) لوگ ہیں، سب نمازوں کے وقت ان کے کام کے ہیں، اور کام پر سے اٹھنا ان کے حرج و نقصان کا باعث ہوتا ہے، اس لیے وہ جماعت کی پابندی نہیں کر سکتے، نظر برآں یہ ترکیب کی گئی تھی کہ اذان وقت پر ہوتی تھی اور جماعت کی تیاری پر نقارہ کے ذریعہ سے جو خارج مسجد رکھا ہوا ہے کاریگروں کو اطلاع کر دی جاتی تھی، اور سب کاریگر آجاتے تھے، اس میں ان کو جماعت کا انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا، اور جم غفیر کے ساتھ جماعت ہو جاتی تھی، اب بعض حضرات نے نقارہ کی ممانعت کی، اور جماعت ٹوٹ گئی، جس کو توفیق ہوتی ہے فرداً فرداً نماز پڑھ لیتا ہے، ورنہ کچھ ضروری نہیں سمجھتا، ایسی صورت میں نقارہ کے اعلان کو جو خارج از مسجد ہے کیسا سمجھا جاتا ہے؟ اور اس کی بابت کیا حکم ہے؟ اور کون ذریعہ اطلاع کا مستحسن ہے؟ بینوا تو جرا۔ (۱۵۸۱/۱۳۴۰ھ)

(۱) والتّشویب فی الفجر حیّ علی الصّلاة حیّ علی الفلاح مرّتين بین الأذان والإقامة حسن لأنّہ وقت نوم وغفلة وکرہ فی سائر الصّلوات ، ومعناه العود إلى الإعلام وهو علی حسب ما تعارفوه وهذا تشویب أحدثه علماء الکوفة بعد عهد الصّحابة لتغیّر أحوال النّاس إلخ وخصّ الفجر به لما ذکرناه ، والمتأخرون استحسنوه فی الصّلوات کلّھا لظهور التّواني فی الأمور الدّینیّة ، وقال أبویوسف : لا أرى بأساً أن یقول المؤذن للأمر إلخ واستبعده محمّد لأنّ النّاس سواسیة فی أمر الجماعة إلخ . (الهدایة: ۸۹/۱، کتاب الصّلاة ، باب الأذان) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کاریگر' سے پہلے 'جو' ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'جو' نہیں ہے، اس لیے ہم نے

اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

الجواب: اعلام بعد الاذان جس کو تنویب کہتے ہیں؛ علمائے متقدمین نے اس کو مکروہ اور بدعت کہا ہے، اور علمائے متاخرین نے بہ وجہ تساہل کے اس کو جائز رکھا ہے (۱) پس بر بناء مذہب متاخرین اگر اعلام کے واسطے کوئی صورت جماعت کے انتظام کی نہ ہو تو نقارہ کے ساتھ اعلام جائز ہے کما فی الدر المختار والشامی: و یثوب بین الأذان والإقامة فی الكلّ للكلّ بما تعارفوه (الدر المختار) کتنحیح أو قامت قامت أو الصلاة الصلاة، ولو أحدثوا إعلامًا مخالفًا لذلك جاز (۲) (شامی) فقط (اور جب کہ اذان کی آواز پہنچ جاتی ہو تو بلا ضرورت نقارہ بجانے سے بچنا چاہیے، اس وجہ سے کہ ابتدائے امر اذان میں اس طرح کی تمام صورتیں رد کر دی گئی تھیں۔ ظفیر) (۱۰۴/۲-۱۰۵)

سوال: (۱۶۸) مسجد میں واسطے حاضری نمازیوں کے نقارہ بجانا کیسا ہے؟ (۲۹/۷۰۷-۱۳۳۰ھ)
الجواب: اذان کہیں (۳) نقارہ مسجد میں حاضری کے واسطے درست نہیں ہے (۴) فقط (۱۲۵/۲)

اذان و اقامت فرائض کے لیے خاص ہیں

سوال: (۱۶۹) تکبیر فقط فرض سے پہلے کہی جاتی ہے یا سنت سے پہلے بھی؟ (۲۶۲۰/۲-۱۳۴۲ھ)

(۱) اس حوالہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، سابقہ سوال کا حاشیہ نمبر ۲۔
(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۵۱/۲-۵۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب فی أول من بنی المنائر للأذان.

(۳) لأنّ الأذان من إعلام الدین إلخ (غنیة المستملی: ص: ۳۲۲، فصل فی صفة الصلاة) ظفیر
(۴) روی أبو داؤد..... عن عبد الله بن زید قال: لما أمر النبی صلی الله علیه وسلم بالنّاقوس یعمل لیضرب به الناس لجمع الصلاة طاف بی وأنا نائم رجل یحمل ناقوسًا (إلی قوله) تقول: الله أكبر الله أكبر (إلی آخر الحديث) (غنیة المستملی المعروف بالکبیری: ص: ۳۲۲، فصل فی صفة الصلاة)

اس سے پہلے مفتی علام نے نقارہ کی اجازت دی ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب وہ اذان کے بعد نماز کی مزید اطلاع کے لیے ہو اور جماعت کے انتظام کی اس کے سوا کوئی اور صورت نہ ہو۔ یہاں سوال مختصر ہے اور کسی مجبوری کا ذکر نہیں ہے، اس لیے اجازت نہیں دی ہے۔ واللہ اعلم ظفیر

الجواب: اذان اور تکبیر فرائض کے لیے ہے، سنتوں کے لیے نہیں ہے۔ ھكذا في الدر المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۱۱-۱۱۲)

تکبیر کب شروع کی جائے؟

سوال: (۱۷۰) بروقت جماعت قبل کھڑے ہونے امام کے مصلے پر تکبیر شروع کی جاوے یا بہ وقت عدم موجودگی پر؟ کیا رسول اللہ ﷺ حجرے میں سے تکبیر سن کر تشریف لاتے تھے؟ اور یہی معمول تھا یا کبھی کبھی ایسا ہوا ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: یہ ضروری نہیں کہ جب امام مصلے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے، بلکہ امام جب کہ مسجد میں موجود ہے تکبیر کہنا درست ہے، امام تکبیر سن کر خود مصلے پر آجائے گا، جیسا در مختار میں اس عبارت سے ظاہر ہے: والقیام لإمام ومؤتم حين قيل حيّ على الفلاح إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صفٍ ينتهي إليه الإمام على الأظهر إلخ (۲) فقط (۲/۱۱۲)

اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال: (۱۷۱) تکبیر کے وقت مقتدیوں کو اور امام کو کس وقت کھڑا ہونا چاہیے؟ ایک مولوی صاحب نے حیّ علی الفلاح کے وقت مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو مستحب فرمایا ہے۔ (۱۳۳۳ھ/۱۰۷۶)

الجواب: نماز کے آداب میں سے فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ حیّ علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جائیں، لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جائیں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے، کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا، البتہ بہتر یہی ہے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے، اور در مختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس

(۱) والإقامة كالأذان فيما مرّ (الدر المختار) وأراد بما مرّ أحكام الأذان العشرة المذكورة في المتن ، وهي أنه سنة للفرائض . (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۵۰، کتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان) ظفیر

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۵۶، کتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، آداب الصلاة.

وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جائیں (۱)، بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے، مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولیٰ و افضل ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۳-۱۱۲/۲)

سوال: (۱۷۲) زید امام ہے اور مقتدی ہر جماعت میں تکبیر جب کہتے ہیں تو امام اس وقت کھڑا ہوتا ہے کہ جب تکبیر میں حیّ علی الفلاح یا اللہ اکبر کہا جاتا ہے، اس سے پیشتر تمام تکبیر بیٹھا ہوا سنتا ہے اور ایک مقتدی بھی ایسا (ہی) (۳) کرتا ہے امام کے ساتھ ہی اٹھتا ہے

(۱) و إن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه إلا إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم إقامته ظهيرة، وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۵۶، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، آداب الصلّٰة) ظفیر

(۲) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:

فقہاء نے یہ جو لکھا ہے کہ ”امام اور مقتدی حیّ علی الصلّٰة پر کھڑے ہوں“ تو یہ من جملہ آداب ہے، واجب یا سنت نہیں ہے، جس طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ ”امام قد قامت الصلّٰة پر نماز شروع کرے“ لیکن فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اصح، اعدل اور افضل تو یہ ہے کہ تکبیر پوری ہونے پر امام کو نماز شروع کرنا چاہیے، تاکہ تکبیر کہنے والا امام کے ساتھ نماز شروع کر سکے تو جس طرح تکبیر کہنے والے کی رعایت کرتے ہوئے فقہاء نے ایک ادب ”قد قامت پر نماز شروع کرنے“ کو ترک کر دیا ہے۔ اسی طرح تسویہ صفوف کی اہمیت کے پیش نظر دوسرے ادب ”حیّ علی الصلّٰة پر کھڑے ہونے“ کے خلاف، جیعلتین پر قیام کی تقدیم کو رائج کہا جائے گا، کیوں کہ تسویہ صفوف کی رعایت تکبیر کہنے والے کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔

علاوہ بریں فقہاء کی ان عبارتوں کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت تکبیر کہنے والا حیّ علی الصلّٰة پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے تاخیر نہ کرنا چاہیے، جیسا کہ علامہ احمد طحاوی نے حاشیہ در مختار میں تصریح فرمائی ہے جن کی عبارت سوال نمبر: ۱۷۸ کے جواب کے اخیر میں آرہی ہے، لہذا اگر اس سے پہلے تکبیر کے شروع ہی سے کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور فقہاء کی عبارتوں کی خلاف ورزی نہیں ہے، بلکہ آج کل تسویہ صفوف کے ساتھ لوگوں کی بے اعتنائی کی وجہ سے پہلے کھڑا ہونا ہی افضل ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۸۴/۱-۱۸۵، کتاب الصلّٰة، باب الأذان والإقامة

سوال نمبر: ۱۷۶) محمد امین پالن پوری

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے اس وقت امام اللہ اکبر کہتا ہے؟ (۱۳۳۹/۲۰۵۰ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ آداب نماز میں سے ہے یہ کہ جس وقت تکبیر میں حیّ علی الفلاح کہے اس وقت امام اور مقتدی کھڑے ہوں، اور جس وقت قد قامت الصّلاة کہے اس وقت امام نماز شروع کرے، اور اگر ختم تکبیر کے بعد شروع کرے تو یہ اچھا ہے۔ فقط (۱۵۲/۳)

سوال: (۱۷۳) مقتدی اور امام کا شروع اقامت سے کھڑے ہونے پر تعامل رہا ہے تو اس میں کیا مصلحت تھی؟ (۱۳۳۵/۲۷۵۶ھ)

الجواب: وہ خاص مصلحت یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے تسویہ صفوف (وغیرہ) (۱) کر لیا جاوے، پس اگر حیّ علی الفلاح پر مقتدی کھڑے ہوئے اور قد قامت الصّلاة پر امام نے تکبیر تحریمہ کہہ دی جیسا کہ روایت کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے، تو پہلے سے تسویہ صفوف وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکے گا، حالانکہ یہ اہم ہے (۲) اور حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا امر استحبابی ہے اور اس میں تاویل بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ اس سے تاخیر نہ کریں تقدیم میں کچھ حرج نہیں ہے (۳) فقط (۶۲-۶۱/۳)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) عن النعمان بن بشیر رضي الله عنه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كأنما يسوي بها القداح حتى رأى أنا قد عقلنا عنه ثم خرج يوماً فقام حتى كاد أن يكبر فرأى رجلاً بادياً صدره من الصف ، فقال : عباد الله ! لتسوّن صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم ، رواه مسلم .

وعن أنس رضي الله عنه قال : أقيمت الصلاة ، فأقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه ، فقال : أقيموا صفوفكم وتراصوا ، فإني أراكم من وراء ظهري . (مشكاة المصابيح، ص: ۹۷-۹۸، كتاب الصلاة ، باب تسوية الصف ، الفصل الأول)

(۳) والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم ، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس وحرر إلخ . (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۱۵/۱، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، المطبوعة:

سوال: (۱۷۴)..... (الف) جب امام مصلیٰ پر موجود ہو تو امام اور مقتدی کو تکبیر کے وقت حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے متعلق جو کتب فقہ میں حین قیل حیّ علی الفلاح مصرح ہے؛ یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یا نہیں؟ اور صحیح ہے یا غلط؟

(ب) کیا یہ مسئلہ نیا ہے اور حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونے سے صف باندی ناممکن ہے؟
(ج) اس قول پر عمل درآمد کرنے والے اور دوسروں کو ترغیب دینے والے کیسے ہیں؟ اور توڑنے والے اور دوسروں کو باز رکھنے والے کیسے ہیں؟ (۱۰۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف-ج) بسم اللہ الرحمن الرحیم اقول وباللہ التوفیق: بے شک فقہاء نے آداب نماز میں سے اس کو لکھا ہے کہ جس وقت مکبر حیّ علی الفلاح کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جاویں کذا فی الدر المختار۔ اور یہ بھی در مختار میں ہے کہ یہ حکم استنباطی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود ہو، اور اگر امام دوسری جگہ اپنے حجرہ وغیرہ میں ہو تو جس وقت امام آوے اس وقت سب کھڑے ہو جاویں، عبارت در مختار یہ ہے: ولها آداب ترکہ لا یوجب إساءة ولا عتاباً کترک سنة الزوائد، لکن فعله أفضل: نظره إلى موضع سجوده حال قيامه - إلى أن قال - والقيام لإمام ومؤتم حين قیل ”حیّ علی الفلاح“ إلخ، إن كان الإمام بقرب المحراب وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر إلخ، وشروع الإمام في الصلاة مذ قیل: ”قد قامت الصلاة“ ولو آخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثاني والثالثة، وهو أعدل المذاهب إلخ وفي القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح (الدر المختار) قوله: (أنه الأصح) لأن فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام (۱) (شامی) پس معلوم ہوا کہ یہ امور آداب میں سے ہیں، ان کے ترک پر اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن و طعن قرار دینا نہایت ظلم و تعدی ہے، جیسا کہ خود علامہ شامی نے شروع امام میں قد قامت الصلاة کہنے پر بحث کی ہے کہ اصح و اعدل المذاهب یہ ہے کہ جب تک مکبر پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو،

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۴/۲-۱۵۶، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة

اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے کیوں کہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب اور مسنون ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس وقت مکتبہ قد قامت الصلّٰۃ کہتا تھا تو آنحضرت ﷺ اقامہا اللہ و ادا مہا پڑھتے تھے (۱) اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے: سوّوا صفوفکم ، فإنّ تسویة الصفوف من إقامة الصلّٰۃ أو من تمام الصلّٰۃ (۲) اور حرّین شریفین اور دیگر بلاد میں یہ عادت ہے کہ جس وقت مکتبہ تکبیر کہنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو پہلے یہ حدیث پڑھتا ہے: سوّوا صفوفکم الحدیث، الغرض اس بارے میں شرعاً وسعت ہے اور قول فقہاء والقیام حین قیل حیّ علی الفلاح کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر پہلے سے امام و مقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو اس وقت کھڑے ہو جاویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۱۲/۲-۲۱۳)

سوال: (۱۷۵) مذکورہ بالا سوال (۱۷۴) کے متعلق دوبارہ استفتاء آیا، جس کا جواب درج

ذیل ہے: (۱۸۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: پس معلوم ہوا کہ یہ امور آداب میں سے ہیں ان کے ترک پر طعن نہ کرنا چاہیے، آداب میں سے ہونا خود اس کو مقتضی ہے کہ یہ سنت نہیں ہے ورنہ سنن میں لکھے جاتے بلکہ حقیقت حیّ علی الصلّٰۃ ، حیّ علی الفلاح پر عمل کرنے کی وجہ سے ایسا ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ قد قامت الصلّٰۃ پر امام اور مقتدیوں کی نماز شروع کرنے کا حکم اسی بناء پر دیا گیا تھا، لیکن علامہ شامی نے لکھا کہ اس پر عمل کرنے میں سنت اجابت تکبیر وغیرہ فوت ہوتی ہے، لہذا ختم تکبیر تک نماز نہ شروع کرنا بہتر ہے، اسی طرح حیّ علی الصلّٰۃ حیّ علی الفلاح کے مسئلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر امام و قوم

(۱) عن أبي أمامة رضي الله عنه أو بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إنّ بلاً أخذ في الإقامة، فلمّا أن قال: "قد قامت الصلّٰۃ"، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أقامها الله و ادا مہا"، وقال في سائر الإقامة كنحو حديث عمر رضي الله عنه في الأذان رواه أبو داؤد. (مشكاة المصابيح، ص: ۶۶، كتاب الصلّٰۃ ، باب فضل الأذان و إجابة المؤذن الفصل الثاني) ظفیر

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : سوّوا صفوفکم الحدیث. (مشكاة المصابيح، ص: ۹۸، كتاب الصلّٰۃ ، باب تسوية الصفّ ، الفصل الأوّل)

پہلے سے کھڑے نہ ہوں تو اس وقت کھڑے ہو جاویں اور اگر شروع تکبیر پر سب کھڑے ہو گئے ہیں جیسا کہ عام عادت ہے اور حرمین شریفین وغیرہا میں بھی اسی پر عمل درآمد ہے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ اس میں تسویہ صفوف بہ اطمینان ہو سکتا ہے، اور حدیث سووا صفوفکم الحدیث پر پوری طرح عمل ہوتا ہے۔ فقط (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

سوال: (۱۷۶) جب کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا تمامی علمائے کرام کا مسلمہ مسئلہ ہے اب کسی حنفی سنی مقلد کو اس کے خلاف جائز ہے؟ (۲۶۷/۳۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ یہ احتراز تاخیر سے ہے تقدیم سے احتراز نہیں جیسا کہ طحاویؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے (۱) تو پھر پہلے سے کھڑے ہونے میں اس کا خلاف لازم نہیں آتا۔ (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

امام نماز کب شروع کرے؟

سوال: (۱۷۷) کیا قد قامت الصلوة پر امام کو نیت باندھنا مفتی بہ قول ہے؟ (۳۹۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: شامی میں اصح اس کو قرار دیا ہے کہ تکبیر کے ختم کے بعد امام نماز شروع کرے۔

وفي القهستاني معزيا للخلاصة: أنه الأصح (الدر المختار) قوله: (أنه الأصح) لأن فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام (۲) (شامی) فقط (۲۱۲/۲)

سوال: (۱۷۸) نماز کے وقت معین پر امام صاحب اپنے حجرہ سے تشریف لائے اور مصلیٰ پر دو زانوں بیٹھ گئے، اور مقتدی بھی بیٹھ گئے، مؤذن نے کھڑے ہو کر تکبیر شروع کی، اور مقتدی بیٹھے ہوئے ہیں، جس وقت مؤذن نے حی علی الفلاح کہا فوراً امام اور مقتدی کھڑے ہو گئے، اور نیت باندھ لی، مگر امام نے دائیں بائیں صف کو نہیں دیکھا، آیا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا کیا عمل تھا؟

(۳۵/۹۳۳-۱۳۳۶ھ)

(۱) والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس وحرر إلخ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۲۱۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، المطبوعة:

مكتبة الاتحاد، ديوبند) محمد امین پالن پوری

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۵۶، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة.

الجواب: درمختار میں ہے: ولها آداب تركه لا يوجب إساءة ولا عتباً - إلى ان قال: - والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حيّ على الفلاح إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیوں کا حیّ علی الفلاح پر کھڑا ہونا آداب میں سے ہے، اس کے ترک سے عقاب و عتاب نہیں ہے۔ اور نیز درمختار میں ہے: ویصف أي یصفهم الإمام بأن یأمرهم بذلك، قال الشّمني: وینبغي أن یأمرهم بأن یتراصوا ویستدوا الخلل ویسووا مناكبهم إلخ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ امام کو یہ لائق ہے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑا ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے، پس امام کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ میں ایسی عجلت نہ کرے کہ صف پوری ہو یا نہ ہو، اور صف سیدھی ہو یا نہ ہو، اور سب نمازی برابر کھڑے ہوں، یا نہ ہوں فوراً نیت باندھ لیوے ایسا ہرگز نہ کرے، اور حیّ علی الفلاح پر تو امام کو نیت باندھنے کا حکم فقہاء نے بھی نہیں لکھا، بلکہ قد قامت الصّلاة پر لکھا ہے، اور اس میں درمختار و شامی وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تکبیر کی تکبیر کے ختم ہونے پر نیت باندھے، درمختار میں ہے: اور قہستانی میں کہا خلاصہ سے نقل کر کے أنّه الأصحّ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: لأنّ فیہ محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن وإعانة له علی الشّروع مع الإمام (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۵-۲۱۶)

سوال: (۱۷۹) اگر کوئی امام تکبیر پوری نہ ہونے دے، ہمیشہ قد قامت الصّلاة پر نیت باندھ لے تو کیسا ہے؟ (۲/۲۶۴۰-۱۳۴۳ھ)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ تکبیر ختم ہونے پر امام نیت باندھے، اور اگر قد قامت الصّلاة پر نیت باندھے تو یہ بھی جائز ہے، اور متون کتب فقہ میں ایسا ہی لکھتے ہیں، مگر اوّل اولیٰ ہے (۴) فقط (۲/۱۱۳)

(۱) الدر المختار مع الشّامي: ۲/۱۵۴-۱۵۶، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة.

(۲) الدر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۶۵-۲۶۶، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها؟.

(۳) الدر المختار مع الشّامي: ۲/۱۵۶، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، آداب الصّلاة.

(۴) حوالہ کے لیے سابقہ جواب ملاحظہ فرمائیں ۱۲-

تکبیر کہاں کھڑے ہو کر کہنا چاہیے؟

سوال: (۱۸۰) فرائض کی تکبیر کے لیے مکبر کا کہاں کھڑا ہونا مشروع ہے؟ بالکل محاذی امام کے یادائیں یا بائیں؟ مستحب مسنون طریقہ کیا ہے؟ (۱۶۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شرعاً اس میں کوئی تحدید نہیں ہے، یعنی اقامت کے لیے شرعاً کوئی جگہ محاذی امام یا جانب بئیں و شمال معین نہیں ہے، حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت جس طرف اور جس موقع پر مکبر کھڑا ہو کر تکبیر کہے درست ہے، اور فقہاء کا اقامت کے لیے کوئی جانب اور کوئی جگہ معین نہ کرنا یہی دلیل ہے عدم تعیین اور عدم تحدید کی، کسی فقہ کی کتاب میں جانب بئیں یا شمال یا محاذات کی تخصیص مکبر کے لیے نہیں کی گئی، اور جو کچھ عوام میں مشہور ہے کہ اذان بائیں جانب اور تکبیر داہنی طرف ہو یہ بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۶/۲)

سوال: (۱۸۱) اذان بائیں طرف اور تکبیر (دائیں) (۱) طرف کھڑے ہو کر پڑھنا مشہور ہے، اور اس پر اکثر اہل علم کا تعامل (بھی) (۲) دیکھا جاتا ہے، بلکہ اس قید و تخصیص کو ضروری و شرعی سمجھتے ہیں، اور اس کے خلاف کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں، اور دعا کے وقت امام کا بائیں طرف منہ کر کے بیٹھنا نہایت ہی مذموم سمجھتے ہیں، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۹۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اذان بائیں طرف اور اقامت دائیں طرف ہونے کی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے، اور کسی حدیث و فقہ کی کتاب میں نہیں ہے، یہ بات غلط مشہور ہے، ورنہ ان لوگوں کو جو ایسا کہتے ہیں کوئی دلیل لانی چاہیے، بلا دلیل اپنی طرف سے شریعت میں ایسی قیدیں لگانا درست نہیں ہے، یہ یاد رکھنے کی بات ہے، اور دعا کے وقت امام کو داہنی طرف اور بائیں طرف پھرنا دونوں حدیث میں آئے ہیں، اور دونوں امر کی شرعاً اجازت ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ کرے کہ یہ سمجھے کہ داہنی طرف ہی پھرنا ضروری ہے، میں نے بارہا رسول اللہ ﷺ

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (دائیں) کی جگہ ”داہنی“ ہے، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

کو دیکھا ہے کہ بائیں طرف کو پھرے اتنی (۱) لیکن یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ زیادہ تر رسول اللہ ﷺ داہنی طرف کو پھرتے تھے (۲) پس معمول یہ رکھنا چاہیے کہ اکثر داہنی طرف کو پھرے، اور کبھی کبھی بائیں طرف کو بھی پھر جایا کرے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۸۸-۸۹)

سوال: (۱۸۲) تکبیر داہنی جانب ہونی چاہیے یا بائیں جانب؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور تکبیر داہنی جانب، حضور ﷺ نے ایسا کیا اس میں ثواب زیادہ ہے، اس کے برعکس کرنا ثواب میں کمی کرنا ہے، دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں امر مساوی ہیں، تعین کرنا بدعت ہے، کیوں کہ اس کی تعین ثابت نہیں۔ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: یہ مشہور بے اصل ہے، شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی جانب ہو، بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے، کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے، جس نے داہنی جانب تکبیر کہنے میں ثواب زیادہ بتلایا ہے اُن سے دریافت کیا جاوے کہ کسی فقہ میں آپ نے کوئی تصریح دیکھی ہے، یا حدیث میں یہ بات ہے، یہ بات تو دوسری ہے کہ مقتدی داہنی طرف کھڑے ہونے والے کو زیادہ ثواب حدیث سے

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود رضي الله عنه قال: لا يجعل أحدكم للشيطان شيئاً من صلاته يرى أنّ حقاً عليه أن لا ينصرف إلاّ عن يمينه، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره، متفق عليه (مشكاة المصابيح، ص: ۸۷، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول) ظفیر

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه، رواه مسلم. (حوالہ سابقہ) ظفیر

(۳) فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخير إن شاء انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره، وهذا أولى لما في مسلم من حديث البراء كنا إذا صلينا خلف النبي عليه السلام أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه، فإنّ مفهومه أنّ وجهه عند الإقبال عليهم كان يقابل من هو عن يمينه، وذلك إنّما يكون إذا كان المسجد عن يمينه والقبلة عن يساره إلخ. (غنية المستملی: ۲۹۶، فصل في صفة الصلاة) ظفیر

ثابت ہے (۱) مگر اقامت داہنی طرف ہونے میں زیادہ ثواب ہونا کہیں نظر سے نہیں گذرا۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۰-۱۱۹/۲)

سوال: (۱۸۳) تکبیر بائیں جانب جائز ہے یا نہیں؟ یا داہنی جانب ہی کہی جاوے؟
(رجسٹر میں نہیں ملا)
الجواب: تکبیر بائیں جانب بھی درست ہے، داہنی جانب کی کچھ تخصیص نہیں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۷-۱۱۶/۲)

سوال: (۱۸۴) دائیں طرف اذان اور بائیں طرف اقامت ہونے کا ثبوت شرعی ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۵۷۲ھ)
الجواب: اس کا کچھ ثبوت نہیں (ہے) (۲) فقط (۳۵۱-۳۵۰/۳)

تکبیر ختم ہونے کے بعد معمولی تاخیر ہو تو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں
سوال: (۱۸۵) امام مصلیٰ پر رومال یا عمامہ باندھ رہا تھا کہ مؤذن نے تکبیر ختم کر دی، امام
نے کہا پھر تکبیر کہو، آیا دوبارہ تکبیر کی ضرورت تھی یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۷۷۷ھ)
الجواب: دوبارہ تکبیر کہنے کی اس صورت میں ضرورت نہ تھی (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۶/۲)

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن الله وملائكته
يصلّون على ميامن الصفوف، رواه أبو داؤد. (مشكاة المصابيح، ص: ۹۸، كتاب الصلاة،
باب تسوية الصفّ، الفصل الثاني)

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲
(۳) صَلَّى السَّنةَ بعد الإقامة، أو حضر الإمام بعدها لا يعيدها بزّازية، وينبغي إن طال الفصلُ
أو وجد ما يُعدُّ قاطعاً كأكلي أن تُعادَ (الدّر المختار) أقول: قال في آخر شرح المنية: أقام المؤذنُ
ولم يُصلِّ الإمامُ ركعتي الفجر يصلّيهما ولا تُعاد الإقامة لأنّ تكرارها غير مشروع إذا لم
يقطعها قاطعٌ من كلامٍ كثيرٍ أو عملٍ كثيرٍ ممّا يقطع المجلس في سجدة التلاوة. (الدّر المختار
ورّد المختار: ۶۵/۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، قبيل باب شروط الصلاة) ظفیر

اقامت کے بعد امام نے کھانا کھایا، یا دیر تک باتیں کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۶) اقامت کے بعد امام نے کھانا کھایا، یا زیادہ دیر تک باتیں کی، تو نماز کے واسطے اعادہ اقامت کی حاجت ہے یا نہیں؟ (۳۲/۸۳۹-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عبارت شامی کی لائن تکرار ہا غیر مشروع إذا لم يقطعها قاطع من كلام كثير أو عمل كثير (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئلہ میں اعادہ اقامت کی جاوے (اور اس میں امام کا فعل یا اقامت کہنے والے کا جو موجب تاخیر صلاۃ ہوا برابر ہے) (۲) (۱۲۲/۲، ۱۱۷/۲) (۳)

فاسد ہونے کی وجہ سے نماز دوبارہ پڑھی گئی تو تکبیر کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۷) امام نے بجائے چار رکعت عصر کے سہواً پانچ رکعت ادا کی، کسی نے متنبہ نہیں کیا، اب امام اور مقتدی درود و وظائف سے فارغ ہو کر دعا مانگنے کو تیار تھے کہ تعداد رکعت کی بحث شروع ہوئی، نماز کا اعادہ کیا گیا، اور دوبارہ تکبیر کہی گئی، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۱۰۰۸ھ)

الجواب: اس صورت میں دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر دوبارہ کہہ دی جائے اس وجہ سے کہ فصل طویل ہو گیا ہے تو کچھ حرج نہیں ہے، کتب فقہ میں تو یہ لکھا ہے: صلی السنۃ بعد الإقامة أو حضر الإمام بعدها لا يعيدها بزاوية، وينبغي إن طال الفصل أو وجد ما يعد قاطعاً كأكل أن تعاد إلخ (۴) (الدّر المختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۰/۲)

امام مسجد نے تکبیر کے بغیر نماز پڑھا دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸۸) امام مسجد نے مصلے پر کھڑے ہو کر مقتدیوں کو تکبیر کے لیے اذن دیا، تکبیر میں

(۱) الدّر المختار و ردّ المختار: ۲/۶۵، کتاب الصلاۃ، باب الأذان .

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) اس سوال و جواب کے بعینہ مکرر ہونے کی وجہ سے جلد ۲/۱۲۲، سوال نمبر: ۱۸۱ کو حذف کر دیا گیا۔

(۴) الدّر المختار مع ردّ المختار: ۲/۶۵، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، قبیل باب شروط الصلاۃ

کسی وجہ سے تاخیر ہوئی، امام نے بہ قدر تکبیر تاخیر کر کے بوجہ اپنے ضعف سماع کے نہ سنا، اور نیت باندھ لی، تو نماز یا ثواب جماعت میں کچھ حرج واقع ہوگا یا نہیں؟ (۱۱۹۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز ہوگئی، اور ثواب جماعت بھی مل گیا، اور اقامت جو کہ سنت ہے متروک ہوگئی (۱) لیکن چونکہ بہ وجہ عدم سماع امام کے ایسا ہوا: اس لیے کچھ گناہ نہیں ہوا۔ فقط (۹۲/۲)

مسجد میں جماعت ثانیہ سے پہلے دوبارہ تکبیر کہنی چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۹) جو مسجد لب سڑک ہو، اس میں پہلی جماعت ہو چکی ہو، اگر دوسری جماعت کرائی جائے تو کیا اس دوسری جماعت کے لیے بھی تکبیر ثانی کہنی چاہیے یا نہیں؟ (۱۱۰۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر امام ومؤذن اس مسجد کا مقرر نہ ہو تو جماعت ثانیہ اس مسجد میں درست ہے، اور اقامت یعنی تکبیر ثانی کہی جاوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۸/۲)

کونسی صف میں کھڑے ہو کر اقامت کہنی چاہیے؟

سوال: (۱۹۰) مؤذن اقامت اول صف میں پڑھے یا جس صف میں چاہے؟ مستحب کیا ہے؟ (۹۲/۷۱۳۴۰ھ)

(۱) ویکرہ أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة كذا في فتاوى قاضي خان .
(الفتاوى الهندية : ۵۴/۱، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن)

والإقامة كالأذان فيما مرّ (الدّر المختار) وأراد بما مرّ أحكام الأذان العشرة المذكورة في المتن ، وهي أنّه سنة للفرائض . (الدّر المختار و ردّ المحتار : ۵۰/۲، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان) ظفیر

(۲) بل يكره فعلهما وتكرار الجماعة إلا في مسجد على طريق فلا بأس بذلك (الدّر المختار) قوله: (إلا في مسجد) على طريق هو ما ليس له إمام ومؤذن راتب فلا يكره التكرار فيه بأذان وإقامة بل هو الأفضل خانية (الدّر المختار و ردّ المحتار : ۵۸-۵۹، كتاب الصلاة، باب الأذان مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد) ظفیر

الجواب: جس صف میں ہو اسی میں اقامت پڑھ سکتا ہے، اس میں کچھ قید نہیں ہے، اور صف اول میں ہونا ضروری نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۲/۲)

اقامت میں جیعلتین کے وقت تحویل وجہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۱) اقامت کے اندر بھی مثل اذان کے حیّ علی الصّلاة وحیّ علی الفلاح کہنے کے وقت داہنے اور بائیں منہ پھیرنا چاہیے یا نہیں؟ (۳۹۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: روایات کتب فقہ سے ظاہر ہے کہ اقامت مثل اذان کے ہے، اور جو مواقع اختلاف کے ہیں ان میں فقہاء و محققین نے تحویل وجہ کو نہیں لکھا، بلکہ تحویل وجہ میں اقامت کو مثل اذان کے قرار دیا ہے۔ لہذا رائج یہی ہے کہ تحویل وجہ اقامت میں بھی ہو، مگر چونکہ بعض علماء نے اس علت سے کہ اقامت اعلان حاضرین کے لیے ہے؛ تحویل وجہ کو جیعلتین میں سنت نہیں سمجھا، اس لیے اس میں گنجائش ہے، لیکن جو علماء اس تحویل کو سنت نہیں فرماتے وہ بھی اس کو منع نہیں کرتے، بلکہ غایت یہ کہ ضروری نہیں فرماتے، تو اس اعتبار سے بھی فعل اس کا اولیٰ ہے ترک سے، لہذا معمول بہ بنانا اس کو مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۹/۲-۹۰)

وضاحت: اس مسئلہ میں فقہاء اور مفتیان کرام کی رائیں مختلف ہیں، بعض حضرات تحویل وجہ کو رائج اور اولیٰ قرار دیتے ہیں، اور محققین عدم تحویل کو ترجیح دیتے ہیں، بہشتی زیور میں ہے: اور اقامت میں حیّ علی الصّلاة اور حیّ علی الفلاح کہتے وقت داہنے بائیں جانب منہ پھیرنا بھی نہیں ہے، یعنی ضرور نہیں ورنہ بعض فقہاء نے لکھا ہے۔

(اختری بہشتی زیور: ۲۴/۱۱، اذان کا بیان، مسئلہ نمبر: ۶)

(۱) وينبغي أن يؤذّن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذّن في المسجد كذا في فتاوى قاضي خان، والسنة أن يؤذّن في موضع عالٍ يكون أسمع لجيرانه ويرفع صوته، ولا يُجهّد نفسه..... ويقوم على الأرض هكذا في القنية، وفي المسجد هكذا في البحر الرائق.

(الفتاوى الهندية: ۵۵-۵۶، كتاب الصّلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في

كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما)

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ محمود الروایہ میں لکھتے ہیں:

إِنَّ الْإِقَامَةَ لَيْسَتْ كَالْأَذَانِ فِي وُجُوهِ مِنْهَا وَضَعُ الْأَصْبَعَيْنِ فِي الْأُذُنَيْنِ ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ فِي الْإِقَامَةِ عَلَى الْقَوْلِ الْمُعْتَمَدِ ، وَكَذَا لَا تَحْوِيلَ فِيهَا ، وَكَذَا لَا يُزَادُ فِيهَا الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ . (شرح نقایة: ۶۱/۱)

ترجمہ: اقامت چند باتوں میں اذان کی طرح نہیں ہے، مثلاً دونوں کانوں میں انگلیاں رکھنا، اقامت میں قابلِ اعتماد قول کے مطابق یہ مسنون نہیں ہے، اسی طرح اقامت میں تحویل بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اقامت میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ بھی نہیں بڑھایا جائے گا۔

اور امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں ہے:

اقامت کے جعلتین میں تحویل وجہ کے متعلق تین قول ہیں: اوّل: تحویل نہ کرے، اس لیے کہ اقامت حاضرین کے اعلام کے لیے ہے، برخلاف اذان کے کہ وہ غائبین کے اعلام کے لیے ہے۔ دوم: اگر جگہ وسیع ہو یعنی مسجد بڑی ہو تو تحویل کرے، ورنہ نہ کرے۔ سوم: خواہ جگہ وسیع ہو یا نہ ہو ہر صورت میں تحویل کرے — یہ تیسرا قول صاحب درمختار کا پسندیدہ ہے، کبیری: ص: ۳۶۰ میں تحویل کو سنت متوارثہ کہا ہے۔

لیکن سراج و ہاج میں پہلا قول ہے۔ علامہ شامی نے منحة الخالق حاشیة البحر الرائق (۲۵۸/۱) میں النہر الفائق شرح كنز الدقائق سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے۔ قولہ: في السراج الوہاج: لا يحوّل إلخ، قال في النہر: الثاني أعدل الأقوال اه، مولانا عبدالحی لکھنوی نے سعایہ (۱۸/۲) میں اسی کو حق کہا ہے۔ قلت: والحق الصریح هو القول الأول اه۔

حضرت مولانا اعجاز علی صاحب نے محمود الروایہ حاشیہ شرح نقایہ میں اذان و اقامت کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: وَكَذَا لَا تَحْوِيلَ فِيهَا (شرح نقایة: ۶۱/۱) یعنی ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں تحویل ہے لیکن اقامت میں نہیں ہے — اور گویہ بات صحیح ہے کہ اقامت احد الاذانین ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اذان کی تمام سنتیں اقامت میں بھی ہوں، اذان میں انگلیوں سے کان بند کرنا مسنون ہے، نیز ترشّل یعنی ٹھہر ٹھہر کر اذان دینا بھی مسنون ہے،

لیکن اقامت میں یہ دونوں چیزیں مسنون نہیں ہیں، لہذا صحیح یہ ہے کہ اقامت میں تحویل وجہ مسنون نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۶۶-۱۶۷) محمد امین پالن پوری

تکبیر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

سوال: (۱۹۲) ایک شخص وقت شروع کرنے تکبیر جماعت کے پہلے بسم اللہ پڑھ کر تکبیر شروع کرتا ہے، دوسرا شخص کہتا ہے یہ ناجائز ہے؟ (۱۳۳۸/۹۴۷ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، ہر ایک کام کے اوّل میں بسم اللہ کہنا بہتر اور افضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۹۶-۹۷)

وضاحت: اذان و اقامت سے پہلے بسم اللہ کہنا جائز ہے، مگر سنت نہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے نسائی شریف کی شرح زہر الربیع علی المجتبیٰ میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندوں کے افعال کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ افعال جن کے شروع میں بسم اللہ کہنا سنت ہے، جیسے وضوء، غسل، تیمم، ذبح مناسک اور قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے، اور اسی قسم میں سے ہیں تمام مباح کام جیسے کھانا، پینا اور بیوی سے صحبت کرنا۔

(۲) وہ افعال جن کے شروع میں بسم اللہ کہنا سنت نہیں جیسے نماز، اذان (واقامت) حج، عمرہ، اذکار اور دعاؤں سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت نہیں، اگر ان کاموں سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین سے منقول ہوتا، جس طرح دیگر سنن و نوافل منقول ہیں۔

(۳) وہ افعال جن کے شروع میں بسم اللہ کہنا مکروہ ہے، جیسے حرام اور مکروہ کاموں سے پہلے بسم اللہ کہنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ بسم اللہ پڑھنے کی غرض اس کام میں برکت و کثرت ہے جس کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے، اور حرام و مکروہ کاموں کی برکت و کثرت کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔

قال الشیخ عزّ الدین بن عبد السلام: أفعال العباد علی ثلاثة أقسام: ما سنت فیہ التسمیة، وما لم تسن، وما یکره فیہ، الأوّل کالوضوء والغسل والتیمم وذبح المناسک

وقراءة القرآن ، ومنه أيضاً مباحات كالأكل والشرب والجماع ، والثاني كالصلاة والأذان والحج والعمرة والأذكار والدعوات ، والثالث المحرمات لأن الغرض من البسملة التبرك في العمل المشتمل عليه والحرام لا يراى كثرته وبركته ، وكذلك المكروه .

آگے دوسری قسم کے افعال کے بارے میں فرماتے ہیں: ولو بسمل على ذلك لجاز وإنما الكلام في كونه سنة ، ولو كانت سنة لنقل عن الرسول صلى الله عليه وسلم والسلف الصالح كما نقل غيره من السنن والنوافل . (نسائي شريف: ۶۱/۱، باب التسمية عند الوضوء مطبوعة دار الفكر، بيروت) محمد امین پالن پوری

کلمات تکبیر کو ایک ایک دفعہ کہنا حنفیہ کا مذہب نہیں

سوال: (۱۹۳) عموماً ہم تکبیر کو دو دفعہ کہتے ہیں، کیا ایک دفعہ تکبیر کو کہنا جائز ہے، اور قد قامت الصلاة دو دفعہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۷۵ھ)

الجواب: عند الحنفیہ تکبیر مثل اذان کے (ہے) (۱) یعنی اللہ اکبر اول چار دفعہ اور باقی کلمات دو دفعہ کہنا چاہیے، اور قد قامت الصلاة بھی دو دفعہ کہنا چاہیے، ایک ایک دفعہ کہنا کلمات تکبیر کا مذہب حنفیہ کا نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۸/۲)

چلتے ہوئے تکبیر کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۹۴) اگر مؤذن تکبیر کو چلتے ہوئے شروع کر دے، اور اپنی جگہ پر پہنچ کر پوری کرے تو یہ خلاف سنت ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۱/۲۹۴۶ھ)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) والإقامة مثل الأذان عندنا إلخ ولنا ما روى أبو داود عن ابن أبي ليلى عن معاذ إلخ وعن إبراهيم النخعي كانت الإقامة مثل الأذان حتى كان هؤلاء الملوك فجعلوها واحدة واحدة للسرعة إذا خرجوا يعني بني أمية كما قال أبو الفرج بن الجوزي كان الأذان والإقامة مثني مثني فلما قام بنو أمية أفردوا الإقامة . (غنية المستملي: ص: ۳۲۴، فصل في صفة الصلاة)

الجواب: یہ خلافِ اولیٰ و خلافِ سنت ہے، إلا أن يكون أحياناً عن ضرورة. قال في الدر المختار: ويستقبل غير الراكب القبلة بهما، ويكره تركه تنزيهاً إلخ (۱) ظاہر ہے کہ چلتے ہوئے کبھی استقبال قبلہ بھی ترک ہو جاتا ہے۔ قولہ: (غیر الراكب) عبارة الإمداد: إلا أن يكون راكباً مسافراً لضرورة السير إلخ (۱) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۰۸)

قد قامت الصلاة بلند آواز سے کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۹۵) در اقامت لفظ قد قامت الصلاة را بلند کردن چه حکم دارد؟ (۱۶۱۳/۱۳۴۰ھ)
الجواب: حرج در اں نیست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۰۵)
ترجمہ سوال: (۱۹۵) اقامت میں لفظ قد قامت الصلاة کو بلند آواز سے کہنے کا کیا حکم ہے؟
الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی تکبیر سے نماز میں نقص نہیں ہوتا

سوال: (۱۹۶) ایک غیر مقلد نے بلا اجازت موزن کے تکبیر جمعہ اس طرح کہی کہ بجائے دو کلموں کے ایک کلمہ اور بجائے چار کے دو کلمہ کہے، پھر موزن نے دوبارہ تکبیر صحیح طور پر پڑھی، اس پر غیر مقلد نے تیسری بار پھر تکبیر پڑھی، اس سے خفیوں کی نماز میں تو کچھ نقصان نہیں ہوا؟
(۶۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خفیوں کی نماز میں اس سے کچھ فرق نہیں آیا، باقی غیر مقلد نے جو ضداً تیسری بار تکبیر کہی یہ برا ہے، اس میں وہ گنہ گار ہوا کہ دین کے کاموں میں ضد اور نفسانیت سے کام لیتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۲۱-۱۲۲)

سوال: (۱۹۷) اگر خفیوں کی جماعت میں غیر مقلد تکبیر کہے تو نماز میں فساد واقع ہو گا یا نہیں؟
(۲۱۳۱/۱۳۳۸ھ)

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۵۱/۲، کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بني المنائر للأذان.

الجواب: کچھ فساد واقع نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷/۴)

دفن میت کے بعد اور قحط و وباء میں اذان کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۹۸) زمانہ قحط اور وباء میں اور دیگر حادثات میں اور دفن میت کے بعد اذان کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۲۲۵ھ)

الجواب: ان حوادث میں اذان شارع ﷺ سے اور اقوال و افعال سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ بدعت ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۴/۲)

سوال: (۱۹۹) وباء اور قحط اور خشک سالی طاعون وغیرہ کے موقعہ میں اذان بعد نماز کہنا شرعاً درست ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو شرعی دلیل کیا ہے؟ اور اگر ممنوع ہے تو ہم نے جو سنا ہے کہ وباء میں غول بیابانی اور جنات کی کثرت ہوتی ہے، اور جنات کے دفع کے لیے جو حدیث: وَإِذَا تَغَوَّلَتْ لَكُمْ الْغِيْلَانُ فَنَادُوا بِالْأَذَانِ (۲) اور حدیث: أَطْفِئُوا الْحَرِيقَ بِالتَّكْبِيرِ (۳) سے سند جواز پکڑنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۷۰ھ)

(۱) في الاقتصار على ما ذكر من الوارد إشارة إلى أنه لا يُسنّ الأذان عند إدخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر في فتاويه بأنه بدعة، وقال: ومن ظنّ أنه سنة قياساً على نديهما للمولود إلحاقاً لخاتمة الأمر بابتدائه فلم يُصب اهـ (رد المحتار: ۱۳۲/۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنابة، مطلب في دفن الميت) ظفیر

(۲) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا سرتهم في الخصب، فأمكنوا الركاب أسنانها..... وَإِذَا تَغَوَّلَتْ الْحَدِيثُ (مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله: ۱۷۸/۲۲-۱۷۹، مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه، رقم الحديث: ۱۴۲۷۷، المطبوعة: مؤسسة الرسالة، بيروت)

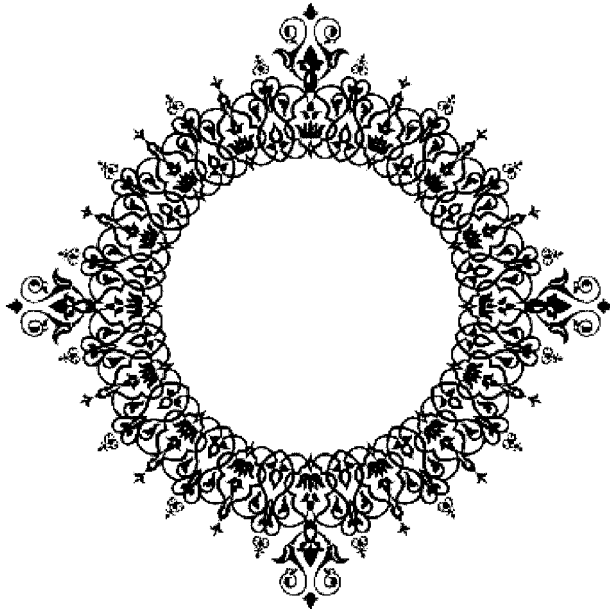
(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَطْفِئُوا الْحَرِيقَ بِالتَّكْبِيرِ. (المعجم الأوسط للطبراني: ۲۱۹/۶، باب من اسمه معاذ، رقم الحديث: ۸۵۶۹، المطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب: وباء اور قحط میں اذان کہنا منقول نہیں ہے، اور تغول غیلان کے وقت جو اذان مستحب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر طور سے غیلان جن محسوس ہو، مثلاً جنگل وغیرہ میں کسی کو جنات کا احساس ہو اس وقت اذان کہنے کا حکم ہے، امراض وبائیہ میں یہ وارد نہیں ہے، نہ اس کو اس پر قیاس کر سکتے ہیں کہ قیاس اول تو مجتہد کا معتبر ہے نہ ہم لوگوں کا، اور علاوہ بریں قیاس مع الفارق ہے کہ امراض وبائیہ میں تغول غیلان کو محسوس نہیں کیا جاتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۳/۲)

مغموم کا اذان کہلو اور سننا کیسا ہے؟

سوال: (۲۰۰) ایک واعظ صاحب فرماتے تھے کہ اگر کسی کو رنج و غم لاحق ہو تو اس کو مناسب ہے کہ کسی سے اذان کہلا کر سنے؟ (۱۶۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، شامی میں نقل کیا ہے کہ مغموم و مہموم کے کان میں اذان کہنا مستحب ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۶/۲)



(۱) وفي حاشية البحر للخير الرّملي: رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسنّ الأذان لغير الصلاة كما في أذن المولود والمهموم والمصروع إلخ. (رد المحتار: ۴۶/۲، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة) ظفير

نماز کی شرطوں کا بیان

طہارت کے مسائل

مقدار درہم سے کم ناپاکی کے ساتھ نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۱) اگر تہہ بند بعد و طی فی الفور باندھ لیا جاوے تو اس سے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۹/۲۷۷ھ)

الجواب: اگر تہہ بند کو رطوبت زائد قدر درہم سے نہ لگے تو وہ پاک ہے، نماز اس سے صحیح ہے، لیکن دھونا قدر درہم کا بھی ضروری ہے کہ باقی رکھنا اس کا مکروہ ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۲)

(۱) وَعَفَا الشَّارِعُ عَنْ قَدْرِ دَرَاهِمٍ وَإِنْ كُرِهَ تَحْرِيمًا فَيَجِبُ غَسْلُهُ ، وَمَا دُونَهُ تَنْزِيهًا فَيُسَنُّ ، وَفَوْقَهُ مُبْطِلٌ فَيُفْرَضُ (الدَّرُّ الْمُخْتَارُ) قَوْلُهُ : (وَإِنْ كُرِهَ تَحْرِيمًا) أَشَارَ إِلَى أَنَّ الْعَفْوَ عَنْهُ بِالنَّسْبَةِ إِلَى صِحَّةِ الصَّلَاةِ بِهِ ، فَلَا يَنَافِي الْإِثْمُ الْإِخْلَافُ لَكِنَّهُ قَالَ بَعْدَهُ : وَالْأَقْرَبُ أَنْ غَسَلَ الدَّرَاهِمَ وَمَا دُونَهُ مُسْتَحَبٌّ مَعَ الْعِلْمِ بِهِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى غَسْلِهِ فَتَرَكَهُ حِينَئِذٍ خِلَافَ الْأَوَّلَى نَعَمْ الدَّرَاهِمَ غَسْلَهُ أَكَّدَ الْإِخْلَافُ ، فَفِي الْمَحِيطِ يَكْرَهُ أَنْ يَصَلِّيَ وَمَعَهُ قَدْرُ دَرَاهِمٍ أَوْ دُونِهِ مِنَ النَّجَاسَةِ عَالِمًا بِهِ الْإِخْلَافُ .

(الدَّرُّ الْمُخْتَارُ وَرَدُّ الْمُخْتَارِ: ۱/۴۵۱، كِتَابُ الطَّهَارَةِ ، بَابُ الْأَنْجَاسِ) ظَفِيرٌ

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱/۴۰۶، سوال نمبر: ۴۱۱-۴۱۲۔ محمد امین

مقدار درہم سے زیادہ کپڑا ناپاک ہے تو نماز نہیں ہوگی

سوال: (۲۰۲) شخصے بعد از چہل سال گاہ بگاہ در مرض تقطیر البول مبتلا شد، پس او برائے دفع وہم بول یک پارچہ خرد زیریں استعمال (می کند) (۱) و آں پارچہ زیریں گاہے از بول آلودہ می شود، پس ازاں پارچہ زیریں زیرتہ بند دیگر داشتہ نماز جائز است یا نہ؟ (۱۳۳۵-۴۴/۵۷۷ھ)

الجواب: اگر معلوم و متیقن (۲) است کہ پارچہ زیریں از قطرات بول زیادہ از قدر درہم نجس شدہ است، نماز در اں صحیح نخواہد بود، و گرنہ جائز است (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۲/۲)

ترجمہ سوال: (۲۰۲) ایک آدمی چالیس سال کے بعد کبھی کبھی پیشاب کے قطرات کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، پس وہ پیشاب کے وہم کو دور کرنے کے لیے ایک کپڑے کا ٹکڑا نیچے استعمال کرتا ہے، اور نیچے کا کپڑا کبھی کبھی پیشاب سے بھر جاتا ہے، پس اس کپڑے کے ٹکڑے کو دوسری لنگی کے نیچے رکھ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اگر معلوم و متیقن ہے کہ نیچے کے کپڑے کا ٹکڑا پیشاب کے قطرات سے مقدار درہم سے زیادہ تر ہو گیا ہو تو اس میں نماز صحیح نہیں ہوگی ورنہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کپڑے پر مزی لگ جائے اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۳) جس کپڑے کو مزی لگ جائے اس سے نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۷۷ھ)

الجواب: مذی نجس ہے، جس کپڑے کو مزی لگے گی وہ نجس ہے، اس سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے (۴) اور مقدار درہم اس میں بھی معاف ہے، لیکن دھونا اس کا بھی ضروری ہے، درمختار میں ہے:

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (کند) کی جگہ ”کند“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (متیقن) کی جگہ ”متعین“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) حوالہ: سوال (۲۰۱) کے جواب کے حاشیہ میں گزر چکا ہے۔ ۱۲

(۴) کل ما یخرج من بدن الإنسان مما یوجب خروجه الوضوء أو الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول والمنی والمذی والودی والقیح والصدید . (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۴۶، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسة وأحكامها، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة) ظفیر

وَعَفَا الشَّارِعُ عَنْ قَدْرِ دَرْهِمٍ وَإِنْ كُرِّهَ تَحْرِيمًا فَيَجِبُ غَسْلُهُ ، وَمَا دُونَهُ تَنْزِيهًا فَيُسْنُ (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۲)

جس گھاس پر ماکول اللحم جانور نے بول و براز

کیا ہو، اس پر نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۴) اگر گاؤں خربہ وقت خرمن کو بی بر گیاه مقطوعہ بول و براز کنندہ بر آں گیاه نماز جائز باشد یا نہ؟ (اگر غلہ گاہتے وقت کٹے ہوئے غلہ پر نیل و گدھا پیشاب و گوبر کر دے تو اس غلے پر نماز درست ہوگی یا نہیں؟ محمد امین) (۵۶۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کی تطہیر کی صورت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ علیحدہ کر دیا جائے، تو اس صورت میں ہر دو حصے پاک سمجھے جاویں گے، یعنی باقی رہا ہو ابھی اور وہ بھی جو علیحدہ کیا گیا، درمختار میں ہے: کما لو بال حُمْرٍ خَصَصَهَا لِتَغْلِيظِ بَوْلِهَا اتِّفَاقًا عَلَى نَحْوِ حَنْطَةِ تَدْوَسِهَا فَقُسِمَ أَوْ غُسِلَ بَعْضُهُ أَوْ ذَهَبَ بِهِ أَوْ أَكِلٍ أَوْ بَيْعٍ كَمَا مَرَّ حَيْثُ يَطْهَرُ الْبَاقِي وَكَذَا الذَّاهِبُ لَاحْتِمَالِ وَقُوعِ النَّجَسِ فِي كُلِّ طَرَفٍ كَمَسْئَلَةِ الثَّوْبِ إلخ (۲) فقط (۱۳۱/۲-۱۳۲)

پُرال پر نماز جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۵) ایام سرما میں اکثر پیال (۳) کافر ش بچھایا جاتا ہے، اس پر نماز جائز ہے یا نہ؟
(۱۵۲۰/۱۳۴۱ھ)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۴۵۱، کتاب الطہارة، باب الأنجاس .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۵۴، کتاب الطہارة، باب الأنجاس، مطلب العرقی الذی

يستقطر من دردي الخمر نجس حرام إلخ .

(۳) پیال: پرال یعنی دھان کا سوکھا ڈنھل۔ (فیروز اللغات)

الجواب: اگر پاک ہو تو جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۲-۱۳۴)

ناپاک کپڑوں میں نماز نہیں ہوگی

سوال: (۲۰۶) ہندہ کی گود میں شیر خوار بچہ ہے، جس کی وجہ سے اس کا کپڑا ہر وقت ناپاک رہتا ہے، تو ایسی حالت میں ہندہ ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۳۱۳)

الجواب: پاک کپڑا بدل کر یا ناپاک کو دھو کر نماز پڑھنی چاہیے، ناپاک کپڑے سے نماز نہ ہوگی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۸-۱۳۷/۲)

جماع کے بعد ناپاک کپڑا بدل دیا باقی کپڑے نہیں بدلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۷) اگر کسی نے جماع کے بعد غسل کر کے کپڑے بالکل بدل دیئے، یا صرف لنگی ہی بدلی مگر اور کوئی کپڑا نہ بدلا، تو نماز درست ہے یا نہ؟ (۱۳۳۵-۴۴/۱۲۸)

الجواب: جب کپڑا ناپاک بدل دیا، اور غسل کر لیا تو نماز صحیح ہے (۱) فقط واللہ اعلم (۱۴۱/۲)

ہسپتال میں ملازمت کرنے والا جس کے کپڑے

ناپاک رہتے ہیں نماز کس طرح پڑھے؟

سوال: (۲۰۸) ایک آدمی ہسپتال کا ملازم ہے، اور ہر وقت ناپاک دوائیں اور آدمیوں کو چھوتا ہے، اور کپڑوں پر جھینٹیں بھی ہر وقت پڑتی رہتی ہیں، اور وہ خشک ہو جاتی ہیں، اور بعض دوائیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا چھونا مذہباً حرام ہے، تو نماز کیسے ادا کرے؟ غسل کر کے کپڑا بالکل بدلنا ہوگا یا اسی صورت میں ادا کرے؟ (۱۳۳۵-۴۴/۱۲۸)

الجواب: ناپاک کپڑا بدل کر دوسرا پاک کپڑا پہن کر نماز پڑھنی چاہیے (۱) فقط (۱۴۱/۲)

(۱) ثم الشرط هي ستة : طهارة بدنه إلخ وثوبه إلخ ومكانه إلخ . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۶۷-۶۸، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة) ظفیر

بھول کر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۹) اگر امام کے کپڑوں پر شیرخوار نے خوب پیشاب کیا ہو، اور (اس نے) (۱) بھول کر نماز پڑھ لی ہو، تو نماز ہوئی یا نہیں؟ (۱۰۵۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز لوٹانی چاہیے (۲) (یعنی دوبارہ پڑھے) (۳) فقط (۱۳۱/۲)

کیا کوٹ پتلون میں نماز ہو جاتی ہے؟

سوال: (۲۱۰) کیا کوٹ پتلون سے نماز ہو جاتی ہے؟ (۸۶۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر یہ کپڑے پاک ہوں نماز ہو جاتی ہے (۴) اور پہننا ان کپڑوں کا ممنوع ہے بہ وجہ تشبہ کے (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۲/۲)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (اس نے) کی جگہ ”اُن سے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) النَّجَاسَةُ إِنْ كَانَتْ غَلِيظَةً وَهِيَ أَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدَّرْهِمِ فَعَسَلَهَا فَرِيضَةٌ، وَالصَّلَاةُ فِيهَا بَاطِلَةٌ وَإِنْ كَانَتْ مَقْدَارَ دَرْهِمٍ فَعَسَلَهَا وَاجِبٌ إلخ. (الفتاویٰ الہندیة: ۵۸/۱، کتاب الصَّلَاة، الباب الثالث في شروط الصَّلَاة، الفصل الأول في الطَّهَارَةِ وَ سِتْرِ الْعَوْرَةِ)

وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد في رأي مقتد بطلت فيلزم إعادتها إلخ كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن. (الدَّرَّ المختار مع رد المحتار: ۲۹۳/۲-۲۹۴، کتاب الصَّلَاة، باب الإمامة، مطلب المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) طهارة بدنه إلخ وثوبه (الدَّرَّ المختار) أراد ما لا بس البدن فدخل القلنسوة والخف و النعل. (الدَّرَّ المختار و رد المحتار: ۶۷-۶۸، کتاب الصَّلَاة، باب شروط الصَّلَاة) ظفیر

(۵) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶/۱۵۳، سوال نمبر: ۲۸۰ میں حضرت مجیب علیہ الرحمۃ ارقام فرماتے ہیں:

اس کا استعمال صلحائے امت کا شعار نہیں ہے، مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ انہوں نے اپنے اسلامی لباس کو

چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع قطع اختیار کر لی

پا جامہ پر دھبہ دیکھا اور کپڑے بدلے نہیں اور نماز پڑھتا رہا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۱) اگر پا جامہ پر دھبہ معلوم ہوا اور خواب یا دھبہ، اور میری دکان تمباکو کی ہے، شاید تمباکو کا دھبہ لگ گیا ہو، غرض کہ اسی دھبہ سے برابر ایک ہفتہ تک نماز پڑھتا رہا، وقت بدلنے کپڑے کے قبل از جمعہ مجھ کو معلوم ہوا، بعدہ نہا کر کپڑے بدل لیے، تو اس ہفتہ کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۱۷۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر یہ یقین ہو کہ یہ دھبہ منی کا ہے تو اس سے پہلے جو آخر مرتبہ سویا ہوا اس کے بعد کی نمازوں کو لوٹانا ہوگا، مثلاً رات کو سویا تھا اور دن کو قبل از ظہر دھبہ دیکھا تو صبح کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر بعد ظہر کے دیکھا تو ظہر کا بھی اعادہ کرے (۱) اور اگر منی ہونا اس کا یقینی نہیں ہے بلکہ یہ بھی شبہ ہے کہ شاید اور کسی چیز کا دھبہ ہو تو پھر کسی ایک نماز کا بھی اعادہ لازم نہیں ہے۔ فقط (۲/۱۳۷)

ناپاک اونی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۲) اونی کپڑے پر اگر گوبر وغیرہ لگ جائے اور خشک ہو کر خود بہ خود جھڑ جائے،

== اور من تشبہ بقوم فہو منهم (ابوداؤد: ص: ۵۵۹، کتاب اللباس) کے مصداق بن گئے، اس کا استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں، مسلمانوں کو اپنے شعار پر پوری قوت اور استقامت کے ساتھ قائم رہنا چاہیے۔ مرقاة المفاتیح میں ہے: قوله: (قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم) أي من شبہ نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فہو منهم) أي في الإثم والخير. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابيح: ۲۵۵/۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، المطبوعة: مكتبة إمدادية، ملتان، پاکستان) محمد امین پالن پوری

(۱) الأصل: إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته، منها: ما قدّمناه فيما لو رأى في ثوبه نجاسة وقد صلی فيه، ولا يدري متى أصابته يعيدها من آخر حدث أحدثه، والمنى من آخر رقدة.

(الأشباه والنظائر: ۲۰۳/۱، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۴۲۱)

یا پیشاب وغیرہ سے تر ہو کر خشک ہو جائے، تو اس کپڑے پر بلا پاک کیے نماز جائز ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۵/۱۷۳۲ھ)

الجواب: وہ کپڑا بدون دھونے کے پاک نہ ہوگا، اس کو تین بار دھونا چاہیے (۱) فقط (اور جب تک وہ پاک نہ ہو اس پر نماز جائز نہیں ہے۔ ظفیر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۳۸-۱۳۹)

ننگے پاؤں چلنے والا بغیر پاؤں دھوئے نماز پڑھ سکتا ہے

سوال: (۲۱۳) اگر وضو کر کے کوئی شخص میل دو میل (۲) ننگے پیر چلے، اور پھر پانی پیر دھونے کے لیے نہ ملے، تو پیروں کو جھاڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ (۱۱۷۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)
الجواب: اس صورت میں پیروں کو جھاڑ کر اور صاف کر کے نماز پڑھے، نماز ہو جائے گی (۳)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۳۹)

استنجاء کیے بغیر نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱۴) ایک شخص نے پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد استنجاء نہیں کیا، وضو کر کے نماز پڑھ لی، بعد میں یاد آیا، اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ یا وضو کے بعد یاد آیا تو اس کو وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟
(۱۳۳۷/۱۲۳۰ھ)

(۱) و إزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره إلخ و إن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرّات ويشترط العصر في كلّ مرّة فيما ينعصر إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۴۱-۴۲، كتاب الطّهارة، الباب السابع في النّجاسة وأحكامها، الفصل الأوّل في تطهير الأنجاس) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'میل' کے بعد 'تک' ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'تک' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۳) وطین شارع إلخ عفو (الدّر المختار) وفي الفيض: طین الشّوارع عفو وإن ملأ الثّوب للضرورة ولو مختلط بالعدرات وتجوز الصّلاة معه. (الدّر المختار ورد المحتار: ۱/۴۶۰-۴۶۱، كتاب الطّهارة، أبحاث الأنجاس، مطلب في العفو عن طين الشارع) ظفیر

الجواب: اگر ڈھیلے سے استنجاء کر لیا تھا اور نجاست مخرج سے بہ قدر درہم متجاوز نہ تھی، تو بدون پانی سے استنجاء کرنے کے اس کی نماز ہوگئی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۹/۲)

کچھوے کی ہڈی کا طلاء لگا کر نماز پڑھنا

سوال: (۲۱۵) اگر استخوانِ باخہ یعنی کچھو ابر بدن طلاء نمودہ نماز خواند، نماز می شود یا نہ؟

(۱۳۳۸/۱۸۸ھ)

الجواب: جواب صاف ایں است کہ استخوانِ باخہ را بر بدن طلاء کردہ نماز گزاردن جائز است، نماز فاسد و مکروہ نمی شود، زیرا کہ استخوان او پاک است، اگر چہ خوردن او حلال نباشد (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۱/۲)

ترجمہ سوال: (۲۱۵) اگر کچھوے کی ہڈی کا طلاء بدن پر لگا کر نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟
الجواب: صاف جواب یہ ہے کہ کچھوے کی ہڈی کا طلاء بدن پر لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے، نماز فاسد اور مکروہ نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اس کی ہڈی پاک ہے، اگر چہ اس کو کھانا حلال نہیں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) وَعَفَا الشَّارِعُ عَنْ قَدْرِ دَرَاهِمٍ وَإِنْ كُرِّهَ تَحْرِيمًا فَيَجِبُ غَسْلُهُ ، وَ مَا دُونَهُ تَنْزِيهًا فَيُسَنُّ ، وَفَوْقَهُ مُبْطِلٌ فَيُفْرَضُ . (الدَّرَّ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمُخْتَارِ: ۱/۲۵۱، كِتَابُ الطَّهَارَةِ ، بَابُ الْأَنْجَاسِ)
ذَكَرَ فِي الذَّخِيرَةِ: إِذَا كَانَتِ النَّجَاسَةُ فِي مَوْضِعِ الْاسْتِنْجَاءِ أَكْثَرَ مِنْ قَدْرِ الدَّرَاهِمِ فَاسْتَجْمَرَ أَيْ اسْتَنْجَى بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَأَنْقَاهُ أَيْ مَوْضِعَ الْاسْتِنْجَاءِ وَلَمْ يَغْسِلْهُ بِالْمَاءِ ، قَالَ الْفَقِيه أَبُو اللَّيْثِ فِي فَتَاوَاهُ: يَجْزِيهِ يَعْنِي مِنْ غَيْرِ كِرَاهَةٍ، وَإِنْ كَانَ الْغَسْلُ أَفْضَلَ ، قَالَ صَاحِبُ الذَّخِيرَةِ: وَبِهِ أَيْ بِمَا قَالَ أَبُو اللَّيْثِ نَأْخُذُ ، وَفِي هَذَا إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْبَعْضَ يَخَالِفُ فِي ذَلِكَ وَلَا أَعْلَمُ فِيهِ مُخَالَفًا إِلَّا هَذَا إِذَا كَانَتْ تِلْكَ النَّجَاسَةُ مَا خَرَجَ مِنَ الْحَدِّثِ الْمَعْتَادِ وَلَمْ تَصِبْهُ مِنَ الْخَارِجِ .
(غَنِيةُ الْمُسْتَمْلِي، ص: ۱۶۸، فَصْلُ فِي الْآسَارِ) ظَفِيرٌ

(۲) شَعْرُ الْمَيْتَةِ الْخِ وَ عَظْمُهَا الْخِ وَ كَذَا كُلِّ مَا لَا تَحِلُّهُ الْحَيَاةُ الْخِ طَاهِرٌ . (الدَّرَّ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمُخْتَارِ: ۱/۳۲۰-۳۲۲، كِتَابُ الطَّهَارَةِ ، بَابُ الْمِيَاهِ ، مَطْلَبُ فِي أَحْكَامِ الدَّبَاغَةِ) ظَفِيرٌ

ناپاک تیل کی مالش کر کے نماز پڑھنا

سوال: (۲۱۶) زید دس ماہ سے مالش روغن بیر بہوٹی (۱) کی تقویت باہ کے لیے کرتا ہے، اور بغیر دھوئے نماز پنج گانہ ادا کرتا ہے، آیا نماز اس کی جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر عدم جواز دس ماہ کی نماز کی قضا واجب ہے یا نہیں؟ اور تدای بالمحرم جائز ہے یا نہیں؟ اور حشرات الارض بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں؟ (۵۷۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: تدای بالمحرم عند الضرورت بہ شرائط جائز ہے۔ کما فی الشامی: يجوز للعلیل شرب البول و الدّم و المیة للتدای إذا أخبره طیب مسلم أنّ فیہ شفاء و لم یجد من المباح ما یقوم مقامه إلخ (۲) اور تدای بالمحرم میں حشرات الارض بھی داخل ہیں لقولہ تعالیٰ: ﴿و یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۱۵۷) اور یہی وجہ حرمت ان حشرات کی ہے اور نجس ہونا نہ ہونا دم سائل ہونے پر موقوف ہے، پس اگر بیر بہوٹی میں دم سائل ہے، تو مرنے کے بعد وہ نجس ہے، اور اس کا تیل بھی نجس ہے، اس کو دھو کر نماز پڑھنی چاہیے، اور جو نمازیں بلا دھوئے پڑھی گئیں ان کا اعادہ لازم ہے، اور یہ امور کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہیں۔ فقط (۱۳۲/۲)

حشرات الارض کا تیل لگا کر نماز جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۷) مندرجہ ذیل جانوروں کا تیل نجس ہے یا نہیں؟ اگر نجس ہے تو مغلطہ یا خفیہ؟ اگر کوئی شخص ان روغنوں کو بہ غرض علاج جسم کے کسی حصہ پر مالش کرے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز کو مانع ہے یا نہیں؟ بغیر دھوئے جسم کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ روغن جونک جھیلی (؟)، روغن مورچہ صحرائی، روغن خراطین برساتی روغن بیر بہوٹی۔ (۱۲۷۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) بیر بہوٹی: ایک سرخ رنگ کا کیڑا جو برسات میں پیدا ہوتا ہے، اس کا تیل اکثر دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات)

(۲) رد المحتار: ۳۷۰/۷، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب فی التدای بالمحرم.

الجواب: ان جانوروں حشرات الارض کا تیل نجس مغلطہ ہے، استعمال اس کا درست نہیں ہے (۱) البتہ بہ ضرورت تدایٰ اگر طبیب حاذق مسلمان تجویز کرے اور کوئی دوا پاک و حلال اس کا قائم مقام نہ ہو سکے تو اس کا استعمال درست ہے (۲) اور جب کہ وہ نجاست غلیظہ ہے تو ایک درہم کی مقدار تک معاف ہے، نماز ہو جاتی ہے اگرچہ بہتر دھونا ہے اور مقدار درہم سے زیادہ ہو تو دھونا اور پاک کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: وعفا الشارع عن قدر درہم (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۵-۱۳۴/۲)

بازار سے خریدے ہوئے لٹھے اور ململ پہن کر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۲۱۸) ململ اور لٹھا جو ہم بازار سے خرید کر پہنتے ہیں، ان سے نماز درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۵۸۹ھ)

الجواب: ان کپڑوں سے نماز پڑھنا درست ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۲/۲)

جیل خانہ سے خرید کردہ جائے نماز پر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۲۱۹) جیل خانہ سے خرید کردہ جائے نماز پر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جس کو قیدی

(۱) ولا یحلّ ذوناب إلخ ولا الحشرات هي صغار دواب الأرض. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۹/۳۶۸-۳۶۹، کتاب الذبائح) ظفیر

(۲) وقيل: یرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۱/۳۲۵-۳۲۶، کتاب الطہارة، باب المیاء، مطلب في التدایٰ بالمحرم)

(۳) الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱/۴۵۱، کتاب الطہارة، باب الأنجاس.

(۴) اس لیے کہ یہ کپڑے پاک ہیں، اور ان کا پہننا جائز ہے۔ ولو شك في نجاسة ماء أو ثوب أو طلاق أو عتي لم يعتبر (الدّر المختار) في التارخانية من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن إلخ وكذا ما يتخذة أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب اھ ملخصاً. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱/۲۵۴، کتاب الطہارة، قبیل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

بنتے ہیں؟ (۱۳۳۸/۱۶۱۵ھ)

الجواب: جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۸/۲)

کورے کپڑے میں نماز درست ہے

سوال: (۲۲۰) کورے کپڑے سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۴۲/۱۰۴۹-۱۳۳۵ھ)

الجواب: کورے کپڑے سے بدون دھوئے نماز درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۸/۲)

غیر مسلم کی تیار کردہ صف، بوریہ اور چٹائی پر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۲۲۱) فی زمانہ جو صف، بوریہ و چٹائی وغیرہ یہاں کے چماران تیار کرتے ہیں، بلا

پاک کیے ان پر نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۷۱۹ھ)

الجواب: وہ بوریہ اور صف پاک ہیں، نماز ان پر درست ہے، کچھ وہم نہ کرنا چاہیے۔ لائن

الیقین لا یزول بالشک (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۴/۲)

غسل خانہ میں نماز مکروہ ہے

سوال: (۲۲۲) در حمام نماز جائز است یا نہ؟ (۳۵/۱۹۶۷-۱۳۳۶ھ)

(۱) اس لیے کہ غیر مسلم یا جاہل مسلمان کا بنا ہوا کپڑا اور دوسری چیز پاک ہے، پھر یہ اصول میں ہے کہ کسی چیز کے ناپاک ہونے میں شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ ولو شك في نجاسة ماء أو ثوب أو طلاق أو عتي لم يعتبر (الدّر المختار) في التّارخانيّة من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن إلخ وكذا ما يتخذة أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب اهـ ملخصاً. (الدّر المختار ورد المحتار: ۱/۲۵۴، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل) ظفیر

(۲) اس لیے کہ یہ پاک ہے، اس سلسلہ میں شک کا کوئی اعتبار نہیں۔ در مختار میں ہے: ولو شك في نجاسة

ماء أو ثوب إلخ لم يعتبر. شامی: ۱/۲۵۴-ظفیر

(۳) رد المحتار: ۱/۲۵۱، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إلخ.

الجواب: نماز در حمام مکروہ است (۱) بہ دو وجہ: یکے آنکہ حمام جائے غسل است و دیگر آنکہ آں خانہ شیاطین است۔ قال العلامة نجم الدین الطرسوسی فی منظومۃ الفوائد فقال:

نہی الرسولُ أحمدُ خیر البشرِ ❀ عن الصَّلَاةِ فی بَقاعٍ تُعتبرُ
مَعاظنُ الجمالِ ثمَّ المقبرۃُ ❀ مَربَلۃٌ طریقُہُم و مَجزرۃُ
و فوقَ بیتِ اللہِ و الحمَّامِ ❀ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی التَّامِّ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۵/۲)

ترجمہ سوال: (۲۲۲) حمام میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حمام میں نماز دو وجہ سے مکروہ ہے: ایک یہ کہ حمام استعمال شدہ پانی کی جگہ ہے، اور دوسری یہ ہے کہ وہ شیاطین کا گھر ہے۔ علامہ نجم الدین طرسوسی نے اپنی منظومہ ”الفوائد“ میں کہا ہے: انسانوں میں سب سے افضل، رسول احمد ﷺ نے منع فرمایا، چند جگہوں میں نماز پڑھنے سے جن کا شریعت میں اعتبار کیا جاتا ہے، اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں پر اور قبرستان میں، گوبر اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی جگہ میں لوگوں کے راستہ میں اور جانور ذبح کرنے کی جگہ میں اور کعبۃ اللہ کے اوپر اور حمام میں، اور بات پوری ہونے پر اللہ کی حمد ہے۔

ایک شخص نے امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرتے ہوئے منیٰ

نکلنے کے بعد غسل نہیں کیا اور نمازیں پڑھتا رہا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۳) عرصہ سے ایک مسئلہ درپیش ہے اور کسی طرح حل نہیں ہو سکا، میں امید کرتا ہوں کہ جناب ضرور بالضرور حل کر لیں گے میں تھوڑی سی عبارت فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۸، کی نقل کرتا ہوں جس سے صورت مسئلہ بہ خوبی روشن ہو جائے گی، عبارت فتاویٰ عالمگیری مندرجہ ذیل ہے:

(۱) وكذا تكره في أماكن كفوق كعبة وفي طريق إلخ ومغتسل وحمام. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹/۲، كتاب الصلّاة، مطلب في إعراب كائن ما كان) ظفیر

(۲) رد المحتار: ۱۵۶/۳، كتاب الصلّاة، باب: الصلّاة في الكعبة، قبل كتاب الزكاة.

”ایک شخص کو احتلام ہوا یا کسی عورت کی طرف دیکھا اور منی اپنی جگہ سے بہ شہوت جدا ہوئی، پھر اپنے ذکر کو دبا لیا یہاں تک کہ شہوت اس کی ساکن ہو گئی، پھر منی بھی تو اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک واجب نہ ہوگا؛ یہ ’خلاصہ‘ میں ہے“ (۱) اب صورت حال یہ ہے کہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے شہوت (سے) (۲) جدا ہوئی، (پھر) (۳) اس نے اپنے ذکر کو دبا لیا، یہاں تک کہ شہوت ساکن ہو گئی اور پھر منی بھی، شخص مذکور کو چوں کہ پہلے سے یہ علم تھا کہ ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوتا؛ اس لیے اس نے غسل نہیں کیا اور بغیر غسل کے نماز پڑھتا رہا اور چند مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا اور کبھی غسل نہیں کیا، اور یہ اس نے محض اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ایسا کیا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس نے سخت غلطی کی تو وہ بہت نادم ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا شخص مذکور نے جس قدر نمازیں اس صورت میں پڑھی ہیں وہ ادا ہو گئیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوئیں تو اب ان کی ادائیگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور شخص موصوف اس فعل کے کرنے سے گنہ گار ہوا یا نہیں؟ اور اگر گنہ گار ہوا تو کس درجہ کا؟

(۱۳۳۶-۳۵/۲۱۰۶ھ)

الجواب: چوں کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اختلاف ہے، اور بہت سے مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی قول کو مفتی بہ لکھا ہے — اگرچہ محققین کی رائے یہ نہیں — تاہم جو فعل شخص مذکور نے قول مختار سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کیا اور اس پر وہ اب نادم بھی ہے اور نفس مسئلہ میں کچھ گنجائش بھی ہے؛ اس لیے حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے امید مسامحت کی ہے، باقی جو نمازیں اس نے اس حالت میں پڑھی ہیں ان کے متعلق اختلاف ائمہ اور اختلاف مشائخ مرجحین

(۱) إذا احتلم أو نظر إلى امرأة، فزال المنى عن مكانه بشهوة، فأمسك ذكره حتى سكنت شهوته، ثم سال المنى، عليه الغسل عندهما، وعند أبي يوسف لا يجب، هكذا في الخلاصة (الفتاوى الهندية: ۱۴/۱، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل)

(۲) (سے) کی جگہ ”کے ساتھ“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲۔

(۳) ’پھر‘ کی جگہ ’پس‘ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

پر نظر کر کے امام قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے: یؤخذ بقول أبي يوسف في صلوات ماضية فلا تعاد وفي مستقبل لا یصلی ما لم یغتسل۔ اھ (۱) (رد المحتار: ۱/۱۱۹) لیکن پھر بھی احتیاط یہی ہے کہ ان نمازوں کی قضا کرے، کیوں کہ محققین کے نزدیک قول مختار امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے (۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقط (۲/۱۳۶-۱۳۷)

رنڈی کے بالا خانہ کے نیچے جو مکان ہے اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۴) ایک مکان سرکار جنید کا ہے، اس نے کسی وجہ سے ایک رنڈی کو دے دیا، جب چاہے ضبط کر لیتا ہے، اس کے نیچے دکانیں ہیں، ان کو کرایہ پر لے رکھا ہے، اس میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۳۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس مکان مذکور میں نماز پڑھنا صحیح ہے، نماز ہو جاتی ہے (۳) لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھیں (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۴۰)



- (۱) رد المحتار: ۱/۲۶۶، کتاب الطہارة، مطلب في تحرير الصّاع والمد والرّطل .
- (۲) وفرض الغسل عند خروج مني من العضو وإلا فلا يفرض اتفاقاً إلخ منفصل عن مقره إلخ بشهوة إلخ ولأنه ليس بشرط عندهما خلافاً للثاني وبقوله يفتي إلخ (الدّر المختار) ولكن أكثر الكتب على خلافه حتى البحر والنهر ولا سيما قد ذكروا أنّ قوله قياس، وقولهما استحسان، وأنه الأحوط، فينبغي الافتاء بقوله في مواضع الضرورة فقط . (الدّر المختار ورد المحتار: ۱/۲۶۵، کتاب الطہارة، مطلب في تحرير الصّاع والمد والرّطل) ظفیر
- (۳) اس مکان میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، واللہ اعلم۔ ظفیر
- (۴) فرض نماز مسجد میں جماعت سے ادا کرنا سنت موکدہ ہے۔ والجماعة سنة مؤكدة للرجال إلخ ولو فاتته ندب طلبها في مسجد آخر إلا المسجد الحرام . (الدّر المختار مع رد المحتار: ۲۳۴/۲-۲۳۸، کتاب الصّلاة، باب الإمامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد) ظفیر

سترِ عورت کے مسائل

کپڑے کی غلظت میں شرط کیا ہے؟

سوال: (۲۲۵) کپڑے کی غلظت میں شرط کیا ہے؟ اگر صورت بدن دیکھا جاوے اور لون بشرہ نہ دیکھا جاوے تو نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر رنگت کی وجہ سے نہ دیکھا جاوے یا پا جامہ بنانے کی وجہ سے نہ دیکھا جاوے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۰/۴۰ھ)

الجواب: جب کہ رنگ بشرہ کا معلوم نہ ہو تو ستر ثابت ہے، اور نماز صحیح ہے (۱) فقط (۱۴۴/۲)

ہنود کی طرح دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۶) دھوتی مثل اہل ہنود کے باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر کشف عورت نہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے (۲) مگر یہ طریقہ اچھا نہیں ہے (۳) فقط (۱۴۳/۲)

(۱) وعادم ساتر لا یصف ما تحته (الدّر المختار) بأن لا یری منه لون البشرة احترازاً عن الرّقیق ونحو الزّجاج. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۶/۲-۷-۸، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة) ظفیر

(۲) ومنها: ستر العورة لقوله تعالى: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾، قيل في التأويل: "الزينة" ما يوارى العورة، و"المسجد" الصّلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصّلاة و إذا كان السّتر فرضاً كان الانكشاف مانعاً جواز الصّلاة ضرورة. (بدائع الصّنائع: ۳۰۶/۱، کتاب الصّلاة، فصل في شرائط أركان الصّلاة) محمدين

(۳) کیوں کہ لباس وغیرہ میں ہنود کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے، حدیث میں ہے: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داود: ۵۵۹/۲، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة) محمدين

عورتوں کی نماز ساڑی میں جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۷) عورتوں کی نماز ساڑی یعنی لہنگا پہن کر درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۱۰۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہاں کا رواج عورتوں کے لباس کا یہی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، نماز ہو جاتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ستر پورا ہونا چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۳/۲)

جانگیا پر لنگی باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۲۲۸) اگر کوئی شخص رومالی یا جانگیا باندھ کر اس کے اوپر دھوتی یا پاجامہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر رومالی و جانگیا باندھ کر اس کے اوپر گھٹنا یعنی نصف پاجامہ پہن لے، اور اس کے اوپر تہبند باندھ کر نماز پڑھے، تو نماز جائز ہوگی یا نہ؟ (۲۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ان صورتوں میں جب کہ ستر عورت ہو جائے نماز صحیح ہے (۱) فقط (۱۴۳/۲-۱۴۴)

عورت کے قدم کھلے ہوں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۲۲۹) کتاب صلاة الرحمن میں لکھا ہے کہ نماز کے اندر اگر عورت کے قدم کی چوتھائی کھل جاوے تو نماز نہ ہوگی، تو عورتوں کو موزے پہن کر نماز پڑھنا چاہیے؟ (۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درمختار میں لکھا (ہے) (۲) کہ معتمد یہ ہے کہ قدمین عورت کے عورت نہیں، اس کے کھلنے سے نماز میں خلل نہیں آتا، اور یہ جو صلاة الرحمن میں لکھا ہے یہ بھی ایک قول ہے، اور مراد اس سے باطن قدم ہے نہ ظہر قدم۔ کذا فی الشامی (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۲/۲)

(۱) حوالہ سابقہ-۱۲

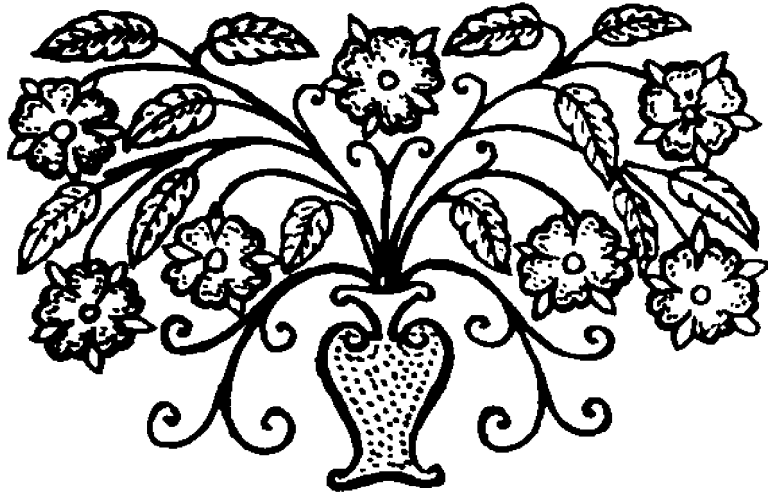
(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے-۱۲

(۳) وللحرّة ولو خنثیٰ جمیع بدنہا إلخ خلا الوجه والكفین إلخ والقدمین علی المعتمد (الدر المختار) أي من أقوال ثلاثة مصححة ، ثانيها عورة مطلقاً ، ثالثها عورة ==

عورت کو نماز میں دونوں پاؤں ڈھانکنا ضروری نہیں

سوال: (۲۳۰) عورت کو سارا بدن ڈھانکنا فرض ہے سوائے منہ اور دونوں ہتھیلی کے اور دونوں پاؤں کے، تو نماز میں ظہرید و بطن رجل بھی ڈھانکنا چاہیے، اس کے لیے موزے و دستانے پہننے کی ضرورت ہے یا کہ نہیں؟ (۷۰۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دونوں پاؤں کے اور دونوں ہاتھوں کے ظہر و بطن نماز میں ڈھانکنا ضروری نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۲)



== خارج الصّلاة لا فيها، أقول : ولم يتعرض لظهر القدم وفي القهستاني عن الخلاصة اختلفت الروايات في بطن القدم اهـ وظاهره أنّه لا خلاف في ظاهره . ثم رأيت في مقدّمة المحقّق ابن الهمام المسمّاة ب زاد الفقير قال بعد تصحيح : إن انكشاف ربع القدم مانع ، ولو انكشف ظهر قدمها لم تفسد إلخ ، فاستفيد من كلام الخلاصة أنّ الخلاف إنّما هو في باطن القدم وأمّا ظاهره فليس بعورة بلا خلاف . (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۷۱/۲-۷۲، كتاب الصّلاة ، باب شروط الصّلاة ، مطلب في ستر العورة) ظفیر

استقبال قبلہ کے مسائل

سمت قبلہ میں شرعاً بہت وسعت ہے

سوال: (۲۳۱)..... (الف) خورجہ سے کعبہ کی عین سمت کیا ہے؟ آیا علم ہیئت اور علم ہندسہ

شریعت میں قابل لحاظ ہے؟

(ب) کیا قطب کو بہ جانب یمن دیکھتے ہوئے قبلہ خورجہ سے عین مغرب کے سامنے ہے؟

(ج) کیا ذریعہ قطب مندرجہ بالا ایک عام اور (کلی) (۱) اصول ہندوستان کے لیے ہے؟

(د) خورجہ میں اگر اکثر مساجد مندرجہ بالا طریقہ پر یا کسی اور غلط طریقہ پر تعمیر ہوئی ہیں، تو کیا

دیگر جدید مساجد اس غلط طریقہ پر آئندہ بھی بنائی جائیں؟ اطلافاً عرض خدمت ہے کہ چند مساجد

مندرجہ ذیل طریقہ پر یعنی علم ہیئت اور علم ہندسہ کے مطابق بنی ہوئی ہیں، خورجہ علم ہیئت کے مطابق

۲۸ درجہ شمال عرض البلد پر واقع ہے، اور مکہ معظمہ ۲۱ درجہ ۴۰ لمحہ عرض البلد پر واقع ہے، لہذا اس طریقہ

پر تقریباً ۷ درجہ کا فرق ہے، اور بریں اصول سات درجہ بہ جانب مغرب و جنوب نماز پڑھنی چاہیے،

جیسا کہ چند علمائے کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے؟

(ه) ہمیں عین قبلہ معلوم کرنا ضروری ہے یا محض جہت قبلہ کافی ہے؟ (۲۳۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-ه) سمت قبلہ اور جہت قبلہ میں شرعاً بہت وسعت ہے، اور ضروری نہیں ہے

کہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہو، بلکہ جہت قبلہ کافی ہے، اور اس میں بھی تھوڑے سے انحراف سے

(۱) (کلی) کی جگہ ”کل“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

یعنی کسی قدر دائیں بائیں ہو جانے سے استقبال کعبہ میں خلل نہیں آتا، جیسا کہ درمختار میں ہے:

ولغيره أي غير معاينها إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة أو لهوائها إلخ (۱) اور شامی میں قہستانی سے منقول ہے: ولا بأس بالإنحراف إنحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية، بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة (إلى أن قال) وسيأتي في المتن في مفسدات الصلاة أنها تفسد بتحويل صدره عن القبلة بغير عذر، فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتا لعين الكعبة أو لهوائها بأن يخرج الخط من الوجه أو من بعض جوانبه ويمر على الكعبة أو هوائها مستقيماً ولا يلزم أن يكون الخط الخارج على استقامة خارجاً من جهة المصلّي بل منها أو من جوانبها إلخ (۱)

الحاصل جب کہ (۲) محقق ہوا کہ انحراف یسیر سے استقبال کعبہ میں فرق نہیں آتا، تو اس سے واضح ہے کہ قطب شمال کو جانب شمال رکھ کر نماز پڑھنے میں استقبال قبلہ ہو جاتا ہے، اور مساجد جو اس طریق سے بنی ہوئی ہیں وہ صحیح رخ پر ہیں، اس میں زیادہ کنج و کاؤ کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ آلات سمت قبلہ کے دریافت کرنے کے (۳) مہیا و میسر نہیں ہیں، اور پھر وہ بھی ظنی ہیں، اور عام لوگوں کو اس کی تکلیف دینا دشوار ہے، اور مساجد قدیمہ خود اس بارے میں حجت صحیحہ ہے، اور تغیر کرنا ان میں تھوڑے سے انحراف مظنون کی وجہ سے مناسب نہیں ہے، اور قطب شمال کو حجت سمجھنا اس بارے میں اکابر علماء کا دلیل واضح اس کی صحت کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۲/۲-۱۴۶)

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۲/ ۹۷-۹۹، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں جب کہ کے بعد یہ امر ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ یہ امر نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں کرنے کے بعد لیے ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ لیے نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

ریل میں بھی استقبال قبلہ اور قیام وغیرہ ضروری ہے

سوال: (۲۳۲) شخصے را کب ریل است، لیکن از باعث تحویل الواح ریل عن القبلة اگر مستقبل قبلہ بودہ نمازی خواند، پس ارکان صلاۃ مثل قیام وقعود و رکوع وسجود بروے متعسر و متعذر رمی شوند، و اگر بہ قیام و رکوع وسجود نمازی گزارد، تا استقبال قبلہ ازوے فوت می شود، پس دریں صورت کدام فرض را ترک نموده؟ بکدام طریق تعلیل در رد یعنی محول عن القبلة بودہ، بدیگر طرف مستقبل شدہ برکوع وسجود (صلاۃ) (۱) ادا نماید یا مستقبل قبلہ گردیدہ بایماء نماز بخواند۔ (۱۳۳۸/۸۴ھ)

الجواب: اگر کسے در ریل نماز فرض خواند پس استقبال قبلہ و قیام و رکوع وسجود وغیرہ جملہ ارکان صلاۃ ادا کردن ضروری است، و محض از سواری ریل استقبال ساقط نمی شود، چرا کہ با وجود تحویل الواح بہ قدرے وقت و تکلف استقبال ممکن است، اگر بلا مجبوری ترک استقبال کرد نماز جائز و ادا نمی شود، و اگر مستقبل قبلہ بودہ نماز شروع کرد و در حالت صلاۃ سمت قبلہ مبدل گردد، پس مصلی را ضروری است کہ آں ہم متوجہ قبلہ بودہ نماز تمام کند کہ جملہ ارکان صلاۃ ادا شوند، و مصلی ریل را در نماز فرض قعود قطعاً جائز نیست، و در صلاۃ نفل جائز است، البتہ اگر فی الحقیقت ہجوم ایں قدر باشد کہ حرکت و رکوع و سجود ممکن نیست و نیز بر صلاۃ از خارج ریل قادر نیست بلا استقبال و بلا قیام ادا کند، و ایں صورت نادر است (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۶/۲)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) وَالْمَرْبُوطَةُ بِلُجَّةِ الْبَحْرِ إِنْ كَانَ الرِّيحُ يُحَرِّكُهَا شَدِيدًا فَكَالسَّائِرَةِ وَإِلَّا فَكَالْوَاقِفَةِ وَيَلْزَمُ اسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْاِفْتِسَاحِ وَكُلَّمَا دَارَتْ (الدَّرَّ الْمُخْتَارِ) أَيِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، بَحْرٌ. وَإِنْ عَجَزَ عَنْهُ يَمْسُكُ عَنِ الصَّلَاةِ، إِمْدَادٌ عَنْ مَجْمَعِ الرِّوَايَاتِ. وَلَعَلَّهُ يَمْسُكُ مَا لَمْ يَخْفَ خُرُوجُ الْوَقْتُ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ أَنَّ قِبْلَةَ الْعَاجِزِ جِهَةً قُدْرَتِهِ وَهَذَا كَذَلِكَ وَإِلَّا فَمَا الْفَرْقُ. (الدَّرَّ الْمُخْتَارِ وَرَدَ الْمُحْتَارُ: ۵۰۰/۲، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ، مَطْلَبُ فِي الصَّلَاةِ فِي السَّفِينَةِ)

من تعذر عليه القيام أي كله لمرض حقيقي إلخ، أو حكمي بأن خاف زيادته ==

ترجمہ سوال: (۲۳۲) ایک آدمی ریل پر سوار ہے، لیکن ریل کے ڈبوں کے قبلہ کی طرف سے پھر جانے کی وجہ سے اگر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے تو نماز کے ارکان مثلاً قیام و قعود و رکوع اور سجدہ اس پر دشوار اور مشکل ہو جاتے ہیں، اور اگر قیام اور رکوع و سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اُس سے فوت ہو جاتا ہے، پس اس صورت میں کس فرض کو ترک کر کے کس طریقے پر عمل کرے؟ یعنی قبلہ سے پھر کر کے دوسری طرف رخ کر کے رکوع و سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے یا قبلہ کی طرف رخ کر کے اشارہ سے نماز ادا کرے؟

الجواب: اگر کوئی آدمی ریل کے اندر فرض نماز پڑھے تو اس کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا و قیام و رکوع اور سجدہ وغیرہ نماز کے تمام ارکان کی ادائیگی ضروری ہے، اور صرف ریل کی سواری کی وجہ سے استقبال قبلہ ساقط نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ڈبوں کے پھر جانے کے باوجود تھوڑی سی دقت اور تکلیف کے ساتھ استقبال ممکن ہے، اگر بغیر مجبوری کے استقبال ترک کر دے تو نماز جائز اور ادا نہیں ہوگی اور اگر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز شروع کی ہو اور نماز کی حالت میں قبلہ کی جہت بدل جائے تو مصلیٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھی قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پوری کرے کہ نماز کے تمام ارکان ادا ہو جائیں، اور ریل میں نماز پڑھنے والے کے لیے فرض نماز بیٹھ کر کے پڑھنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، البتہ اگر حقیقت میں اتنی بھیڑ ہو کہ رکوع اور سجدہ کے لیے حرکت کرنا ممکن نہیں ہے اور ریل سے باہر بھی نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو استقبال قبلہ اور قیام کے بغیر نماز ادا کرے، اور یہ صورت شاذ و نادر ہے۔

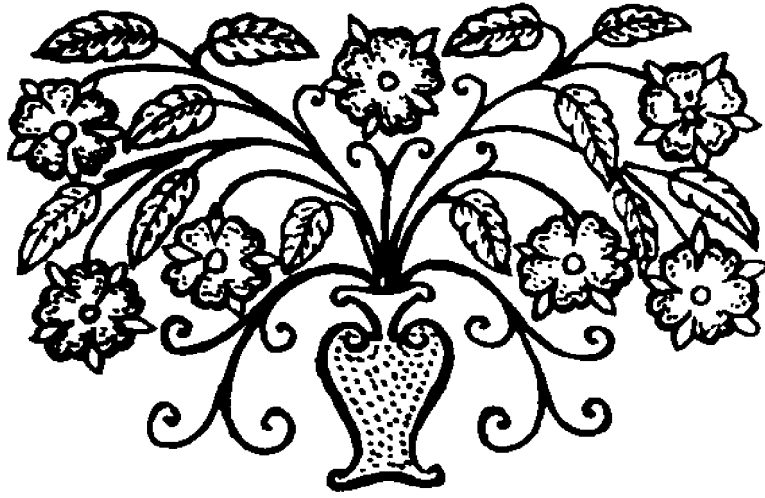
سوال: (۲۳۳) بنگالہ کی ریل میں نماز میں قبلہ کی طرف کھڑا ہونا ممکن نہیں اور جس جگہ ممکن ہے وہاں جائے قیام و سجدہ میں گرد و غبار ہوتا ہے وہاں قیام فرض ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۳۰۸ھ)

الجواب: ریل میں نماز پڑھنے میں حتیٰ الوسع کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہیے اور قبلہ رخ ہونا

== أو بَطْءُ بُرْنِهِ بَقِيَامِهِ أو دوران رأسه أو وجد لقيامه أَلَمَّا شَدِيدًا إلخ صَلَّى قَاعِدًا . (الدرّ

المختار مع رد المحتار: ۲/۴۹۳-۴۹۴، کتاب الصلوة، باب صلاة المريض) ظفیر

ضروری ہے (۱) اور جگہ کا وہم نہ کرنا چاہیے، غایت یہ کہ کوئی پاک کپڑا بچھا لیا جاوے۔ فقط (۱۵۰/۲)



(۱) والسادس استقبال القبلة حقيقة أو حكماً كعاجز والشرط حصوله لا طلبه إلخ. (الدرّ مع الشامي: ۹۶/۲-۹۷، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة والفرائض الباقية من الست هي القيام إلخ لقوله تعالى: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾. (غنية المستملي، ص: ۲۲۳، فرائض الصلاة)

ومنها القيام في فرض إلخ لقادر عليه (الدرّ المختار) فلو عجز عنه حقيقة وهو ظاهر أو حكماً كما لو حصل له به ألم شديد أو خاف زيادة المرض إلخ فإنه يسقط إلخ. (الدرّ المختار والشامي: ۱۱۶/۲-۱۱۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القيام) ظهير

نیت کے مسائل

صحت نماز کے لیے صرف دل سے نیت کرنا کافی ہے

سوال: (۲۳۴) زبان سے نیت کرنا نماز کی صحت کے لیے ضروری ہے یا صرف دل میں نیت کر لینا کافی ہے؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: نیت قلبی صحت نماز کے لیے کافی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۷/۲)

سوال: (۲۳۵) منیۃ المصلیٰ میں لکھا ہے کہ نماز کی نیت کے الفاظ زبان سے کہنے مستحب ہیں، اور دل سے نیت کرنی فرض ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنی بدعت ہے؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۵/۹۰۲ھ)

الجواب: صحیح یہ ہے کہ زبان سے الفاظ نیت کہنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ مستحب ہے، لیکن ضرور ہے کہ دل میں نیت کرے، حنفیہ کا محقق مذہب یہی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۸/۲)

زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۳۶) میں نے ایک کتاب فقہ میں دیکھا تھا کہ ہر نماز کی نیت اول دل میں کرنی چاہیے، اور بعدہ اس کو زبان سے ادا کرنا چاہیے، مجھے الفاظ نیت زبان سے ادا کرنے میں سخت

(۱) والمستحب في النية أن ينوي ويقصد بالقلب ويتكلم باللسان بأن يقول: أصلي صلاة كذا إلخ ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الأئمة لأن النية عمل القلب لا عمل اللسان، واستحباب ضمه إليه لما ذكرنا. (غنية المستملي، ص: ۲۲۲-۲۲۳) ظفیر

دقت ہوتی ہے، اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۰/۱۹۲)

الجواب: اس صورت میں دل میں صرف یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ مثلاً یہ نماز ظہر کی ہے، اور زبان سے الفاظ نیت ادا کر لینا بھی بہتر ہے، اور اگر اس میں کچھ دقت ہو تو اس کو چھوڑ دیجیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۳۷-۱۳۸)

کیا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے؟

سوال: (۲۳۷) آیا تلفظ بہ نیت نماز بدعت است؟ و بسم اللہ درمیان فاتحہ و سورہ خواندن ممنوع است؟ بیان فرمائید۔ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: تلفظ بہ نیت نماز بدعت نیست (۱) و بسم اللہ ما بین فاتحہ و سورہ ممنوع نیست (۲) فقط (۲/۱۳۷)

ترجمہ سوال: (۲۳۷) کیا نماز کی نیت کا تلفظ کرنا بدعت ہے؟ اور فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے؟ بیان فرمائیں۔

الجواب: نماز کی نیت کا تلفظ کرنا بدعت نہیں ہے، اور فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) والخامس النية بالاجماع وهي الإرادة لا العلم والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة إلخ والتلفظ بها مستحب وهو المختار إلخ ، وقيل : سنة يعني أحبه السلف أو سنه علماءنا إذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل : بدعة (الدّر المختار) نقله في الفتح وقال في الحلية: ولعلّ الأشبه أنّه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة. (الدّر المختار ورد المحتار: ۲/۸۲-۸۴، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، بحث النية)

(۲) و سمى إلخ سرّاً في أوّل كلّ ركعة ولو جهريّة ، لا تسنّ بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرّيّة ولا تكره اتفاقاً. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۱۶۹-۱۷۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) ظفیر

(۳) بلکہ مستحب ہے، تفصیل آگے کتاب الصلاة کے سوال نمبر: (۲۷۵-۲۷۸) میں آرہی ہے۔ ۱۲ محمد امین

سوال: (۲۳۸) زید کہتا ہے کہ زبان سے نیت نماز کرنا بدعت ہے، عمر کہتا ہے کہ سنت ہے؟
(۱۳۳۸/۱۲۵۰ھ)

الجواب: اصل نیت دل سے ہے، اور زبان سے کہنے کو بھی فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے،
درمختار میں ہے: والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة إلخ، والتلفظ..... بها مستحب
هو المختار إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۳۸-۱۳۹)

نماز کی نیت کے الفاظ خواہ کسی زبان میں کہے جائز ہے

سوال: (۲۳۹) نماز کی نیت عربی زبان میں کرنا ضروری ہے یا اردو فارسی وغیرہ میں بھی
کر سکتا ہے؟ (۲) (۱۰۰۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں، اگر کہے
بہتر ہے (۳) اور زبان سے کسی زبان میں اردو و فارسی وغیرہ میں کہہ لیوے تو کچھ حرج نہیں۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۳۹)

کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے امام کی اجازت ضروری نہیں

سوال: (۲۴۰) زید امام مسجد ہے، بکر سے کہتا ہے کہ تم ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھنا، آیا بکر زید
کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا جب زید حکم دیوے اس وقت پڑھ سکتا ہے؟ (۲۹۲۳/۱۳۳۹ھ)
الجواب: زید کے پیچھے بکر نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز صحیح ہے، زید کی اجازت اور حکم کی ضرورت

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲/۸۲-۸۳، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، بحث النية.

(۲) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔۱۲

(۳) النية إرادة الدخول في الصلاة، والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي إلخ، ولا عبرة
للذكر باللسان، فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن، كذا في الكافي. (الفتاوى الهندية:

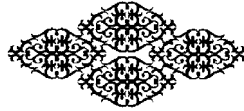
۱/۲۵، کتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية) ظفیر

نہیں ہے، بکر ہر حال میں اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے (۱) اور زید کا یہ کہنا بیجا اور خلاف شریعت تھا۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۸/۲)

کیا امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟

سوال: (۲۴۱) ایک عورت جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھے، تو امام کو نیت امامت عورت ضرور ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۶۷۶ھ)

الجواب: اگر محاذی مرد کے نہ کھڑی ہو تو امام کو اس کی امامت کی نیت ضروری نہیں ہے (۲)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۹/۲)



(۱) والإمام ينوي صلاته فقط ، ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدي . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۹۳/۲، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، بحث النية، مطلب: مضى عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها) ظفیر

(۲) امداد الفتاویٰ میں ہے:

اگر امامت کی نیت نہ کرے گا تو امامت کا ثواب نہ ملے گا، پس حصول ثواب امامت کے لیے تو امامت کی نیت ضرور ہے۔ رہا صحت صلاة مقتدی کے لیے پس اگر مقتدی مرد ہے تو ضرور نہیں اور اگر عورت ہو تو اگر وہ کسی مرد کے محاذی ہے تب اس کی صحت نماز کے لیے نیت امامت ضروری ہے، اور اگر محاذی نہیں تو اس میں اختلاف ہے اور جنازہ میں بالاجماع اور جمعہ اور عیدین میں بناء بر قول صحیح نیت اس کے اقتداء کی شرط نہیں۔
والإمام ينوي صلاته فقط ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدي بل لنيل الثواب لو أمّ رجالاً وإن أمّ نساء فإن اقتدت به المرأة محاذية لرجل في غير صلاة جنازة فلا بدّ لصحة صلاتها من نية إمامتها وإن لم تقتد محاذية مختلف فيه ، فقيل : يشترط ، وقيل : لا كجنازة إجماعاً وكجمعة وعيد على الأصح . (الدّر المختار: ۹۳/۲-۹۴، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، بحث النية، مطلب: مضى عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها) واللّٰهُ اعلم . (امداد الفتاویٰ: ۲۰۲/۱، نیت امامت) محمد امین پالن پوری

نماز کے فرائض کا بیان

تکبیر تحریمہ مرد اور عورت سب کو کہنا فرض ہے

سوال: (۲۴۲) تکبیر تحریمہ عورت کو بہ وقت نماز کہنا فرض ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹ھ/۲۱۱۴)
 الجواب: تکبیر تحریمہ عورت اور مرد سب کو کہنا چاہیے اس میں مردوں کی کچھ تخصیص نہیں ہے،
 كما في عامة كتب الفقه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۰/۲)

گھاس پر نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴۳) اگر گیاہ وغیرہ بدیں نوع کہ فرہش بہ قدر شبر یا زاید باشد، و بوقت سجدہ صعود و
 ہبوط می کند، نماز براں جائز است یا نہ؟ (۱۳۳۸ھ/۵۶۵)

ترجمہ سوال: (۲۴۳) اگر گھاس وغیرہ اس طریقے پر ہو کہ اس کی موٹائی ایک بالشت کے بہ
 قدر یا اس سے زائد ہو اور سجدہ کے وقت دبتی اُبھرتی ہے، اس پر نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: در مختار میں شروط جواز سجدہ سے یہ بھی لکھا ہے: وأن یجد حجم الأرض اور اس کی تشریح
 علامہ شامی نے یہ فرمائی ہے: أَنَّ السَّاجِدَ لَوْ بَالِغٌ لَا يَتَسَفَّلُ رَأْسُهُ أَبْلَغُ مِنْ ذَلِكَ إِنْخ (۲) (۱/۳۳۷)

(۱) من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائماً وهي شرط (الدَّر المختار) التحريمة
 المراد بها جملة ذكر خالص مثل الله أكبر. (الدَّر المختار و رد المحتار: ۱۱۲/۲-۱۱۳، كتاب
 الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قد يطلق الفرض على ما يقابل الركن إِنْخ) ظفیر
 (۲) الدَّر المختار و رد المحتار: ۱۸۲/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

پس اگر وہ گھاس وغیرہ اس قدر ہو اور ایسے ہوں کہ سجدہ میں سر رکھنے سے دب جائے اور ٹھہر جائے تو سجدہ اور نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۲)

تندرست آدمی کو چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴۴) تندرست آدمی کو چار پائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جیسے تخت پر نماز پڑھنا جائز ہے چار پائی پر بھی جائز ہے، بکر کہتا ہے کہ آج تک نہ کسی کتاب میں دیکھا اور نہ علماء کے اقوال سے ثابت ہے، اور نہ بہ جز معذور کے کسی کو چار پائی پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۶-۳۵/۲۹۱ھ)

الجواب: چار پائی پر نماز صحیح ہے، اور چار پائی مثل تخت کے ہے، کیونکہ جب گھٹنے اول چار پائی پر رکھے جائیں گے تو آگے سے سجدہ کی جگہ کھینچ کر سخت ہو جائے گی، اور مثل تخت کے ہو جائے گی، پھر سجدہ میں کچھ حرج نہ ہوگا (۱) اور عادت چار پائی پر نماز پڑھنے کی اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ چار پائیوں کا اعتبار نہیں ہوتا، اکثر ناپاک ہوتی ہیں، لیکن جب کہ چار پائی پاک ہو تو پھر کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴۰/۲)

سوال: (۲۴۵) چار پائی پر نماز اس وقت درست ہے کہ جب چار پائی سخت ہو یا ڈھیلی ہو تب بھی؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۵/۱۲۶۴ھ)

الجواب: چار پائی پر نماز ہر حالت میں درست ہے (۱) اگر چہ وہ بہت سخت نہ ہو؛ کیوں کہ اگر ڈھیلی بھی ہے تو جس وقت گھٹنے چار پائی پر ٹھہریں گے اور زور پڑے گا تو سجدہ کی جگہ سخت ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۲)

سوال: (۲۴۶) اگر کوئی بہ حالتِ صحت نماز فرض یا نفل چار پائی پر پڑھے تو جائز ہے یا نہ؟

(۱۳۳۵-۴۴/۲۲۴ھ)

(۱) لو سجد علی الحشیشِ أو التبنِ إلخ إن استقرت جہتہ وأنفہ ، ویجد حَجْمَةً یجوز وإن لم یستقرّ لا . (الفتاویٰ الہندیۃ : ۷۰/۱، کتاب الصّلاۃ ، الباب الرابع فی صفۃ الصّلاۃ ، الفصل الأول فی فرائض الصّلاۃ) ظفیر

الجواب: نماز صحیح ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۳۳/۴)

عورتوں کا بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں

سوال: (۲۴۷) یہاں رواج ہے کہ عورتیں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۱/۹۵۸)

الجواب: جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، پس بلا عذر قوی عورتوں کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کسی طرح درست نہیں ہے اور نماز نہیں ہوتی (۲) فقط (۱۵۲/۲)

کیا اس شخص کے لیے بیٹھ کر نماز جائز ہے جو چلتا پھرتا ہے؟

سوال: (۲۴۸) جو شخص چل پھر کر اچھی طرح اپنی ضرورت پوری کر سکے اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھے

تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۹۵۲)

الجواب: اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز فرض پڑھنا درست نہیں ہے (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۲/۲)

(۱) وإن صحَّ عندنا بشرط كونه على جبهته الخ وبشرط طهارة المكان وأن يجد حجم الأرض (الدّر المختار) تفسيره أنّ السّاجد لو بالغ لا يتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصَحَّ على طنفسة وحصير وحنطة وشعير وسرير وعجلة إن كانت على الأرض. (الدّر المختار وردّ المحتار: ۱۸۲/۲، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب في إطالة الرّكوع للجائي) ظفیر

(۲) من فرائضها التي لا تصحّ بدونها التّحرمة إلخ ومنها القيام إلخ في فرض وملحق به إلخ لقادر عليه. (الدّر المختار مع الشّامي: ۱۱۲/۲-۱۱۷، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة) ظفیر

(۳) ومنها القيام إلخ في فرض وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصحّ لقادر عليه، وعلى السّجود فلو قدر عليه دون السّجود ندب إيماؤه قاعداً، وكذا من يسيل جرحه لو سجد (الدّر المختار) قوله: (لقادر عليه) فلو عجز عنه حقيقة وهو ظاهر أو حكماً كما لو حصل له به ألم شديد أو خاف زيادة المرض إلخ فإنه يسقط. (الدّر المختار والشّامي: ۱۱۶/۲-۱۱۷، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، بحث القيام) ظفیر

قعدہ اخیرہ میں سو جائے اور امام کے ساتھ

سلام پھیرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۲۴۹) زید نے جماعت سے نماز پڑھی، قعدہ اخیرہ میں سو گیا، اور امام کے ساتھ سلام پھیرا، لیکن مقدار تشہد بعد بیدار ہونے کے نہیں بیٹھا، زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۵۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: احوط یہ ہے کہ اعادہ قعدہ کا کیا جاوے، ورنہ نماز نہ ہوگی، اور شیخ ابن ہمام کی تحقیق سے جواز مفہوم ہوتا ہے، اور قواعد فقہیہ سے عدم جواز ظاہر ہوتا ہے، لہذا احوط ثانی ہے۔ والتفصیل فی الشامی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۳/۲)

سجدے میں دونوں پاؤں اٹھ جائیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۵۰) سجدہ میں اگر دونوں پیرزمین سے اٹھ جائیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر تھوڑی دیر تک اٹھے رہیں تو کچھ خلل تو نہیں؟ (۲۱۸۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قدمین کا زمین پر رکھنا سجدہ میں ضروری ہے؛ لیکن اگر زمین پر رکھنے کے بعد پھر دونوں قدم زمین سے اٹھ گئے یا اٹھنے کے بعد پھر زمین پر رکھ لیے تو نماز ہوگئی۔ فقط (۱۵۳/۲-۱۵۴)

وضاحت: سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا؛ یا ایک پیر کی انگلیوں کا؛ یا ایک انگلی کا ایک رکن کے بقدر یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہے اتنی دیر زمین پر لگنا فرض ہے (۲) پس اگر پورے سجدہ میں دونوں

(۱) ومنها القعود الأخير والذي يظهر أنه شرط لأنه شرع للخروج (الدّر المختار) وبين في الإمداد الثمرة بأنه لو أتى بالقعدة نائماً تعتبر على القول بشرطيتها لا ركنيتها وعزاه إلى التحقيق، والأصح عدم اعتبارها كما في شرح المنية. (الدّر المختار والشامي: ۱۲۰-۱۲۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القعود الأخير) ظفر

(۲) وفيه (أي في شرح الملتقى) يُفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم تجز والناس عنه غافلون (الدّر) وفي ردّ المحتار: قال في البرازية: والمراد بوضع القدم هنا وضع الأصابع أو جزء من القدم وإن وضع إصبعاً واحدة. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱۸۰-۱۸۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي) محمد امين

پیر زمین سے اٹھائے رکھے، ایک رکن کے بقدر بھی زمین سے کوئی انگلی نہ لگی تو نماز نہ ہوگی — اور دونوں پیروں کی ساری انگلیاں زمین سے لگانا، پھر ان کو ڈھیلا کر کے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا اور پیر دبا کر زمین پر رکھنا مسنون ہے — اور ایک رکن کے بقدر انگلیاں زمین پر رکھ کر دونوں پیروں سے اٹھالینا مکروہ تحریمی ہے۔

اس مسئلہ میں عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے، لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ دونوں پیروں سے اٹھ گئے تو نماز باطل ہوگئی، یہ صحیح نہیں ہے، پورے سجدہ میں ایک رکن کے بقدر بھی پیروں کی کوئی انگلی زمین سے نہ لگی تو نماز باطل ہوگی، ورنہ نہیں۔ سعید احمد پالن پوری

نماز میں داہنے پیر کا انگوٹھا ہل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۵۱) جس شخص کے داہنے (پاؤں) (۱) کا انگوٹھا نماز میں ہل جائے اپنی جگہ سے، تو نماز میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟ اگر امام سے اسی طرح کی حرکت (صادر) ہو جاوے تو مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۶۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس سے نماز میں کچھ خلل اور نقصان نہیں آتا، اور امام (سے) اگر ایسا ہو تو مقتدیوں کی نماز میں اور خود امام کی نماز میں کچھ (نقص) نہیں آتا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۱/۲)



(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ کی رجسٹر نقول فتاویٰ سے تصحیح کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) حرّ رناہ فی شرح الملتقی وفيہ یفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم تجز (أى السجدة) والناس عنه غافلون (الدّر المختار) والحاصل أنّ المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية إلخ، ثمّ الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب، واللّٰه أعلم. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲/۱۸۰-۱۸۱، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب في إطالة الرّكوع للجائي) ظفیر

نماز کے واجبات کا بیان

سورت ملانا واجب ہے

سوال: (۲۵۲) ضم سورت فرض ہے یا واجب؟ اور کس قدر؟ (۱۵۱۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)
الجواب: واجب ہے بہ قدر تین آیت کے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۸)

نوافل میں قعدہ اولیٰ واجب ہے فرض نہیں

سوال: (۲۵۳) نوافل رباعی میں قعدہ اولیٰ واجب ہے یا فرض؟ (۲۳۳۴/۱۳۴۳ھ)
الجواب: واجب ہے۔ كما في الدر المختار : ولها واجبات إلخ والقعود الأول ولو في نفل في الأصح إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۵۳)
سوال: (۲۵۴) چار رکعت والی سنت اور نفل میں قعدہ اولیٰ فرض ہے یا واجب؟ (۱۳۰۲/۱۳۳۵ھ)
الجواب: سنن و نوافل رباعی میں قعدہ اولیٰ واجب ہے، فرض نہیں ہے۔ كما في الدر المختار في بيان الواجبات: والقعود الأول ولو في نفل على الأصح (۲) فقط (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

(۱) ولها واجبات إلخ وضم أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها وهو ثلاث آيات قصار .
(الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۲۹-۱۳۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة) ظفیر
(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۲۹-۱۴۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة .

قوله: (ولو في نفل) لأنه وإن كان كل شفع منه صلاة على حدة حتى افترضت القراءة في جميعه، لكن القعدة إنما فرضت للخروج من الصلاة، فإذا قام إلى الثالثة تبين أن ما قبلها لم يكن أوان الخروج من الصلاة فلم تبق القعدة فريضة. (رد المحتار: ۲/۱۴۰) ظفیر

تشہد: نماز میں واجب ہے

سوال: (۲۵۵) تشہد نماز میں افضل ہے یا نہیں؟ (۱۷۳۳/۱۷۳۸ھ)

الجواب: تشہد یعنی التحیات پڑھنا نماز میں واجب اور ضروری ہے (۱) فقط (۱۵۵/۲)

فرضوں کی دو رکعت خالی اور سنتوں کی سب بھری

پڑھی جاتی ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

سوال: (۲۵۶) فرضوں میں (جو) (۲) دو رکعت خالی پڑھی جاتی ہیں، اور سنتوں میں بھری،

اس میں حکمت کیا ہے؟ (۳۵/۵۲-۱۳۳۶ھ)

الجواب: فرضوں میں دو رکعت کا خالی رکھنا یا صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا وارد ہوا (ہے) (۲) اس

وجہ سے ان کو خالی رکھتے ہیں (۳) اور سنتوں اور نفلوں میں ہر ایک شفعہ نماز کا علیحدہ ہے، اس واسطے

سب رکعتوں کو بھری پڑھنا چاہیے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۵/۲-۱۵۶)

(۱) ومنها قراءة التشهد ، فإنها واجبة في القعدتين الأولى والأخيرة إلخ فأوجب السجود بترك التشهد في القعدة الأولى كما في القعدة الأخيرة وهو ظاهر الرواية .

(غنية المستملی، ص: ۲۵۸، قبل فصل في صفة الصلاة) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) عن أبي قتادة رضي الله عنه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر في الأولين بأَمِّ الكتاب وسورتين ، وفي الركعتين الأخريين بأَمِّ الكتاب وهكذا في العصر الحديث ، متفق عليه . (مشكاة المصابيح ، ص: ۷۹، كتاب الصلاة ، باب القراءة في الصلاة ، الفصل الأول) ظفیر

(۴) وضم سورة إلخ في الأوليين من الفرض إلخ ، وفي جميع ركعات النفل لأن كل شفع منه صلاة . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۲/۲-۱۳۳، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، مطلب : واجبات الصلاة) ظفیر

چار رکعت فرض میں دو خالی اور دو بھری کیوں ہیں؟

سوال: (۲۵۷) چار رکعت فرض میں دو خالی اور دو بھری (کس وجہ سے) (۱) مقرر ہوئی ہیں؟
(۱۳۳۳۰-۲۹/۲۰۸ھ)

الجواب: نماز فرض میں دو رکعت بھری اور دو خالی احادیث سے ثابت ہیں، اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے (۲) لہذا ہم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے، چوں و چرا اس میں مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۸)

سوال: (۲۵۸) دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری کیوں پڑھی جاتی ہیں؟ (۱۶/۱۳۳۵ھ)
الجواب: احادیث اور آثار صحابہؓ سے ایسا ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو رکعت میں الحمد اور سورت پڑھی اور آخر کی دو رکعت میں صرف الحمد پڑھی، اس واسطے حنفیہ نے اس کو اختیار کیا ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۵)

کیا ہر مکروہ تحریمی سے نماز کا اعادہ واجب ہے؟

سوال: (۲۵۹) ہر مکروہ تحریمی فعل سے نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۵/۱۳۳۷ھ)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (کس وجہ سے) کی جگہ ”کیوں“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲
(۲) عن عبد اللہ بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأوليين من الظهر والعصر بفاتحة الكتاب وسورة ويسمعنا الآية أحياناً ، ويقرأ في الركعتين الأخيرين بفاتحة الكتاب. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۸۵، كتاب الصلاة ، باب القراءة في الظهر والعصر)

(۳) عن أبي قتادة رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الظهر في الأوليين بأم الكتاب وسورتين ، وفي الركعتين الأخيرين بأم الكتاب الحديث ، متفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص: ۷۹، كتاب الصلاة ، باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول)

واكتفى المفترض فيما بعد الأوليين بالفاتحة فإنها سنة على الظاهر ولو زاد لا بأس به .
(الدّر المختار مع ردّ المختار: ۲/۱۹۵، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) ظفیر

الجواب: مکروہ تحریمی فعل سے بے شک اعادہ نماز کا واجب ہوتا ہے (۱) اور تفصیل کا اس وقت موقع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۶/۲)

بغیر تعدیل ارکان جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۶۰) ایک شخص کی عمر بیس (بیس) (۲) کی ہے، اس عرصہ (تک) (۲) اس نے کوئی نماز درست نہیں پڑھی، صرف دو ٹکڑے نماز ختم کر دیتا ہے، یہ نمازیں ہوئیں یا نہیں؟ اگر اعادہ کرے تو صرف فرض ہی ادا کرے یا سنت بھی؟ (۱۳۳۵ھ/۷۵۲)

الجواب: جو نمازیں تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہیں ہوئیں اگرچہ وہ ہوگئی ہیں، لیکن ان کا (۳) دہرا لینا اچھا ہے (۴) فرض اور وتر کا اعادہ کر لے سنتوں کا اعادہ نہ کرے۔ فقط (۱۵۶/۲)



(۱) وكذا كل صلاة أدت مع كراهة التحريم تجب إعادتها (الدر المختار) وفي الشامي: تنبيه: قيد في البحر في باب قضاء الفوائت وجوب الإعادة في أداء الصلاة مع كراهة التحريم بما قبل خروج الوقت ، أما بعده فتستحب . (الدر المختار و رد المحتار: ۱۳۰/۲-۱۳۱، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، مطلب : كل صلاة أدت مع كراهة التحريم تجب إعادتها)

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'لیکن ان کا' کے بعد 'اعادہ' ہے، مگر رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'اعادہ' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمدة والسهو إن لم يسجد له ، وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً إلخ وهي قراءة فاتحة إلخ وتعديل الأركان . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۲۹/۲-۱۳۸، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، مطلب: واجبات الصلاة) ظفیر

سنن و کیفیت نماز کا بیان

فرض سے پہلے اِنِّی وَجَّهْتُ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۶۱) فرض کے قبل اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ الْاِخْ پڑھنا

چاہیے؟ (۱۰۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کچھ حرج نہیں، نیت سے پہلے کہہ لے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۹/۲)

اللہ اکبر کی راء کو اس طرح ادا کرنا کہ لوگ دال محسوس کریں کیسا ہے؟

سوال: (۲۶۲) زید کا بہ خیال اس کے کہ عام لوگ تکبیر انتقالی نماز میں اللہ اکبر کی راء کو اس

قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے، اللہ اکبر کی راء کو اس طرح خارج کرنا

کہ بجائے راء کے عام لوگ دال محسوس کریں شرعاً کیسا ہے؟ (۱۶۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسا نہ کرنا چاہیے، تبدیل حروف جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۳/۲)

اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچنا مفسدِ صلاۃ ہے

سوال: (۲۶۳) ایک امام (صاحب) (۲) رکوع وغیرہ میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے ہیں،

(۱) نیت کے بعد تکبیر سے پہلے نہ کہے تا کہ نیت اور تکبیر میں اتصال رہے، ہدایہ میں ہے: وَالْأُولَى أَنْ لَا

يَأْتِي بِالتَّوَجُّهِ قَبْلَ التَّكْبِيرِ لِيَتَّصِلَ النِّيَّةُ بِهِ هُوَ الصَّحِيحُ . (الهداية: ۱۰۲/۱، كتاب الصلاة، باب

صفة الصلاة) محمد امین

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

نماز ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۹۶)

الجواب: اللہ کے ہمزہ پر اور اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر مد کرنا خطا مفسد صلاۃ ہے، اس سے احتراز لازم ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۶/۲)

نماز میں بجائے اللہ اکبر کے یا اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۶۴) نماز میں بجائے اللہ اکبر، تکبیرات انتقال کے اگر کوئی شخص سہوً یا اللہ ایک دو مرتبہ کہہ دے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳/۱۶۱۷)

الجواب: یہ جائز ہے، اور اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے (۲) فقط (۲۰۱/۲-۲۰۲)

نیت کے بعد ہاتھ باندھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

سوال: (۲۶۵) نماز کی نیت کر کے ہاتھ نیچے کو چھوڑ کر زیر ناف باندھے یا کانوں تک ہاتھ اٹھا کر زیر ناف باندھے؟ (۱۳۳۸/۱۹۸)

الجواب: کانوں تک ہاتھ اٹھا کر نیت باندھیں، اور ہاتھ زیر ناف باندھیں (۳) فقط (۱۵۹/۲)

(۱) إذا أراد الشروع في الصلاة كبر إلخ بالحذف إذ مد إحدى الهمزتين مفسد ، وتعمده كفر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۱۵۷-۱۵۸، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) ظفیر
(۲) وصحّ شروعه.....بتسبيح وتهليل وتحميد وسائر كلم التعظيم الخالصة له تعالى إلخ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۱۶۰-۱۶۱، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) ظفیر
(۳) فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

سوال: تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟
الجواب: تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت کے وقت اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لیے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے (کیوں کہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں) ==

سوال: (۲۶۶) بعد تکبیر تحریمہ قبل ثناء پڑھنے کے کسی قدر ارسال جائز ہے یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب نے جائز لکھا ہے۔ (۱۷۴۶/۱۷۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرتة اخذاً رسغها بخنصره وإبهامه إله كما فرغ من التكبير بلا إرسال في الأصح إله ، قوله: (بلا إرسال) هو ظاهر الرواية إله (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ ارسال صحیح نہیں ہے (اور خلاف ظاہر الروایہ کے ہے) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۴/۲)

== اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ثناء کے وقت چھوڑنے کا حکم ہے (ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے) إذا أراد الرجل الدخول في الصلاة أخرج كفيه من كميه ثم رفعهما حذاء أذنيه ثم كبر بلا مد ناوياً ثم وضع يمينه على يساره تحت سرتة عقيب التحريمة بلا مهلة مستفتحاً . یعنی جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے، پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے، پھر تکبیر کہے بلا مد کے نیت کرتے ہوئے، پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الایضاح، ص: ۷۶، کتاب الصلوة)

اور مراقی الفلاح میں ہے: (تحت سرتة عقيب التحريمة بلا مهلة) لأنه سنة القيام في ظاهر المذهب ، وعند محمد سنة القراءة فيرسل حال الثناء ، وعندهما يعتمد في كل قيام فيه ذكر مسنون كحالة الثناء والقنوت و صلاة الجنابة ، ويرسل بين تكبيرات العيدين إذ ليس فيه ذكر مسنون . (مراقی الفلاح ص: ۲۸۰، کتاب الصلوة ، باب شروط الصلوة و أركانها ، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلوة)

فالاعتماد سنة القيام عندهما حتى لا يرسل حالة الثناء وعند محمد سنة القراءة حتى أنه يرسل حالة قراءة الثناء . (الجوهرة النيرة: ۶۱/۱، کتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمہ کامل، ۴۲۶/۲ - ۴۲۷، کتاب الصلوة ، باب شروط الصلوة ، سوال نمبر: ۳۷۷، مطبوعہ: مکتبۃ الاحسان دیوبند) محمد امین پالن پوری

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۶۵-۱۶۶، کتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة ، مطلب في بيان المتواتر والشاذ .

(۲) توسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

فرض نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے

علاوہ دیگر دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۶۷) بعد تکبیر تحریمہ نماز فرض میں جو بجائے سبحانک اللہم دوسری دعائیں کتب صحاح میں وارد ہیں، ان کا پڑھنا نماز فرض میں منفر کو کیسا ہے؟ (۱۰۳۸/۱۰۳۹ھ)

الجواب: حنیفہ نے ان ادعیہ کو نوافل پر محمول کیا ہے، لہذا نوافل میں ہی ان کو پڑھے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۴/۲)

ثناء، تشہد اور دعائے قنوت وغیرہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۲۶۸) نماز میں ثناء اور تشہد اور درود اور دعا اور دعائے قنوت کے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۲۷۰ھ)

الجواب: بسم اللہ پڑھنا سورۃ فاتحہ کے اوّل اور سورت سے پہلے ہے (۲) تشہد وغیرہ سے

(۱) وقرأ كما كبر سبحانك اللهم إلخ مقتصرًا عليه فلا يضم وجهت وجهي إلّا في النافلة إلخ (الدر المختار) لحمل ما ورد في الأخبار عليها فيقرأه فيها إجماعًا إلخ وفي الخزائن وما ورد محمول على النافلة بعد الثناء في الأصح (الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۸/۲، كتاب الصلاة باب صفة الصلاة، مطلب في بيان المتواتر والشاذ) ظهير

(۲) ثم يقول: سبحانك اللهم..... إمامًا كان مقتديًا أو منفردًا..... ثم التّعوذ تبع للقراءة دون الثناء عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى..... ثم يأتي بالتسمية. (الفتاوى الهندية: ۱/۷۳-۷۴، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيةها)

ولا تسنّ بين الفاتحة والسورة مطلقًا ولو سرّية ولا تكره اتفاقًا (الدر المختار) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمي بين الفاتحة والسورة المقروءة سرًا أو جهراً كان حسنًا عند أبي حنيفة، ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي بشبهة الاختلاف في كونها آية من كلّ سورة. (الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن)

پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے، لیکن بعض روایات میں تشہد اور دعائے قنوت میں بسم اللہ وارد ہے (۱) اگر پڑھے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۹/۲)

نماز میں ہاتھ باندھنے کا ثبوت

سوال: (۲۶۹) نماز کے اندر ہاتھ باندھنا کہاں سے ثابت ہے؟ دلائل نقلیہ روانہ فرمائیے۔

(۱۳۳۵/۵۶ھ)

الجواب: عن وائل بن حجر رضي الله عنه أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلاة كبر، ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى الحديث رواه مسلم . وعن سهل بن سعد قال: كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلاة رواه البخاري (۲) ان دونوں حدیثوں سے نماز میں ہاتھ باندھنا معلوم ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۶/۲)

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا مسنون ہے

سوال: (۲۷۰) سینہ پر ہاتھ باندھنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۸۲۰ھ)

الجواب: عند الحنفیہ سنت ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۲)

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن: بسم الله وبالله التحيات لله والصلوات الحديث. (سنن النسائي: ۱۳۲/۱، كتاب الصلاة، باب نوع آخر من التشهد)

وعبد الرزاق عن ابن جريج قال: يقول آخرون في القنوت: بسم الله الرحمن الرحيم اللهم لك نصلي ولك نسجد وإياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفد الحديث. (المصنف للحافظ عبد الرزاق: ۱۱۹/۳، كتاب الصلاة، باب القنوت، رقم الحديث: ۴۸۹، المطبوعة: دار القلم، بيروت، لبنان)

(۲) مشكاة المصابيح، ص: ۷۵، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول.

(۳) وضع الرجل يمينه على يساره تحت سترته إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۶۵/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في بيان المتواتر والشاذ) ظفر

سوال: (۲۷۱) حنفیہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھتے ہیں؟ فوق السره یا تحت السره؟ مفتیؒ بہ اور معمول بہ روایت کیا ہے؟ اولویت کس میں ہے؟ (۱۳۳۵/۳۳۷ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک تحت السره والی حدیث ماخوذ بہ اور معمول بہ ہے، فوق السره والی حدیث معمول بہ نہیں ہے، اور خلاف اولویت میں نماز ہر طرح ہو جاتی ہے (۱) فقط (۱۷۹/۲)

ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا

سوال: (۲۷۲) نماز میں تحریمہ باندھنا ناف کے اوپر حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۴۶۰ھ)

الجواب: ناف کے اوپر اور نیچے ہاتھ باندھنا دونوں حدیث سے ثابت ہیں، حنفیہ نے حدیث زیر ناف کو معمول بہ بنایا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۲)

(۱) ووضع الرجل يمينه على يساره تحت سرته آخذاً رُسغها بخنصره وإبهامه وهو المختار.
(الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۱۶۵/۲، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب في بيان المتواتر والشاذ) ظفیر

نوٹ: مطبوعہ فتاویٰ میں درج ذیل عبارت جواب کے بعد متن میں ہے، مگر رجسٹر نقول فتاویٰ میں یہ عبارت نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے:

ويضعهما أي الرجل تحت السّرة إلخ، قال الشّیخ کمال الدّین بن الهمام: كون الوضع تحت السّرة أو الصّدر لم يثبت فيه حديث يوجب العمل فيحال على المعهود من وضعهما حال كون قصد التّعظيم في القيام و المعهود في الشّاهد منه تحت السّرة و ذكر عن علي من السنّة في الصّلاة وضع الكفّ على الكفّ تحت السّرة، رواه أبو داؤد وأحمد واللفظ له إلخ. (غنية المستملي، ص: ۲۶۲، فصل في صفة الصّلاة)

(۲) يضع يمينه على يساره بعد التّكبير إلخ و يضعهما أي الرجل تحت السّرة إلخ، و ذكر عن عليّ من السنّة في الصّلاة وضع الكفّ على الكفّ تحت السّرة رواه أبو داؤد و أحمد واللفظ له إلخ. (غنية المستملي، ص: ۲۶۲، فصل في صفة الصّلاة)

امام کا بعض تکبیرات کو نہایت بلند آواز سے

اور بعض کو نہایت پست آواز سے کہنا

سوال: (۲۷۳) نماز پڑھانے میں امام کا قراءت کرنا اور بعض تکبیرات کو اس طرح جہر سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے، اور بعض تکبیرات کو اس طرح آہستہ بولنا کہ دوسری تیسری صف والے بھی نہ سنیں مثلاً تکبیر رکوع آہستہ آواز سے اور تکبیر قومہ بہت زور سے اور تکبیر سجود آہستہ اور تکبیر جلسہ پکار کے، ایسا کرنا سنت ہے یا بدعت (ہے) (۱) یا کیا ہے؟ کیا اسی طرح سے کوئی تکبیر اونچی اور کوئی نیچی قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا اختراعی ہے؟ بینوا تو جروا (۱۳۳۵ھ/۲۰۱۷ء)

الجواب: امام کو قراءت اور تکبیرات کے جہر میں طریق اوسط کو اختیار کرنا چاہیے، اور قدر حاجت کے موافق جہر کرنا چاہیے، اور یہ فرق اور تفاوت ما بین التکبیرات کے کہ بعض کو جہر مفطر سے ادا کرنا اور بعض میں قدر حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے (۲) صرف سلام میں تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) ویجہر الإمام وجوباً بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء (الدر المختار) وفي الزاہدی عن أبي جعفر لو زاد على الحاجة فهو أفضل إلا إذا أجهد نفسه أو آذى غيره قهستاني . (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۲۱، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة)

وجہر الإمام بالتکبیر بقدر حاجتہ للإعلام بالدخول والانتقال و کذا بالتسمیع والسلام وأما المؤتم والمفرد فیسمع نفسه (الدر المختار) قوله: (بقدر حاجتہ للإعلام إلخ) وإن زاد کره، ط. قلت: هذا إذا لم يفحش إلخ والزائد على قدر الحاجة كما هو مكره للإمام يكره للمبلغ . (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۱۵۱-۱۵۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب في التبليغ خلف الإمام) ظفیر

پست آواز سے کہے۔ کما فی الدر المختار: وسنّ جعل الثانی أخفض من الأول إلخ (۱) پس ماسواء اس کے اور کسی جگہ جہر میں تفاوت درجات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۰-۱۷۹/۲)

جہری نمازوں میں اکیلا آدمی بھی جہر کر سکتا ہے

سوال: (۲۷۴) مغرب وعشاء و فجر میں اکیلا آدمی بھی نماز میں جہر کر سکتا ہے یا نہ؟ اور اکیلا آدمی ربنا لك الحمد بعد سمع الله کے آہستہ کہے یا پکار کے؟ (۱۰۳۱/۱۰۳۵ھ)

الجواب: اکیلا آدمی بھی ان نمازوں میں جہر کر سکتا ہے (۲) اور سمع الله کے بعد ربنا لك الحمد آہستہ پڑھے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۲)

سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے

سوال: (۲۷۵) نماز میں الحمد شریف کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر سورت ملانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۸۹/۱۰۳۸ھ)

الجواب: الحمد شریف کے بعد سورت سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۱/۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۱۳، کتاب الصلّٰۃ، باب صفة الصلّٰۃ، مطلب فی وقت إدراك فضيلة تكبيرة الافتتاح .

(۲) ويخير المنفرد في الجهر وهو فضل ويكتفى بأدناه إن أدى (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۲۲، کتاب الصلّٰۃ، باب صفة الصلّٰۃ، فصل في القراءة، مطلب في الكلام على الجهر والمخافتة) ظفیر

(۳) جهر الإمام بالتكبير إلخ وكذا بالتسميع إلخ وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۱۵۱، کتاب الصلّٰۃ، باب صفة الصلّٰۃ، مطلب في التبليغ خلف الإمام) ظفیر

(۴) لا تسنّ (أي التسمية) بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولوسريّة، ولا تکره اتفاقاً وما صحّحه الزّاهدي من وجوبها ضعفه في البحر (الدر المختار) وقال محمّد :

سوال: (۲۷۶) نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد اور سورت کے قبل (بسم اللہ) (۱) پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر پڑھی جاوے تو سر آیا جہراً؟ (۱۳۳۵/۳۰۹)

الجواب: عبارت در مختار میں یہ ہے: لا تسنّ بین الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرية، ولا تکره اتفاقاً إلخ (۲) اس کا حاصل یہ ہے ابتدائے سورت میں بسم اللہ پڑھنا نہ مسنون ہے اور نہ مکروہ ہے، اور محققین نے اس کو رائج فرمایا ہے کہ پڑھنا بہتر اور مستحب ہے، شامی میں ہے: و لهذا صرح في الذخيرة و المجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرّاً أو جهرّاً كان حسناً عند أبي حنيفة، و رجّحه المحقق ابن الهمام إلخ (۲) فقط (۱۷۸/۲)

سوال: (۲۷۷) امام پر ہر رکعت میں ضم بسم اللہ؛ الحمد اور سورت کے ساتھ واجب ہے یا نہ؟ اور امام اور منفرد کے لیے مستحب صورت عند الحنفیہ کیا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۷۲)

الجواب: وذكر في المحيط: المختار: قول محمد، وهو أن يسمي قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة (رد المحتار) وفي الدر المختار: وكما تعود سمي إلخ سرّاً في أول كل ركعة إلخ، لا تسنّ بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرية، ولا تکره اتفاقاً إلخ، قال في الشامي: ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة

== تسنّ إن خافت لا إن جهر إلخ وذكر في المصطفى أنّ الفتوى على قول أبي يوسف أنّه يسمي في أول كل ركعة ويخفيها وذكر في المحيط المختار قول محمد وهو أن يسمي قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة إلخ، قوله: (ولا تکره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرّاً أو جهرّاً كان حسناً عند أبي حنيفة و رجّحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي. (الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) ظفیر

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن.

المقروءة سرّاً أو جهرّاً كان حسناً عند أبي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام إلخ (۱) ان سب عبارات سے واضح ہوا کہ امام کو الحمد سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، اور بعض وجوب کے قائل ہیں، اور سورت سے پہلے اگرچہ مسنون نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے، بلکہ مستحب اور بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۲-۱۸۴)

سوال: (۲۷۸) خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول، ص: ۵۲ میں ہے: والكلام في التسمية على وجوه، منها: ومنها: أنه يأتي بها في أول الصلاة لا غير في رواية الحسن عن أبي حنيفة وفي رواية أبي يوسف عن أبي حنيفة تأتي بها في أول كل ركعة. وعن محمد يأتي بها في أول كل ركعة وعند افتتاح كل سورة إلا إذا كانت صلاة يجهر فيها بالقراءة لا يأتي الإمام بالتسمية بين الفاتحة والسورة عندنا (۲) اب ان اقوال میں سے کس قول پر فتویٰ دیا جاوے اور عمل کیا جاوے؟ (۱۳۳۱/۳۳۰ھ)

الجواب: اس کا فیصلہ صاحب درمختار نے اس طرح کیا ہے۔ و كما تعود سمي إلخ سرّاً في أول كل ركعة ولو جهرية، لا تسنّ بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرية ولا تكره اتفاقاً. قوله: (ولا تكره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمي بين الفاتحة والسورة المقروءة سرّاً أو جهرّاً كان حسناً عند أبي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام إلخ (۳) (شامي) پس معلوم ہوا کہ مابین فاتحہ اور سورت کے بھی بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے، اگرچہ سنت موکدہ نہیں ہے، جیسا کہ اول ہر رکعت میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۴/۲-۱۹۵)

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، مطلب:

قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن.

(۲) خلاصۃ الفتاویٰ مع مجموعۃ الفتاویٰ، ۵۲/۱-۵۳، کتاب الصلّٰة، سنن الصلّٰة،

المطبوعة: نول كشور لكهنؤ.

(۳) الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، مطلب:

قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن.

سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے گی

سوال: (۲۷۹) نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد اور سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اگر پڑھی جاوے تو سر آیا جہراً؟ صاحب ہدایہ تسمیہ کو ابتدائے سورت میں منع کرتے ہیں، اور صاحب درمختار مستحب کہتے ہیں، ان دونوں میں سے کون صحیح اور قابل عمل ہے؟ اور دوسرے کا کیا جواب؟ اور نیز فاتحہ کے ابتداء میں تسمیہ کا حکم اس کے موافق ہے یا مخالف؟ مخالف ہے تو کیوں؟

(۱۳۳۵/۹۲۹ھ)

الجواب: عبارت درمختاریہ ہے: لا تسنّ بین الفاتحة والسورة مطلقاً ولو سرّیة، ولا تکره اتّفاقاً إلخ (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے سورت میں بسم اللہ پڑھنا نہ مسنون ہے اور نہ مکروہ ہے، اور محققین نے یہ رائج فرمایا ہے کہ پڑھنا بہتر اور مستحب ہے، شامی میں ہے: ولہذا صرح فی الذخیرة والمجتبیٰ بأنہ إن سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سرّاً أو جہراً کان حسناً عند أبي حنیفة و رجّحه المحقق ابن الہمام إلخ (۱) (بسم اللہ آہستہ پڑھی جائے گی۔ وأما الموضع الرابع فإنہا تخفی عندنا إلخ عن أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسرّ بسم الله الرحمن الرحيم. (غنية المستملی، ص: ۲۶۸-۲۶۹، فصل فی صفة الصلّاة - ظفیر) (۱۸۲/۲)

سورۃ فاتحہ کے بعد کچھ دیر خاموش رہنا

سوال: (۲۸۰) امام نے نماز کی نیت باندھی، اور بعد فاتحہ کے کچھ خاموشی کے بعد قراءت شروع کی، نماز میں کیا نقص ہوا؟ (۱۳۳۵/۱۲۲۶ھ)

الجواب: اگر بہ قدر آئین کہنے کے اور بسم اللہ سرّاً کہنے کے سکوت کیا، اور قراءت میں تاخیر کی،

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۱۶۹/۲-۱۷۰، کتاب الصلّاة، باب صفة الصلّاة، مطلب:

قراءة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن.

تو نماز میں کچھ نقص نہیں ہوا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۳/۲)

رکوع اور سجدے میں کتنی مرتبہ تسبیح پڑھنی چاہیے؟

سوال: (۲۸۱) نماز میں تسبیحات رکوع و سجود دس مرتبہ اور تین مرتبہ سے زیادہ کہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا مستحسن؟ قومہ میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کے بعد مستحسن ہے یا نہیں؟ جلسہ میں رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي کہنا مستحسن ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۱/۱۸۳۷ھ)

الجواب: تین مرتبہ تسبیح رکوع و سجود سے سنت تسبیح ادا ہو جاتی ہے، اور فرائض میں تخفیف کا حکم ہے، اس لیے بہ رعایت مقتدیان زیادہ تطویل نہ کرنی چاہیے، جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ کو تطویل قراءت کرنے سے أَفْتَانُ أَنْتَ؟ (۲) فرمایا، حالانکہ قراءت افضل اجزائے صلاۃ ہے، لیکن تین سے زیادہ ہونے کو حنفیہ مکروہ نہیں فرماتے (۳) اور سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کے بعد رَبَّنَا

(۱) وَأَمَّنِ الْإِمَامُ سِرًّا كَمَا مَوْمٌ وَمَنْفَرْدٌ (الدَّرَّ الْمُخْتَار) إِنْ سَمَّى بَيْنَ الْفَاتِحَةِ وَالسُّورَةِ الْمَقْرُوءَةِ سِرًّا أَوْ جَهْرًا كَانَ حَسَنًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. (الدَّرَّ الْمُخْتَار وَرَدَّ الْمُخْتَار: ۱۷۰-۱۷۲ کتاب الصَّلَاة، باب صفة الصَّلَاة، مطلب: قراءۃ البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) ظفیر (۲) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي فِيَوْمَ قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا مَعَاذُ أَفْتَانُ أَنْتَ؟ الْحَدِيثُ (مَشْكَاةُ الْمَصَابِيح، ص: ۷۹، کتاب الصَّلَاة، باب القراءۃ في الصَّلَاة، الفصل الأول)

(۳) وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ فَلَوْ تَرَكَ التَّسْبِيحَ أَصْلًا أَوْ أَتَى بِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً يَجُوزُ وَيَكْرَهُ وَيَقُولُ فِي سَجُودِهِ: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ كَذَا فِي الْمَحِيطِ. وَيَسْتَحَبُّ أَنْ يَزِيدَ عَلَى الثَّلَاثِ فِي الرُّكُوعِ وَالسَّجُودِ بَعْدَ أَنْ يَخْتِمَ بِالْوَتْرِ كَذَا فِي الْهَدَايَةِ. فَالْأَدْنَى فِيهِمَا ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، وَالْأَوْسَطُ خَمْسُ مَرَّاتٍ، وَالْأَكْمَلُ سَبْعُ مَرَّاتٍ كَذَا فِي الزَّادِ، وَإِنْ كَانَ إِمَامًا لَا يَزِيدُ عَلَى وَجْهِ يَمَلُّ الْقَوْمَ كَذَا فِي الْهَدَايَةِ. (الفتاوى الهندية: ۷۴/۱-۷۵، کتاب الصَّلَاة، الباب الرابع في صفة الصَّلَاة، الفصل الثالث في سنن الصَّلَاة وآدابها وقيمتها) ظفیر

لك الحمد کہنا بھی مستحب ہے (۱) اسی طرح جلسہ میں رب اغفر لی الخ کہنا جائز و مستحسن ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ ادعیہ و اذکار نوافل میں پڑھے، اور فرائض میں تخفیف رکھے (۲) جیسا کہ امر فلیخفف الحدیث (۳) اس کو مقتضی ہے۔ وإذا أراد الله بعبد خيراً فليخففه في الدين (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۶/۲-۱۵۸)

(۱) فإن كان إماماً يقول: "سمع الله لمن حمده" بالإجماع، وإن كان مقتدياً يأتي بالتحميد ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفرداً الأصح أنه يأتي بهما كذا في المحيط. وعليه الاعتماد كذا في التارخانية. وهو الأصح هكذا في الهداية، ثم في الرواية التي تجمع يأتي بالتسميع حال الارتفاع، وإذا استوى قائماً قال: "ربنا لك الحمد" كذا في الزاهدي، وهو الصحيح كذا في الفقيه. (الفتاوى الهندية: ۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وقيمتها) ظفیر

(۲) والسنة فيه أن يرفع رأسه حتى يستوي جالساً، وليس في هذا الجلوس ذكر مسنون عندنا هكذا في الجوهرية النيرة. (الفتاوى الهندية: ۷/۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وقيمتها) ظفیر

قال أبو يوسف: سألت الإمام أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود اللهم اغفر لي؟ قال: يقول: "ربنا لك الحمد" وسكت الخ، أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه إذ لو كان مكروهاً لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لا ينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة، بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدين خروجاً من خلاف الإمام أحمد لا بطلان الصلاة بتركه عامداً، ولم أر من صرح بذلك عندنا لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله أعلم. (رد المحتار: ۲/۱۸۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي) ظفیر

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صلى أحدكم للناس فليخفف، فإن فيهم السقيم والضعيف والكبير، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ما شاء، متفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۰۱، كتاب الصلاة، باب ما على الإمام، الفصل الأول) ظفیر

(۴) عن معاوية رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من يرد الله به خيراً الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۳۲، كتاب العلم، الفصل الأول)

رکوع اور سجدے کی تسبیح میں وبحمدہ کا اضافہ درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۲) زید (اپنی نماز) (۱) فرض و فلوں میں رکوع کے اندر سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ پڑھتا ہے، خالد کہتا ہے: وبحمدہ پڑھنا کسی کتاب حنفی میں نہیں ہے، اور نہ فقہاء نے لکھا ہے، اور نہ حدیث سے ثابت ہے، آیا خالد حق پر ہے یا زید؟ (۱۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: احادیث میں تسبیح رکوع و سجود میں ایسا ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ خالد کہتا ہے، اور فقہائے حنفیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۲) باقی اگر وبحمدہ کی زیادتی کر دی جائے؛ کچھ مضائقہ نہیں ہے، یہ کچھ اختلاف کرنے کی بات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۶۷-۱۶۸)

رکوع کی تسبیح میں عظیم کے بجائے کریم کہنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۳) جو شخص سبحان ربی العظیم کے الفاظ کو ادا نہ کر سکے، بلکہ رکوع میں بجائے سبحان ربی العظیم کے سبحان ربی العجیم پڑھے، اس کو بجائے عظیم کے سبحان ربی الکریم کی تعلیم دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۸۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں بجائے سبحان ربی العظیم کے سبحان ربی الکریم کی تعلیم درست ہے، تاوقتیکہ وہ عظیم کا (تلفظ) (۳) درست کرے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۰-۱۷۱)

- (۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (اپنی نماز) کی جگہ ”اپنے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲
- (۲) ویضع یدیه معتمدًا بهما علی رکبتيه الخ، ویسبح فيه و أقله ثلاثًا (الدر المختار) السنّة فی تسبیح الرّکوع ”سبحان ربی العظیم“۔ (الدر المختار و ردّ المحتار: ۱۷۳-۱۷۵، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، قبیل مطلب فی إطالة الرّکوع للجائی) ظفیر
- (۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (تلفظ) کی جگہ ”لفظ“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲
- (۴) السنّة فی تسبیح الرّکوع ”سبحان ربی العظیم“ إلا إن کان لا یحسن الظّاء فیبدّل به الکریم لئلا یجری علی لسانه ”العزیم“ ففسد به الصّلاة؛ کذا فی شرح درر البحار فلیحفظ۔ (الدر المختار و ردّ المحتار: ۱۷۵/۲، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، قبیل مطلب فی إطالة الرّکوع للجائی) ظفیر

قیام میں دونوں قدم کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟

سوال: (۲۸۴) نماز میں قیام کی حالت میں درمیان دونوں پیروں کے چار انگشت فرق رکھنا کیسا ہے؟ اگر کم و بیش ہو جائے تو نماز میں کچھ خلل تو نہ ہوگا؟ (۱۳۱۰/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقہانے لکھا ہے کہ چار انگشت کا فاصلہ پیروں میں بہ حالت قیام رکھنا بہتر ہے، اگر کچھ کم و بیش ہو گیا تو نماز صحیح ہے، کچھ کراہت نہیں ہے، (شامی: جلد اول) وینبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد الخ لأنه أقرب إلى الخشوع (۱) (شامی) فقط (۱۵۳/۲)

رکوع میں مرد دونوں ٹخنے ملائے یا جدا رکھے؟

سوال: (۲۸۵) رکوع میں دونوں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس پر عامل ہو تو اس کو منع کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۲۸۷۸/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: أقول وبالله التوفيق: شامی میں ہے: ويكره القيام على أحد القدمين في الصلاة بلا عذر، وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد، لأنه أقرب إلى الخشوع، هكذا روى عن أبي نصر الدبوسي أنه كان يفعل، كذا في الكبرى، وما روى أنهم "ألصقوا الكعاب بالكعاب" أريد به الجماعة أي قام كل واحد بجانب الآخر، كذا في فتاوى سمرقند الخ (۱) (شامی: ۱/۲۹۹) اس روایت سے یہ امر معلوم ہوا کہ حالت قیام میں ہر دو قدم کے درمیان میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے اور یہ کہ الصاق کعاب بالکعاب کے معنی محاذاتہ کے ہیں جو کہ احادیث: سووا صفوفکم وتراصوا وسدوا الخلل وغیرہا (۲) سے مستفاد ہے،

(۱) رد المحتار: ۱۱۶/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، بحث القيام.

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا صفوفكم الحديث، و عنه رضي الله عنه فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا الحديث.

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: توسطوا الإمام وسدوا الخلل، رواه أبو داود. (مشكاة المصابيح، ص: ۹۷-۹۹، کتاب الصلوة، باب تسوية الصف)

پس جب کہ حالت قیام میں چار انگشت کا فاصلہ قد میں رکھنا چاہیے تو رکوع میں بھی اسی حالت پر رہنا چاہیے، بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ اصل سنت الصاق، محاذاتہ و تسویہ صف سے حاصل ہو جاتی ہے، اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں الصاق کعبین حقیقہ متعذر ہے، یا بہت تکلف اور (حرکات) (۱) سے ہوتا ہے، ایڑیوں کو ملایا جاسکتا ہے، مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایڑیوں کے ملانے سے کعبین نہیں ملتے، البتہ محاذاتہ کعبین پوری طرح اس میں حاصل ہو جاتی ہے اور یہی مقصود شارع ﷺ معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اور اس کی زیادہ تحقیق اور تفصیل معہ نقل عبارات مولانا میرک شاہ صاحب، مدرس مدرسہ ہذا نے دوسرے پرچہ پر لکھی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب: أقول وبالله التوفيق: یہ مسئلہ الصاق کعبین کا اگرچہ متاخرین حنفیہ کی کتب میں (مذکور) (۲) ہے، لیکن ائمہ مذہب اور متقدمین حنفیہ کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی، چنانچہ متقدمین کی کتب معتبرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے زاہدی نے مجتبیٰ میں ذکر کیا ہے، پھر اس سے قہستانی نے جامع الرموز اور شرح کیدانی میں اور حلبی نے شرح منیہ میں اور ابن نجیم نے بحر اور ترمذی — تلمیذ صاحب بحر — نے نہج القضاء میں نقل کیا ہے اور چونکہ کسی قسم کی تردید بھی نقل کرتے ہوئے نہ کی اس وجہ سے اس کو معمول بہ سمجھا گیا؛ چنانچہ صاحب بحر و صاحب درمختار نے صیغہ جزم سے اسے نقل کیا، ادھر سے بعض فقہاء کے کلام سے اور توارث و تعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ تفریح ہی سنت ہونا چاہیے؛ چنانچہ سعایہ میں مذکور ہے: ورأيت كلامًا للشيخ محمد حيا ت السندي يقتضي إثبات سنة التفريج و نفي سنة الإلصاق اهـ (۳) ان حالات کو دیکھ کر فقہائے متاخرین کی عبارت یا مؤول ہوگی یا مرجوح، طوابع الأنوار شرح الدر المختار میں شیخ محمد عابد نے اس کی تاویل کرتے ہوئے الصاق کعبین سے

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (حرکات) کی جگہ ”دقت“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) السّعیة فی کشف ما فی شرح الوقایة: ۲/۱۸۰-۱۸۱، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة

محاذاة کعبین مراد لی ہے، اور اس میں علامہ رحمۃ کے قول سے استیناس بھی کر لیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قوله: وإلصاق كعبيه أي حالة الركوع، قال الشيخ الرّحمّتي: مع بقاء تفرّيج مابين القدمين، قلت: لعلّه أراد من الإلصاق المحاذات، وذلك بأن يحاذي كلّ من كعبيه الآخر فلا يتقدم أحدهما على الآخر (۱) یہ تو متاخرین کے اس قول کی تاویل کی صورت ہے جو طوابع الأنوار شرح الدرّ المختار میں مذکور ہے، اور جن فقہاء نے اس کی تاویل کا ارادہ نہیں کیا ہے وہ اس کو قول مرجوح اور زاہدی کے اوہام میں درج کرتے ہیں، کما فی السّعیة نقلاً عن تعلیق الشّیخ أبی الحسن السّندی علی الدرّ المختار: هذه السّنة إنّما ذکرها من ذکرها من المتأخّرين تبعاً للمجتبی، وليس لها ذکر فی الكتب المتقدّمة ولم یرد فی السّنة علی ما وقفنا علیہ وکان بعض مشائخنا یرى أنّه من أوہام صاحب المجتبی وکأنّهم توهموا ممّا ورد أنّ الصّحابة کانوا یهتمّون بسدّ الخلل فی الصّفوف حتّی یضمّون الکعب والمناكب ولا یخفی أنّ المراد ههنا إصاق كلّ کعب کعب صاحبه، لا کعبه مع الکعب الآخر اهـ (۱) خلاصہ یہ کہ دونوں ٹخنوں کو رکوع میں بالکل ملا دینا جیسے کہ مجتبیٰ اور اس کے اتباع کی کتب میں واقع ہوا ہے، اپنے ظاہر مفہوم پر محمول نہیں، اور اگر ظاہر مفہوم پر ہی محمول ہو تو صاحب مجتبیٰ کے اوہام میں سے ہوگا، لیکن سعایہ میں شق اول کو اختیار کیا ہے اور رکوع میں الزاق کعب بکعب کی سنیت کی نفی کو دلائل عدیدہ سے ثابت کیا ہے فلیراجع، کتبہ میرک شاہ۔ (۲۰۲/۲-۲۰۴)

سوال: (۲۸۶): إصاق الکعبین یعنی ایک پیر کا ٹخنہ دوسرے پیر کے ٹخنہ سے ملانا مراد ہے یا

محاذات میں رکھنا؟ غرض إصاق الکعبین کا کیا مطلب اور کیا مراد ہے؟ (۱۳۴۱/۲۵۲۵ھ)

الجواب: شامی باب صفة الصلاة میں یہ عبارت بھی موجود ہے جس سے مطلب إصاق کعبین

کا حل (۲) ہو جاتا ہے: وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد، لأنّه أقرب إلى

الخشوع، هكذا روى عن أبي نصر الدبوسي أنّه كان يفعله، كذا في الكبرى، وما روى

(۱) حوالہ سابقہ۔

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (حل) کی جگہ ”حاصل“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

أَنَّهُمْ ”الْصُقُوعُ بِالْكَعْبِ“ أُرِيدَ بِهِ الْجَمَاعَةُ أَيْ قَامَ كُلُّ وَاحِدٍ بِجَانِبِ الْآخَرِ كَذَا فِي فَتَاوَى سَمَرْقَنْدِ الْخ (۱) پس ہو سکتا ہے کہ مراد الصاق کعبین سے محاذات میں رکھنا ایک کعب کا دوسرے کعب سے ہو جیسا کہ الصاق کعب بالکعب مقتدیوں کے بارے میں آثار صحابہ میں وارد ہے۔ فقط (۳/۳۵۷-۳۵۸)

سوال: (۲۸۷) الصاق کعبین رکوع کی حالت میں مسنون ہے یا نہیں؟ اور درمختار باب السنن میں جو روایت اور بحث اس کے متعلق ہے وہ روایت قابل عمل ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۲/۱۷۲۲) الجواب: اس پر عمل کرنا درست ہے کیونکہ علامہ شامی کو کلام صرف اس میں ہے کہ یہ سنت ہے یا نہیں؟ باقی جواز بلکہ استحباب میں کچھ شبہ معلوم نہیں ہوتا، اور چونکہ سنت ہونا اس کا ثابت نہیں ہے، اس لیے اگر کوئی الصاق کعبین نہ کرے تو اس پر کچھ ملامت نہیں ہے۔ فقط (۲/۲۰۰-۲۰۱)

سوال: (۲۸۸) الصاق کعبین در رکوع و سجود سنت است یا چہ آیا الصاق قد میں خود مراد است یا الصاق کعب بہ کعب غیر مراد است؟ (۱۳۳۵/۲۷۲)

الجواب: فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ: وَيَسْنُ أَنْ يُلْصَقَ كَعْبِيهِ، قَالَ فِي الشَّامِيِّ: قَالَ السَّيِّدُ أَبُو السَّعُودِ: وَكَذَا فِي السَّجُودِ أَيْضًا الْخ (۲) پس ظاہر اس ست کہ کعبین (خود) (۳) رابا ہم ملصق کند، ممکن است کہ مراد محاذات کعبین باشد و از ارجاع ضمیر در کعبیہ بسوئے مصلی احتمال ثالث ساقط شد یعنی ضم کعب خود بہ کعب غیر مراد نخواہد شد۔ (۳/۳۳۶-۳۳۷)

ترجمہ: سوال: (۲۸۸) الصاق کعبین رکوع اور سجدہ میں سنت ہے یا کیا؟ آیا اپنے دونوں پیروں کو ملانا مراد ہے یا ایک (مقتدی) کے ٹخنے کو دوسرے (مقتدی) کے ٹخنے سے ملانا مراد ہے؟ الجواب: درمختار میں ہے: اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کا ملانا، شامی میں ہے:

(۱) رد المحتار: ۱۱۶/۲، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، بحث القيام.

(۲) الدَّرِّ الْمَخْتَارِ وَرد المحتار: ۱۷۴/۲، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، قبل مطلب في إطالة الرّكوع للجائي.

(۳) 'خود' کا اضافہ مفتی ظفر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

سید ابوالسعود نے فرمایا: اور اسی طرح سجدے میں بھی الخ۔ پس ظاہر یہ ہے کہ اپنے دونوں ٹخنوں کو آپس میں ملاوے، اور ممکن ہے کہ مراد (الصاق کعبین سے) محاذات میں رکھنا ہو، اور کعبہ میں ضمیر کو نمازی کی طرف لوٹانے سے تیسرا احتمال ساقط ہو گیا، یعنی خود کے ٹخنوں کو دوسرے کے ٹخنوں کے ساتھ ملانا مراد نہیں ہو سکتا۔

رکوع، سجدہ اور قیام میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

اور فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۹) فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر کسی دعا کا پڑھنا ثابت ہے؟ رکوع سجدہ اور

قیام میں دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ رہنا چاہیے؟ (۱) (۱۴۰۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فرائض کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، اللّٰهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ حَصْنِ حَصِينٍ مِّنْ حَدِيثِ اسْبَارِءٍ مِّنْ مَنْقُولٍ هُوَ (۲) اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے (۳): وَيَسْنَ أَنْ يَلْصُقَ كَعْبِيهِ (الدَّرَّ الْمُخْتَار) قَالَ السَّيِّدُ أَبُو السَّعُودِ: وَكَذَا فِي السَّجْدَةِ أَيْضًا (۴) (شامی) باقی

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى وَفَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ مَسَحَ يَمِينَهُ عَلَى رَأْسِهِ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللّٰهُمَّ أَذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحُزْنَ رَ، طَسَ، يَ.
(الحصن الحصين، ص: ۱۰۷، المنزل الثالث، بيان أدعية دبر الصلاة، المطبوعة: المطبع اليوسفي، فرنگی محلی) ظفیر

(۳) بہشتی زیور کے حاشیہ میں ہے: گودر مختار میں یہ حکم مطلق ہے، مگر قواعد سے یہ حکم عورتوں کے لیے مخصوص معلوم ہوتا ہے لکونہ استرلہن و ورود أمر الضمّ ومثله لهنّ، باقی مردوں کے لیے یہ حکم نہیں، وہ ٹخنے جدا رکھیں۔ کما يظهر من كلام الطحاوي في معاني الآثار، صفحہ: ۱۳۶، سطر: ۱، ج: ۱۔ (بہشتی زیور: ۱۷/۲) فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان) محمد امین پالن پوری

(۴) الدَّرَّ الْمُخْتَار وَرَدَ الْمُحْتَار: ۱۷۴/۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبل مطلب في إطالة الركوع للجاني.

حالت قیام میں شامی میں (یہ) لکھا ہے کہ قد میں چار انگشت کا فاصلہ ہونا چاہیے، وینبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۱)

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کس طرح کیا جائے؟

سوال: (۲۹۰) اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع کرنے کی کیا حد ہے؟ (۱۳۳۰/۹۹۲ھ)

الجواب: قال في الشامي: ولو كان يصلي قاعداً ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع اهـ قلت: ولعله محمول على تمام الركوع وإلا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس أي مع انحناء الظهر (الخ) (۲) اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کمال رکوع یہ ہے کہ پیشانی رکتین کے مقابل ہو جاوے۔ فقط (۲/۱۷۴)

سوال: (۲۹۱) بیٹھ کر نماز پڑھنے سے رکوع کی حالت میں سرین کو ایڑی سے اوپر اٹھانا چاہیے یا نہیں؟ یا سر کو خوب جھکا دینا کافی ہے؟ (۱۳۳۲/۸۴۶ھ)

الجواب: سر کو خوب جھکا دینا کافی ہے، اور کمال رکوع کا ایسی حالت میں یعنی بیٹھے ہوئے نماز پڑھنے میں یہ ہے کہ رکوع میں پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے، لیکن اگر تھوڑا سا بھی سر کو جھکا دیوے گا کمر کی انحناء کے ساتھ تو یہ بھی کافی ہے، شامی میں بر جندی سے منقول ہے: ولو كان يصلي قاعداً ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع اهـ . قلت: ولعله محمول على تمام الركوع وإلا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس أي مع انحناء الظهر (۳) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۹۸)

سوال: (۲۹۲) اگر نشہ نمازی خواند بحالت رکوع برداشتن سرین ضرور راست یا نہ؟

(۱۳۳۴-۳۳/۱۲۱۹ھ)

(۱) رد المحتار: ۱۱۶/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، بحث القيام.

(۲) رد المحتار: ۱۱۹/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، بحث الركوع والسجود.

نوٹ: مطبوعہ فتاویٰ میں (الخ) کی جگہ ”لہذا“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲۔

(۳) رد المحتار: ۱۱۹/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، بحث الركوع والسجود.

الجواب: ضروری نیست۔ قال في رد المحتار: ولو كان يصلي قاعدًا ينبغي أن يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع أه، قلت: ولعله محمول على تمام الركوع وإلا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس أي مع انحناء الظهر إلخ (۱) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۵۱-۱۵۲)

ترجمہ سوال: (۲۹۲) اگر بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع کی حالت میں سرین کا رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: ضروری نہیں ہے۔ قال في رد المحتار: ولو كان يصلي قاعدًا إلخ .

بیٹھ کر نماز پڑھنا کب درست ہے؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۲۹۳)..... (الف) بیٹھ کر نماز پڑھنے کی کیا شرطیں ہیں؟ ہمارے مدرسہ کے مدرس مولوی (علی حیدر) (۲) کہتے ہیں کہ جو لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور چوڑا اٹھا کر سجدہ کرتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، بلکہ عورتوں کی طرح سجدہ کرنا چاہیے۔

(ب) بیٹھ کر نماز پڑھنے کی کیا شرطیں ہیں؟ (۲۶۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) یہ قول ان کا غلط ہے، مردوں کو عورتوں کی طرح نماز نہ پڑھنی چاہیے، مردوں کو سجدہ میں پچھلا حصہ اٹھانا چاہیے۔

(ب) نوافل میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بلا عذر بھی اجازت ہے، اور فرائض و واجبات میں بلا عذر اجازت نہیں ہے، اور سنن مؤکدہ کو بھی بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۵۹-۱۶۰)

(۱) الشّامي: ۱۱۹/۲، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، بحث الرّكوع والسّجود .

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) (وینفّل مع قدرته علی القيام قاعدًا لا مضطجعًا إلا بعذر) (الدّر المختار) قوله: (وینفّل إلخ) أي في غير سنة الفجر في الأصح كما قدّمه المصنّف بخلاف سنة التراويح لأنها دونها في التأكّد فتصحّ قاعدًا وإن خالف المتوارث إلخ . (الدّر المختار و رد المحتار: ۲/۴۲۱، کتاب الصّلاة، باب الوتر والنّوافل) ظفیر

سوال: (۲۹۴) من صلی قاعدًا لا یرفع الإلّیتین فی الرّکوع والسّجود فإنّ رفع الإلّیتین فیہما تفسد صلاتہ إلخ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۶۱۲)ھ

الجواب: یہ روایت خلاف قواعد ہے، اور بے اصل ہے، اور کسی کتاب معتبر میں نہیں ہے۔ بلکہ کتب فقہ میں جو عام حکم سجدہ کے بارے میں ہے: ویظہر عضدیہ ویساعد بطنہ عن فخذیہ (۱) (درمختار) یہ حکم سجدہ مصلی قائم اور قاعد دونوں کو شامل ہے، اور رفع الیتین اس میں لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۱/۲)

رکوع میں تطبیق کرنے کی روایت

سوال: (۲۹۵) مولوی ثناء اللہ اپنی کتاب اہل حدیث کا مذہب کے ص: ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رکوع کے وقت چوں کہ تطبیق کرتے تھے، دونوں ہاتھوں کو زانو پر نہ رکھتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہی مذہب ثابت ہے۔ لہذا یہ (سند) (۲) صحیح ہے یا لغو؟ (۱۳۳۹/۲۲۸)ھ

الجواب: یہ قصہ تطبیق فی الرکوع کا صحیح ہے، اس کی تاویل علماء نے یہ فرمائی ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا نسخ ان کو معلوم نہ ہوا ہو یا ان کا مذہب تخیر کا ہو والتفصیل فی الکتب (۳) فقط (۱۶۹/۲-۱۷۰)

(۱) تنویر الأبصار مع رد المحتار: ۱۸۵-۱۸۶، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب فی إطالة إلخ

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (سند) کی جگہ ”سنت“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: قال لنا عمر بن الخطاب رضي الله عنه إن الرُّكْبَ سُنَّتْ لَكُمْ فَخُذُوا بِالرُّكْبِ إلخ، والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم لا اختلاف بينهم في ذلك إلا ما روى عن ابن مسعود وبعض أصحابه أنهم كانوا يُطَبِّقُونَ، والتَّطْبِيقُ منسوخ عند أهل العلم. قال سعد بن أبي وقاص: كنّا نفعل ذلك فنُهينا عنه، وأمرنا أن نضع الأَكْفَ على الرُّكْبِ. (جامع الترمذي: ۵۹/۱، أبواب الصّلاة، باب ما جاء في وضع اليدين على الرّكبتين في الرّكوع) ظفیر

ترجمہ و تشریح: ابو عبد الرحمن سلمی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: ”بیشک تمہارے لیے گھٹنے پکڑنا مسنون کیا گیا ہے، لہذا رکوع میں گھٹنوں کو پکڑو“۔

سبحان ربی العظیم کو پُر نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۶) عامی لوگ نماز میں تسبیح رکوع سبحان ربی العظیم کو پُر نہیں پڑھتے، نماز ہوتی ہے یا نہ؟ (۱۶۱۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۵/۲)

ربنا لك الحمد کے ساتھ اللہم کہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹۷) امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے یا (۱) اللہم بھی زیادہ کرے؟ اور احسن کیا ہے؟ (۱۵۱۳/۱۳۳۰ھ)

الجواب: امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے، اور اگر اللہم بھی بڑھا دیوے تو بہتر ہے، حدیث شریف میں دونوں وارد ہیں (۲) اور بعض احادیث میں واو کی زیادتی بھی وارد ہے، یعنی اللہم ربنا ولك الحمد، پس جو لفظ کہہ لیوے کافی ہے اور سنت ادا ہو جاتی ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۲/۲-۱۶۳)

== تمام ائمہ کے نزدیک رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں پر اس طرح رکھی جائیں کہ گویا اُن کو پکڑ رکھا ہے، اور تطبیق منسوخ ہے، اور وہ دونوں ہاتھوں کو ملا کر گھٹنوں کے بیچ میں داخل کرنے کا نام ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تلاذہ کو نماز پڑھائی اور تطبیق کی، کسی نے یہ بات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے، مگر بعد میں اس سے روک دیئے گئے، اور ہم حکم دیئے گئے کہ ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔ محمد امین پالن پوری

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (یا) کی جگہ ”اور اگر“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا قال الإمام: سمع الله لمن حمده فقولوا: اللهم ربنا لك الحمد؛ فإنه من وافق قوله قول الملائكة، غفر له ما تقدم من ذنبه متفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص: ۸۲، كتاب الصلاة، باب الركوع، الفصل الأول)

(۳) ويكتفي بالتحميد المؤتم وأفضله اللهم ربنا ولك الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللهم فقط. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۸/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي) ظفر

رکوع کر کے سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور سجدے میں چلا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۹۸) بعض لوگ رکوع کر کے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے سجدہ میں چلے جاتے ہیں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۱۵۷)

الجواب: اگر رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے نہ ہوں تو اس میں ترک واجب ہوتا ہے، اور وہ نماز قابل اعادہ ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۵/۲)

دوسجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا واجب ہے

سوال: (۲۹۹) بہت لوگ سجدہ سے چار انگل اٹھ کر دوسرا سجدہ کرتے ہیں، ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۱۵۷)

الجواب: بہ قول بعض محققین اس میں ترک واجب (واجب کو ترک کرنا) ہے، اور ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۵۵/۲)

قومہ میں ہاتھ باندھنا ثابت نہیں

سوال: (۳۰۰) رسالہ اتمام الخشوع بھیجتا ہوں، ملاحظہ فرما کر تصدیق و تنقید سے مطلع فرمایا جاوے۔ (۱۳۳۵/۱۴۳)

(۱) ولہا واجبات إلخ، وهي قراءة فاتحة الكتاب إلخ وتعديل الأركان أي تسكين الجوارح قدر تسيحة في الركوع والسجود، وكذا في الرفع منهما على ما اختاره الكمال (الدر المختار) قوله: (وكذا في الرفع منهما) أي يجب التعديل أيضًا في القومة من الركوع والجلسة بين السجدين، وتضمن كلامه وجوب نفس القومة والجلسة أيضًا إلخ حتى لو تركها أو شيئاً منها ساهياً يلزمه السهو، ولو عمدًا يكره أشد الكراهة، ويلزمه أن يعيد الصلاة إلخ. (الدر المختار و رد المحتار: ۱۲۹/۲-۱۳۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: واجبات الصلاة) ظفیر

الجواب: بندہ نے رسالہ اتمام الخشوع کو دیکھا، کوئی حدیث صریح اس بارے میں نقل نہیں کی گئی، جس سے بعد الركوع صراحةً ہاتھ باندھنا معلوم ہو، بلکہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ جو صفحہ: ۷ کتاب مذکور میں منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى الشَّامَلِ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَرْكُعَ سَعَةً مَعْلُومًا هُوَ أَنَّهُ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى الشَّامَلِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ تَحْتَ هَاتِهِ، بِهَرِّ حَالٍ حَنْفِيَةٍ كَثُرَ هَمُّ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ جَمْهُورِ سَلَفٍ وَخَلْفٍ كَأَيِّ مَذْهَبٍ هِيَ كَبَدُ الرَّكْعَةِ هَاتِهِ جَهْوَ رُءُوسِهِ، پھر تعجب ہے کہ آپ بندہ کی رائے دریافت کرتے ہیں، بندہ کی رائے خلاف (۱) اپنے ائمہ اور جمہور کے کیسے ہو سکتی ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۶-۱۷۷)

رفع یدین کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۰۱) رفع یدین کرنا کیسا ہے؟ (۲۴۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: رفع یدین سوائے تکبیر اولیٰ کے حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے، اس واسطے کہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نہیں کرتے تھے۔ عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كَبَّرَ لِفَتْحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتِي أَذْنِيهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ (۲) وعن الأسود، قال: رأيت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود قال أبو جعفر: فهذا عمر رضي الله عنه لم يكن يرفع يديه أيضًا إلا في التكبيرة الأولى في هذا الحديث، وهو حديث صحيح، وفعل عمر هذا وترك أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إياه على ذلك دليل صحيح أن ذلك هو الحق الذي لا ينبغي لأحد خلافه (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۷-۱۷۸، اور ۲/۱۵۸) (۴)

(۱) اس عبارت کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) شرح معانی الآثار: ص: ۱۶۲، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع والتکبیر للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك رفع أم لا؟

(۳) شرح معانی الآثار: ص: ۱۶۳، کتاب الصلوة، باب التکبیر للركوع والتکبیر للسجود إلخ .

(۴) یہ سوال و جواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۲/۱۵۸، سوال نمبر: ۲۶۳ کے بعینہ مکرر ہونے کی وجہ سے سوال: ۲۶۳ کو حذف کر دیا ہے۔

رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سوال: (۳۰۲) رفع یدین سوائے سات جگہ کے جو منسوخ ہے کیا دلیل ہے؟

(۱۳۳۵/۲۴۶ھ)

الجواب: رفع یدین سوائے سات جگہ کے منسوخ ہے۔ والدلیل المجمل للكل ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن، وعدّها منها تكبيرة الافتتاح، وتكبيرة القنوت، والعیدین، وذكر الأربع في الحجّ، كذا في الهداية، ثم هذا عندنا، وقال الشافعي: يرفع يديه عند الركوع والرفع منه، لأنّه عليه السلام فعل ذلك، ولنا: ما روينا، وما رواه محمود على الابتداء، وكذا نقل عن ابن زبير، فإنّه رأى رجلاً يفعل هذا، فقال له: لا تفعل، ليس هذا بشيء فإنّه شيء فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم. ثم ترك، كذا في الهداية والكفاية (۱) وقد روى الطبراني بسنده عن ابن أبي ليلى عن الحكم عن المقسم عن ابن عباس عنه عليه الصلاة والسلام (۲) فقط والله تعالى اعلم (۳)

رفع یدین نہ کرنے کی ایک صحیح حدیث

سوال: (۳۰۳) روایت کی وکیع نے اعمش سے (اس) (۴) نے مسیب بن رافع سے (اس)

(۱) تلاش بسیار کے باوجود بعینہ یہ عبارت ہمیں نہیں ملی، البتہ رد و بدل کے ساتھ مختلف کتابوں میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیں: رد المحتار: ۱۸۹/۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الهداية: ۱۱۰/۱، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فتح القدير: ۳۱۶/۱، اور العناية مع فتح القدير: ۳۱۷/۱۔ محمد امین (۲) فتح القدير: ۳۱۶/۱، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

(۳) یہ سوال وجواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۲/۱۵۸، سوال نمبر: ۲۶۴ کے بعینہ مکرر ہونے کی وجہ سے سوال: ۲۶۴ کو حذف کر دیا ہے۔

(۴) سوال میں قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

نے تمیم بن طرفہ سے (اس) نے جابر بن سمرہ سے (کہ کہا: آئے ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ اور ہم لوگ اپنے ہاتھ اٹھاتے (تھے) نماز میں، تو فرمایا کہ کیا حال ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ اٹھاتے ہو نماز میں جیسے دم ہو سرکش گھوڑے کی؟ اطمینان سے رہو نماز میں (۱) یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ (۱۳۳۵/۲۲۶ھ)

الجواب: اس میں اختلاف ہے، اور تحقیق اس کی فتح القدر میں اس طرح ہے: عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس رافعوا أيديهم، قال زهير: أراه قال: في الصلاة، فقال: ما لي أراكم رافعي أيديكم؟ كأنها أذنان خيل شمس، اسكنوا في الصلاة (۱) یہ حدیث صحیح ہے، اور یہ حدیث مطلقاً حالت صلاۃ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۰/۲)

سجدہ کا مسنون طریقہ

سوال: (۳۰۴) سجدہ میں ران اور پنڈلی کو کتنا کشادہ کیا جائے؟ کیا زاویہ قائمہ بنانا چاہیے یا کیا؟ (۱۳۳۸/۱۷۹۱ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ويظهر عضديه في غير زحمة ويباعد بطنه عن فخذه، ليظهر (۱) أخرجه الإمام أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري رحمه الله تعالى بلفظ: عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ما لي أراكم رافعي أيديكم؟ كأنها أذنان خيل شمس، اسكنوا في الصلاة (الصحيح لمسلم: ۱/۱۸۱، كتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الإشارة باليد ورفعها عند السلام إلخ)

وأخرجه الإمام سليمان بن الأشعث أبو داود السجستاني رحمه الله بلفظ: عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس رافعوا أيديهم، قال زهير: أراه قال: في الصلاة، فقال: ما لي أراكم رافعي أيديكم؟ كأنها أذنان خيل شمس، اسكنوا في الصلاة. (سنن أبي داود، ص: ۱۴۳، كتاب الصلاة، باب في السلام)

کَلَّ عَضُو بِنَفْسِهِ إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ سجدہ میں سنت اسی قدر ہے، اور زاویہ قائمہ بنانا ضروری نہیں ہے، اور یہ بھی جب ہے کہ جماعت میں نہ ہو، تنہا ہو یا امام ہو، ورنہ ایسا فعل نہ کرے جس سے دوسرے مقتدیوں کو ایذا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۳/۲-۱۶۴)

عورت سجدہ اور جلسہ میں پاؤں کیسے رکھے؟

سوال: (۳۰۵) عورت کو سجدہ و جلسہ میں پاؤں کیسے رکھنے چاہئیں؟ (۱۳۳۵/۶۲۲)

الجواب: عورت کے لیے کھڑا کرنا قد میں کا سنت نہیں ہے۔ فی الشامی: أَنَهَا لَا تَنْصِبُ أَصَابِعَ الْقَدَمَيْنِ (۲) پس سجدہ اور جلسہ میں پیروں کو کھڑا نہ کرے، اور جلسہ تشہد وغیرہ میں توڑک کرے (یعنی سُرین پر بیٹھے) فی الشامی: وَتَتَوَرَّكُ فِي التَّشَهُّدِ إلخ (۳) فقط (۱۸۱/۲، اور ۱۶۰/۲-۱۶۱) (۴)

عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کس طرح رکھیں؟

سوال: (۳۰۶) عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کھڑی رکھیں یا بچھا دیں؟ (۱۳۳۸/۱۷۰۲)

الجواب: عورتوں کے حق میں پاؤں کی انگلیاں کھڑا کرنا مشروع نہیں ہے۔ وَذَكَرَ فِي الْبَحْرِ أَنَهَا لَا تَنْصِبُ أَصَابِعَ الْقَدَمَيْنِ إلخ (۵) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۴/۲)

عورتوں کا سجدہ میں پاؤں داہنی جانب نکالنا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۷) ہندوستان میں عورتیں سجدہ کی حالت میں دونوں پیر داہنی جانب نکال

(۱) الدَّرَّ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۱۸۵-۱۸۶/۲، کتاب الصَّلَاةِ، باب صِفَةِ الصَّلَاةِ، مطلب فِي إِطَالَةِ الرُّكُوعِ لِلْجَائِي.

(۲) رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۱۸۷/۲، کتاب الصَّلَاةِ، باب صِفَةِ الصَّلَاةِ، مطلب فِي إِطَالَةِ الرُّكُوعِ لِلْجَائِي.

(۳) رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۱۸۶/۲، کتاب الصَّلَاةِ، باب صِفَةِ الصَّلَاةِ، مطلب فِي إِطَالَةِ إلخ.

(۴) یہ سوال وجواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۲/۱۶۰، سوال نمبر: ۲۶۹ کے بعینہ مکرر ہونے کی وجہ سے سوال: ۲۶۹ کو حذف کر دیا ہے۔

(۵) رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۱۸۷/۲، کتاب الصَّلَاةِ، باب صِفَةِ الصَّلَاةِ.

دیتی ہیں، لیکن یہ امر کسی کتاب میں باوجود تتبع نظر سے نہیں گذرا، روایت عالم گیری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ میں عورت کو پیر بٹھا لینا چاہیے، کھڑے نہ کرے، داہنی طرف نکالنا ثابت نہیں ہوتا؛ تحقیق کیا ہے؟ (۱۶۶۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اور جو روایات نقل فرمائی ہیں ایسا ہی شامی میں ہے (۱) اور کبیری شرح منیہ میں ہے: وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهَا تَنْخَفِضُ أَيُّ تَتَطَامَنُ وَتَسْفُلُ فِي السَّجْدِ وَتَلْزُقُ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا وَتَضُمُّ ضَبْعَيْهَا، وَهَذَا تَفْسِيرُ الْإِنْخِفَاضِ وَذَلِكَ لِأَنَّ مَبْنِيَّ أَمْرَهَا عَلَى السُّتْرِ فَكَانَ السُّنَّةُ فِي حَقِّهَا مَا كَانَ أُسْتَرُ مِنَ الْهَيْئَاتِ الْخ (۲) پس غالباً اس وجہ سے کہ پیروں کو باہر نکالنے میں تسفل اور انخفاض اور انضمام زیادہ ہو سکتا ہے اور تورک فی التشہد کے لیے تمہید ہے؛ اس لیے یہ معمول (بہ ہو) (۳) باقی اس سے زیادہ اس کی تحقیق احقر کو بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲-۱۷۱/۲)

عورتیں کس طرح سجدہ کریں؟

سوال: (۳۰۸) عورتوں کو مردوں کی طرح سجدہ کرنا چاہیے یا کس طرح؟ (۱۰۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عورتوں کو اپنے بدن اور اعضاء کو سجدہ وغیرہ میں خوب ملانا چاہیے (۴) مردوں کی طرح کھل کر نہ کرنا چاہیے، یہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۸-۲۰۹/۲)

(۱) وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فَلَا تُبَدِّي عَضْدِيَّهَا وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا ؛ لِأَنَّهُ أُسْتَرُ (الدَّرَّ الْمُخْتَار) وَفِي الشَّامِيِّ : وَذَكَرَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهَا لَا تَنْصِبُ أَصَابِعَ الْقَدَمَيْنِ . (الدَّرَّ الْمُخْتَار وَرَدَّ الْمُحْتَار :

۱۸۶/۲-۱۸۷، کتاب الصَّلَاة، باب صفة الصَّلَاة، مطلب في إطالة الرُّكُوع للجائِي)

(۲) غنية المستملي، ص: ۲۸۰، فصل في صفة الصَّلَاة .

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (معمول بہ ہو) کی جگہ 'معمول ہوا' تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فَلَا تُبَدِّي عَضْدِيَّهَا وَتُلْصِقُ بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا لِأَنَّهُ أُسْتَرُ . (الدَّرَّ الْمُخْتَار مع

رَدَّ الْمُحْتَار: ۱۸۶/۲، کتاب الصَّلَاة، باب صفة الصَّلَاة) ظفیر

دوسری رکعت کے لیے اٹھتے ہوئے گھٹنوں پر سہارا لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۰۹) سہارا لینا سجدے سے اٹھتے وقت بلا عذر جائز ہے یا مکروہ؟ اور گھٹنوں پر سہارا لینا یعنی اعتماد علی الركبة اگرچہ جائز ہے لیکن اس کا ترک مستحب ہے یا نہیں؟ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: لا يعتمد على الأرض بل يعتمد على الركبة وترك الاعتماد مستحب إلخ (۱) اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ اور اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۱۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ويكبر للنهوض على صدور قدميه بلا اعتماد و قعود استراحة إلخ شامی میں ہے: قوله: (بلا اعتماد إلخ) أي على الأرض ، قال في الكفاية: أشار به إلى خلاف الشافعي في موضعين: أحدهما يعتمد بيديه على ركبتيه عندنا وعنده على الأرض إلخ (۲) (شامی: ۱/۳۴۰) پس معلوم ہوا کہ مذہب حنفیہ کا اعتماد علی الركبتین ہے اور مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اعتماد علی الأرض ہے؛ لہذا بلا عذر اعتماد علی الارض نہ کرے، بلکہ اعتماد علی الركبتین کر کے اٹھے، اور عالمگیری میں جو یہ مذکور ہے وترك الاعتماد مستحب (۱) اس کا مطلب یہی ہے کہ ترک اعتماد علی الارض مستحب ہے۔ (۱۸۵/۲)

پہلے قعدہ کے بعد اٹھتے ہوئے گھٹنوں پر سہارا لینا

سوال: (۳۱۰) دوسری رکعت میں بعد قعدہ کے جب کھڑا ہو تو ہاتھ بدستور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہو یا زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہو؟ (۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہاتھ گھٹنوں اور رانوں پر رکھ کر کھڑا ہونا بہتر ہے، اور اگر بہ ضرورت زمین پر رکھ کر کھڑا ہو تو یہ بھی درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۰/۲)

(۱) لا يعتمد على الأرض بيديه عند قيامه وإنما يعتمد على ركبتيه هكذا في المحيط، وترك الاعتماد مستحب إلخ. (الفتاوى الهندية: ۱/۷۵، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها و کیفیتها)
(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۱۸۸/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.

جلسہ استراحت درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۱) (نماز میں) (۱) دو سجدوں کے ختم کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک جلسہ استراحت سجدہ کے بعد دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے کے وقت نہیں ہے (۲) ایسا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۱/۲)

سجدے سے اٹھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہونا سنت کے مطابق ہے

سوال: (۳۱۲) غیر مقلدیہ کہتے ہیں کہ حنفی لوگ جو سجدہ سے سر اٹھانے کے ساتھ ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں (یہ) (۳) غیر مشروع ہے، اور اس سے نماز خلل پذیر ہوتی ہے، بلکہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ بیٹھنا بھی چاہیے، یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۸۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کا جواب صاحب ہدایہ نے مختصر الفاظ میں اس طرح دیا ہے: و لنا حدیث اُبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صَدُورِ

(۱) 'نماز میں' کا اضافہ مفتی ظفر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) ویکبر للنهوض على صدور قدميه بلا اعتماد وقعود استراحة ولو فعل لا بأس (الدّر المختار) قوله: (بلا اعتماد) أي على الأرض قال في الكفاية: أشار به إلى خلاف الشافعي في موضعين: أحدهما يعتمد بيديه على ركبتيه عندنا وعندنا على الأرض والثاني الجلسة الخفيفة. قال شمس الأئمة الحلواني: الخلاف في الأفضل حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعي، ولو فعل كما هو مذهبه لا بأس به عندنا، كذا في المحيط اهـ. قال في الحلية: والأشبه أنه سنة أو مستحب عند عدم العذر، فيكره فعله تنزيهاً لمن ليس به عذر اهـ. وتبعه في البحر وإليه يشير قولهم: لا بأس فإنه يغلب فيما تركه أولى. (الدّر المختار و رد المحتار: ۱۸۸/۲-۱۸۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

قدمیه ، وما رواه محمود علی حالة الکبر إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۵-۲۰۶)
سوال: (۳۱۳) رسول اللہ ﷺ کا طاق رکعتوں میں جلسہ استراحت نہ کرنا یا کرنے سے منع کرنا؟ (ثابت ہے یا نہیں؟) (۲) (۱۳۱۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم ينهض في الصلاة على صدور قدميه (۳) اور بہت سے صحابہ سے بھی منقول ہے۔ کذا في شرح المنية (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۶-۱۸۷)

سجدہ شکر اور سجدہ مناجات کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۱۴) سجدہ شکر کا کیا حکم ہے؟ اور بعد صلاۃ کرنا چاہیے یا کس وقت؟ اور بعد نماز بلا وجہ سجدہ کرنا کیسا ہے؟ (۱۲۰۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سجدہ شکر عند تجدد النعمة مستحب ہے۔ وفي الدر المختار: وسجدة الشکر مستحبة (۵) اور بعد نماز کے بلا وجہ مکروہ ہے (۶) كما فيه أيضا: لكنها تكره بعد الصلاة ، لأن (۱) الهداية: ۱/۱۱۰، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة .

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے سیدھے اپنے دونوں پاؤں کے سرے پر کھڑے ہو جاتے تھے، سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ دیر بیٹھتے نہیں تھے، باقی جس روایت میں بیٹھ کر کھڑے ہونے کا ذکر ہے وہ آنحضرت ﷺ کے بڑھاپے کا واقعہ ہے کہ اپنے ضعف کی وجہ سے ایسا کرتے تھے، اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل کی صورت نکل آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ظفر

(۲) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۳) أخرجه الترمذي في جامعه: ۱/۶۴، أبواب الصلاة ، باب كيف النهوض من السجود ؟

(۴) غنية المستملی، ص: ۲۸۱، فصل في صفة الصلاة .

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۲۱-۵۲۲، كتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ، مطلب في سجدة الشکر .

(۶) اس کو سجدہ مناجات کہتے ہیں اور وہ بدعت ہے۔ شامی میں ہے: قوله: (فمكروه) الظاهر أنها تحريمية؛ لأنه يدخل في الدين ما ليس منه . (رد المحتار: ۲/۵۲۲، كتاب الصلاة ، باب سجود التلاوة ،

مطلب في سجدة الشکر) سعید احمد پالن پوری

الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة وكلّ مباح يؤدّي إليه فمكروه إلخ (۱) فقط (۱۶۲/۲)

دوسجدوں کے درمیان دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱۵) سجدتین کے درمیان یہ دعا پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اللّٰهُمَّ اغفر لي وارحمني إلخ. (۱۳۳۹/۶۹۴ھ)

الجواب: یہ دعا مابین السّجدتین جائز ہے، اور حدیث میں وارد ہے، دعا یہ ہے: اللّٰهُمَّ اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني وارفعني واجبرني (۲) فقط (۱۷۱/۲)

التحيات میں انگشت وسطیٰ اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا

اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا سنت ہے

سوال: (۳۱۶) التحیات میں کلمہ شہادت کے اوپر انگلی کا حلقہ باندھنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۸/۱۰۸۹ھ)

الجواب: التحیات میں انگشت وسطیٰ اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور انگشت سبابہ سے اشارہ کرنا سنت ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۱-۱۶۲/۲)

سوال: (۳۱۷) نزدیک امام اعظمؒ کے بہ وقت تشہد وسطیٰ اور ابہام کا حلقہ کر کے اور خضر و بنصر کو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۲۱-۵۲۲، کتاب الصّلاة، باب سجود التّلاوة، مطلب في سجدة الشّكر.

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: كان النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول بين السّجدتين: اللّٰهُمَّ اغفر لي وارحمني واهدني وعافني وارزقني، رواه أبو داؤد والترمذي.

(مشكاة المصابيح، ص: ۸۴، کتاب الصّلاة، باب السّجود و فضله، الفصل الثّاني) ظفیرؒ

(۳) لكن المعتمد إلخ أنّه يشير لفعله عليه الصّلاة والسّلام (الدر المختار) فهو صريح في أنّ المفتی بہ هو الإشارة بالمسبّحة مع عقد الأصابع إلخ. (الدر المختار و رد المحتار: ۱۹۱/۲-۱۹۲، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، قبيل مطلب مهمّ في عقد الأصابع عند التّشہد) ظفیرؒ

بندر کے اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اشارہ بالسبابہ کی تشہد میں یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے کہ ابہام اور وسطی کا حلقہ کرے اور بنصر اور خضر کو بند کرے، کتب فقہ حنفیہ میں بھی اس کو لکھا ہے، اور یہ جائز ہے، شامی میں ہے: فلذا قال في منية المصلي: فإن أشار يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى بالإبهام إلخ (۱) اور در مختار میں نقل کیا ہے: الصحيح أنه يشير بمسبحة وحدها يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات إلخ (۱) یعنی انگشت سبابہ کو لا إله کے ساتھ اٹھائے اور إلا اللہ پر رکھ دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۱/۲-۱۹۲)

التحيات میں انگشت شہادت اٹھانے کی وجہ

سوال: (۳۱۸) التحیات (میں) (۲) انگشت شہادت اٹھانے کا کیا سبب ہے؟ (۱۵۴۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: التحیات میں بہ وقت کلمہ شہادت انگشت سبابہ سے توحید کا اشارہ ہوتا ہے، تاکہ جیسا کہ زبان سے أشهد أن لا إله إلا الله إلخ کہا جاتا ہے، جس کا مطلب (اللہ کی) (۳) توحید کا اقرار ہے، اسی طرح عملاً بھی افعال جوارج سے اس کو ظاہر کیا جائے۔ فقط (۱۷۱/۲)

وضاحت: حنفیہ کے نزدیک نفی کے ساتھ انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے اور اثبات پر اشارہ ختم کر دیا جاتا ہے، امام شافعی کے نزدیک اثبات کے وقت اشارہ کیا جاتا ہے، پھر وہ اشارہ آخر تک باقی رکھا جاتا ہے، پس انگلی کے اشارہ سے توحید کی طرف اشارہ امام شافعی کے نزدیک ہوتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک زبان سے کلی نفی کے وقت (یعنی لا الہ کہتے وقت) فعل سے (یعنی شہادت کی انگلی اٹھا کر) توحید کا استثناء کیا جاتا ہے، پھر جب اثبات آتا ہے تو انگلی رکھ دی جاتی ہے۔ ۱۲ سعید احمد

(۱) رد المحتار: ۱۹۲/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبل مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'میں' کے بعد بہ وقت کلمہ شہادت ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'بہ وقت کلمہ شہادت' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

تشہد میں انگلی اٹھانا سنت ہے

سوال: (۳۱۹) تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟ (۵۹۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: روایات متعلق رفع سبابہ (یہ ہیں) (۱): فی الدر المختار: لكن المعتمد ما صححه الشراح، ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلي والبهنسي والباقاني وشيخ الإسلام الجذ وغيرهم أنه يشير لفعله عليه الصلاة والسلام، ونسبوه لمحمد والإمام بل في متن درر البحار وشرحه غرر الأذكار المفتي به عندنا أنه يشير (باسطاً أصابعه كلها، وفي الشرنبلالية عن البرهان الصحيح: أنه يشير بمسبحة وحدها، يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات، واحتراز بالصحيح عما قيل لا يشير لأنه خلاف الدراية والرواية (۲) (الدر المختار) اور ثامی میں ہے: وفي المحيط أنها سنة، يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات، وهو قول أبي حنيفة ومحمد وكثرت به الآثار والأخبار، فالعمل به أولى اهـ فهو صريح في أن المفتي به هو الإشارة بالمسبحة مع عقد الأصابع الخ. (۲)

وقال في الشرح الكبير: قبض الأصابع عند الإشارة هو المروي عن محمد في كيفية الإشارة، وكذا عن أبي يوسف في الأمالي، وهذا فرع تصحيح الإشارة، وعن كثير من المشائخ لا يشير أصلاً وهو خلاف الدراية والرواية، فعن محمد أن ما ذكره في كيفية الإشارة قول أبي حنيفة اهـ. ومثله في فتح القدير.

وفي القهستاني: وعن أصحابنا جميعاً أنه سنة فيحلق إبهامه اليمنى ووسطاها ملصقاً رأسها برأسها ويشير بالسبابة اهـ (۲) (الشامي: ۳۲۲/۱) (ان روایات سے معلوم ہوا کہ تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا مسنون ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کے سروں کو ملا کر حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ ظفیر) (۱۸۰-۱۸۱)

(۱) 'یہ ہیں' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۱۹۱/۲-۱۹۳، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد.

سوال: (۳۲۰) رفع سبابة اس طرف حنفی نہیں کرتے، اور امام صاحب کا ایک قول نہ کرنے کا

حجت پکڑتے ہیں؟ (۱۵۳۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: رفع سبابة کے متعلق درمختار اور شامی نے پوری تفصیل فرمادی ہے، اور رفع کو رائج کر دیا ہے، اور بہت سی کتب سے اس کو نقل کیا ہے، اس کے بعد مقلد کو خلاف کی گنجائش نہیں ہے، موطاً میں امام محمد رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ یہی قول ہمارا اور ہمارے استاد ابو حنیفہؒ کا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۸/۲)

سوال: (۳۲۱) سرحد کے علماء تشہد میں انگشت اٹھانے سے منع کرتے ہیں کہ یہ فعل نماز میں نہ کیا جاوے، مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل کرنا نماز میں سنت سے ثابت ہوا ہے، لہذا جس طور پر اشارہ ثابت ہوا ہے بہ سند صحیح تحریر فرمادیں۔ (۱۱۳/۱۳۳۱ھ)

الجواب: صحیح عند الحنفیہ یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ بالسبابة سنت ہے اور اس کے خلاف کو خلاف روایت اور درایت لکھا ہے، درمختار میں متعدد کتب کے حوالہ سے اشارہ بالسبابة کی تصحیح فرمائی ہے۔

حيث قال بعد نقل قول عدم الإشارة: لكن المعتمد ما صححه الشراح، ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلي والبهنسي والباقاني وشيخ الإسلام الجدي وغيرهم أنه يشير لفعله عليه الصلاة والسلام، ونسبوه لمحمد والإمام، بل في متن درر البحار وشرحه غرر الأذكار: المفتي به عندنا أنه يشير إلخ، وفي الشرنبلالية عن البرهان: الصحيح أنه يشير بمسبحة إلخ، واحتراز بالصحيح عما قيل: لا يشير، لأنه خلاف الدراية والرواية إلخ، وفي العيني عن التحفة: الأصح أنها مستحبة وفي المحيط: سنة (۲) (الدّر المختار) (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۴/۲)

(۱) قال محمد: وبصنيع رسول الله صلى الله عليه وسلم نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله (الموطأ للإمام محمد، ص: ۱۰۸-۱۰۹، كتاب الصلاة، باب العبث بالحصي في الصلاة وما يكره من تسويته)

(۲) الدّر المختار مع ردّ المختار: ۱۹۱/۲-۱۹۳، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهمّ في عقد الأصابع عند التّشّهد.

سوال: (۳۲۲) نماز میں انگشت شہادت کا اٹھانا کثرت احادیث سے ثابت ہے، مگر فقہاء معلوم نہیں کیوں منع فرماتے ہیں اور حرام کہتے ہیں، اگر مذہب حنفیہ میں جائز ہو تو تحریر فرمائیے۔

(۱۳۳۷/۵۱۰ھ)

الجواب: فقہائے محققین حنفیہ نے بھی رائج اشارہ بالسبابہ کو فرمایا ہے، اور اسی پر فتویٰ اور عمل ہے، درمختار میں ہے بعد نقل روایت منع کے: لکن المعتمد ما صححه الشراح، ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلي والبهنسي والباقاني وشيخ الإسلام الجدي وغيرهم أنه يشير لفعله عليه الصلاة والسلام، ونسبوه لمحمد والإمام، بل في متن درر البحار وشرحه غرر الأذكار: المفتي به عندنا أنه يشير باسطة أصابعه كله، وفي الشرنبلالية عن البرهان: الصحيح أنه يشير بمسبحة وحدها إلخ، وفي الشامي: فهو صريح في أن المفتي به هو الإشارة بالمسبحة مع عقد الأصابع على الكيفية المذكورة إلخ (۱) (شامي: ۱/۳۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۹-۱۹۰)

سوال: (۳۲۳) متون میں رفع سبابہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اور یہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳/۱۵۱۶ھ)

الجواب: درمختار میں اس کی تفصیل دیکھ لیں، اس میں بعض متون سے بھی رفع سبابہ نقل کیا ہے، اور رفع سبابہ کی تصحیح کی ہے، اور امام محمدؒ نے اس کو اپنا اور امام ابوحنیفہؒ کا قول لکھا ہے۔ (۲/۲۰۱)

سوال: (۳۲۴) تشہد میں انگلی اٹھانا کیسا ہے؟ علمائے احناف میں اختلاف ہے، بعض مستحب

فرماتے ہیں اور خلاصہ کیدانی میں حرام لکھا ہے، وہ معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۵۱۶ھ)

الجواب: معتبر فقہاء نے رفع سبابہ کو سنت لکھا ہے۔ اور درمختار میں چند کتب کا حوالہ دے کر اس کو سنت ثابت کیا ہے، اور عدم رفع کو خلاف روایت و درایت لکھا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ نے موطاً میں مذہب امام اعظمؒ کا رفع سبابہ کا لکھا ہے، پس خلاصہ کیدانی وغیرہ کے حوالہ سے اس کو حرام کہنا غلط ہے،

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۲/۱۹۱-۱۹۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم

في عقد الأصابع عند التشهد.

اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں موجود ہے، درمختار، شامی، فتح القدیر وغیرہ کو دیکھنا چاہیے (۱) خلاصہ کیدانی کے قول کا اس بارے میں اعتبار نہ کیا جاوے، اس نے صریح غلطی کی ہے کہ فعل سنت کو حرام لکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۲-۱۷۳)

رفع سبّابہ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی کا

مسلک اور اس کا جواب

سوال: (۳۲۵) جواب: (۱۷۱۶/۲۵۱۹ھ، یعنی سوال نمبر: ۳۲۴) موصول ہوا، مخالفین نے الحمد للہ تسلیم کیا، مگر یہ کہا کہ کیدانیؒ وغیرہ کے قول کو (تو) تمام علماء نے رد کیا، مگر حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے مکتوب: ۳۱۲، میں (مشرّح) لکھا ہے، بل کہ مکتوب کے حاشیہ پر قول امام محمد دربارہ رفع سبّابہ کو رد کیا ہے، اور عدم رفع کو ترجیح دی ہے؛ شرعاً اس کا کیا جواب ہے؟ (۱۷۱۶/۲۵۱۹ھ)

الجواب: حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد میں سے ہی بعض حضرات نے یہ تحقیق کی ہے کہ رفع سبّابہ سنت سے ثابت ہے؛ اس لیے اس پر عمل کرنا چاہیے اور جب کہ بہت سے فقہاء محققین حنفیہ نے رفع سبّابہ کو ترجیح دی ہے اور اختیار کیا ہے؛ تو مقلدین حنفیہ کو اپنے فقہاء کے قول کو لینا چاہیے جیسا کہ خود حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنے مکتوبات میں بہت جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے کہ احکام شریعت میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء کے قول کو لینا ضروری ہے، اس میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی اور دیگر اولیاء کبار اور مجتہدین فی الطریقہ کا قول معتبر نہیں اور ان کی تقلید جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۲/۲-۱۷۳)

سوال: (۳۲۶) تشہد میں رفع سبّابہ کے متعلق علمائے احناف کا کیا مذہب ہے؟ آیا سنت ہے یا واجب یا مستحب؟ اور کس وقت سے کس وقت تک رفع کیا جاوے؟ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف کیوں فرماتے ہیں، اور حلقہ بنانا کیسا ہے؟ (۱۷۱۶/۲۵۱۹-۱۷۲/۲-۱۷۳)

الجواب: صحیح یہ ہے کہ رفع سبّابہ تشہد میں سنت ہے، اور امام محمد علیہ الرحمہ نے موطاً میں فرمایا ہے:

وہو قولی وقول أبي حنيفة رحمة الله (۱) اور مستحب یہ ہے کہ نفی پراٹھاوے اور اثبات پر رکھ دے
وفي المحيط أنها سنة، يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات ، و هو قول أبي حنيفة
ومحمد وكثرت به الآثار والأخبار ، فالعمل به أولى اهـ (۲)

اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے بربناء علی المتون عدم رفع کو رائج سمجھا ہے، لیکن جمہور فقہاء و
محدثین نے اس کے خلاف کی تصحیح فرمائی ہے، اور شراح نے متون کی روایت کو صحیح اور مفتی بہ نہیں سمجھا
ہے، اور حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع اور خلفاء نے بھی قول امام ربانی کی تاویل فرمائی
ہے (اور اس پر عمل نہ کیا، چنانچہ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں اس
کی تحقیق فرمائی ہے) (۳) اور اشارہ سبابہ کا سنت ہونا ثابت فرمایا ہے، اور حلقہ کرنا ابہام اور وسطی
سے اور قبض کرنا خنصر اور بنصر کو اور اشارہ کرنا مسبحہ سے سنت ہے۔ و صفتها: أن يحلق من يده
اليمنى عند الشهادة الإبهام والوسطى ويقبض البنصر والخنصر ، ويشير بالمسبحة
إلخ (۴) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۴/۲-۲۰۵)

سوال: (۳۲۷) اکثر کتب فقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ التحیات میں انگلی سبابہ کا اٹھانا سنت و
موجب ثواب ہے، اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی اس کو سنت نبوی قرار دیتے ہیں، لیکن
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اس فعل کو مکتوبات نمبر: ۳۱۲/ میں حرام فرماتے ہیں، ان دونوں
حضرات میں سے کس کا قول معتبر و مستند ہے؟ (۱۱۰۹/۱۳۳۵ھ)

(۱) قال (عبد الله بن عمر): كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس في الصلاة
وضع كفه اليمنى على فخذيه اليمنى وقبض أصابعه كلها، وأشار بإصبعه التي تلي الإبهام
قال محمد: وبصنيع رسول الله صلى الله عليه وسلم نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله .
(الموطأ للإمام محمد ، ص: ۱۰۸-۱۰۹ ، كتاب الصلاة ، باب العبث بالخصى في الصلاة وما
يكروه من تسويته)

(۲) رد المحتار: ۱۹۲/۲، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، قبل مطلب مهم في عقد الأصابع
عند التشهد .

(۳) توسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار: ۱۹۲/۲، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة .

الجواب: اس میں صحیح و مستند یہ ہے کہ اشارہ بالسبابہ تشہد میں سنت و مستحب ہے، جمہور امت اسی طرف ہیں، اور در مختار میں عدم رفع سبابہ کی روایت نقل کر کے پھر اس کے خلاف کو بہت روایات اور دلائل سے سنت ہونا ثابت کیا ہے، اور (امام) (۱) محمدؐ نے موطاً میں اپنا اور امام صاحب کاسنیت رفع سبابہ کا مذہب نقل کیا ہے (۲) اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے بعض نے ان کی اولاد اجماع میں سے اور ان کے خلفاء نے معذرت فرمائی ہے (کہ) (۱) بربناء بعض روایات حنفیہ حضرت مجدد صاحب نے ایسا فرمایا ہے، لیکن امر محقق یہ ہے کہ رفع سبابہ سنت ہے، اس کو ترک نہ کیا جاوے۔ ہذا خلاصہ ما فصلہ و حققہ العلماء المحققون من الأحناف، فلا إشكال، فإن اختلاف الأمة رحمة من الله المتعال. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۶)

تشہد میں انگلی اٹھا کر کس وقت گرانی چاہیے؟

سوال: (۳۲۸) نماز میں التحیات پڑھتے وقت جو انگلی اُشہد أن لا إله إلا الله کے وقت اٹھائی جاتی ہے وہ کس وقت گرانی چاہیے؟ (۲۲۹۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شرح منیہ میں امام حلوانی سے نقل کیا ہے کہ لا إله پر انگشت کو اٹھائے اور لا إله پر رکھ دے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۹)

تشہد میں انگلیوں کا حلقہ کب تک باقی رکھنا چاہیے؟

سوال: (۳۲۹) نماز کے اندر قعدہ میں جب انگشت شہادت اٹھاتا ہے، تو اور چار انگلیوں کو بند کرنا ہوتا ہے، بعد تشہد کے تا سلام ان انگلیوں کو ویسا ہی رکھنا چاہیے یا کھول کر؟ (۲۵۳۸/۱۳۳۳ھ)

الجواب: لا إله إلا الله کہنے کے وقت جب کہ عقد اصابع یا ان کا حلقہ کر لیا ہے، تو پھر اس کو

(۱) توسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۲) حوالہ گذشتہ جواب کے حاشیہ میں گذر چکا۔

(۳) وصفة الإشارة عن الحلواني: أنه يرفع الإصبع عند النفي ويضعها عند الإثبات إشارة إليهما. (غنية المستملي في شرح منية المصلي: ص: ۲۸۶، فصل في صفة الصلاة)

فارغ ہونے تک ویسا ہی رکھنا چاہیے۔ کما نقل الشّامی عن المحیط: أنّها سنّة، یرفعها عند النّفی ویضعها عند الإثبات، و هو قول أبی حنیفة و محمّد و کثرت به الآثار والأخبار، فالعمل به أولى اهـ۔ فهو صریح فی أنّ المفتی به هو الإشارة بالمسبّحة مع عقد الأصابع علی کیفیّة المذکورة (۱) (شامی جلد اول) اس طرح کی متعدد عبارتیں ہیں کہ جن میں عقد اصابع و اشارہ کے بعد اس کے کھولنے کا ذکر نہیں؛ جو کہ اس کی صریح دلیل ہے کہ بعد عقد کھولنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۲/۲)

دائیں ہاتھ کی انگشت نہ اٹھا سکتا ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۳۳۰) ایک شخص دائیں ہاتھ کی انگلی شہادت اٹھانے سے مجبور ہے، تشہد میں بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھاتا ہے، زید منع کرتا ہے؟ (۱۳۵۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر دائیں ہاتھ میں عذر ہے اور انگشت نہیں اٹھا سکتا تو وہ انگشت نہ اٹھائے، بائیں ہاتھ کی انگشت اٹھانے کا حکم نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۲/۲)

درود میں سیدنا کا اضافہ کیسا ہے؟

سوال: (۳۳۱) جو درود شریف بعد تشہد کے نماز میں پڑھا جاتا ہے، اور بدون لفظ سیدنا مروی ہے، آیا بلا سیدنا پڑھنا چاہیے یا اضافہ لفظ سیدنا (کا) (۳) کیا جائے؟ (۱۳۳۸/۱۰۷ھ)

(۱) ردّ المحتار: ۱۹۲/۲، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب مهمّ فی عقد الأصابع عند التّشہد.

(۲) الصّحیح أنّه یشیر بمسبّحته وحدها یرفعها عند النّفی (الدرّ المختار) قوله: (بمسبّحة وحدها) فیکره أن یشیر بالمسبّحتین کما فی الفتح وغیره (الدرّ المختار و ردّ المحتار: ۱۹۲/۲)

کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب مهمّ فی عقد الأصابع عند التّشہد (ظفیر)

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: اضافہ لفظ سیدنا میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، لیکن تشہد نماز میں جیسا کہ وارد ہوا ہے بلا لفظ سیدنا ویسا ہی بہتر ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۶۸-۱۶۹)

نماز کے درود میں اللہم بارک علیٰ أزواجه

و ذریاتہ کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۳۲) ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں لفظ أزواج و ذریات کا اور بڑھادے، اس میں زیادہ ثواب ہے، مثلاً اللہم بارک علیٰ أزواجه و ذریاتہ إلخ۔ یہ بڑھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۹۱۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جس قدر معمول ہے وہی کافی ہے، اگرچہ بڑھادینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۷)

نماز کے آخری قعدہ میں مختلف دعائیں پڑھنا درست ہے

سوال: (۳۳۳) اگر کوئی شخص قعدہ نماز میں کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا پڑھے، تو عند الحنفیہ

(۱) وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم إلخ ، وندب السيادة لأن زيادة الإخبار بالواقع عين سلوك الأدب فهو أفضل من تركه ، ذكره الرملي الشافعي وغيره ، وما نقل لا تسودوني في الصلاة فكذب (الدر المختار) قال: سئل محمد عن الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فقال يقول : اللهم صل على محمد وعلى آل محمد إلخ ، وهي الموافقة لما في الصحيحين وغيرهما إلخ ، واعترض بأن هذا مخالف لمذهبنا لما مر من قول الإمام من أنه لو زاد في تشهده أو نقص فيه كان مكروهاً، قلت: فيه نظر فإن الصلاة زائدة على التشهد ليست منه. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۱۹۶-۱۹۸، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة مطلب في جواز الترحم على النبي ابتداءً) ظفیر

(۲) ولذا قال في شرح المنية: والإتيان بما في الأحاديث الصحيحة أولى إلخ . (رد المحتار: ۲/۱۹۷، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة، مطلب في جواز الترحم على النبي ابتداءً) ظفیر

ممانعت تو نہیں ہے؟ (۱۳۳۹/۴۶۸ھ)

الجواب: کچھ ممانعت نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۷۰/۲)

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ درست نہیں

سوال: (۳۳۴) السلام علیکم ورحمة اللہ پر نماز ختم کر دینا چاہیے یا لفظ برکاتہ بھی پڑھا

جائے؟ (۱۳۳۱/۱۲۹۷ھ)

الجواب: صرف لفظ السلام علیکم ورحمة اللہ کہنا سنت ہے (۲) کما فی الأنوار الساطعة عن منية المصلي : وأن يقول السلام عليكم ورحمة الله مرتين إلخ (۳) اور اسی طرح (۴) حدیث میں بھی وارد ہے (۵) صرف ابوداؤد کی ایک روایت میں وبرکاتہ کا لفظ بھی

(۱) وصلى على النبي عليه السلام إلخ و دعا بما يشبه ألفاظ القرآن و الأدعية الماثورة لما روينا من حديث ابن مسعود قال له النبي عليه السلام ثم اختر من الدعاء أطيها وأعجبها إليك . (الهداية: ۱/۱۱۲-۱۱۳، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) ظفیر

(۲) ويقول السلام عليكم ورحمة الله، ولا يقول في هذا السلام أي في سلام الخروج من الصلاة سواء كان عن اليمين أو اليسار وبركاته. (غنية المستملي، ص: ۲۹۳، فصل في صفة الصلاة) (۳) الأنوار الساطعة في المذاهب الأربعة ، ص: ۳۸، باب سنن الصلاة ، المطبوعة: المطبعة الأميرية ، مصر .

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں اسی طرح کے بعد اور ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ اور نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۵) عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يُسلم عن يمينه و عن يساره السلام عليكم ورحمة الله ، السلام عليكم ورحمة الله. (جامع الترمذي: ۱/۶۵، أبواب الصلاة ، باب ما جاء في التسليم في الصلاة و سنن أبي داؤد، ص: ۱۴۳، كتاب الصلاة باب في السلام)

وارد ہوا ہے (۱) مگر حنفیہ کے یہاں روایت مشہورہ ہی مسنون ہے، وبرکاتہ کے زائد کرنے کی ضرورت نہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۶/۲)

سلام میں صرف چہرہ پھیرے سینہ نہ پھیرے

سوال: (۳۳۵) نماز سے خروج کے لیے سلام پھیرتے وقت قبلہ سے فقط منہ ہی پھیرے یا سینہ بھی؟ (۱۲۸۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: صرف منہ پھیرنا دونوں طرف سلام کے ساتھ کافی ہے (۳) فقط (۲/۲۰۷)

جس نے امام کی اقتداء سلام پھیرنے کے

قریب کی ہو وہ تشہد پڑھے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۶) جس شخص نے امام کی اقتداء سلام پھیرنے کے (قریب) (۴) کی ہو تو کیا

(۱) عن علقمة بن وائل عن أبيه رضي الله عنه قال : صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم فكان يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وعن شماله السلام عليكم ورحمة الله (سنن أبي داود، ص: ۱۴۳، كتاب الصلاة، باب في السلام)

(۲) ثم يسلم إلخ قائلاً : السلام عليكم ورحمة الله هو السنة إلخ ، وأنه لا يقول هنا وبركاته وجعله النووي بدعة ، وردّه الحلبي وفي الحاوي أنه حسن (الدر المختار) قوله : (وردّه الحلبي) حيث قال في الحلية شرح المنية بعد نقله قول النووي إنها بدعة ، ولم يصح فيها حديث بل صح في تركها غير ما حديث ما نصّه : لكنه متعقب في هذا ، فإنها جاءت في سنن أبي داود من حديث وائل بن حجر بإسناد صحيح ، وفي صحيح ابن حبان من حديث عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ثم قال اللهم إلا أن يجاب بشذوذها وإن صح مخرجها إلخ . (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۱۱-۲۱۳ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة) ظفیر (۳) وتحويل الوجه يمنة ويسرة للسلام .

ولها آداب تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً لكن فعله أفضل إلخ وإلى منكبه الأيمن والأيسر عند التسليمة الأولى والثانية لتحصيل الخشوع . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۴/۲-۱۵۵ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة باب صفة الصلاة) ظفیر

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (قریب) کی جگہ ”وقت“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲۔

بعد سلام امام اس کو تشہد پورا کرنا ضروری ہے؟ (۳۵/۲۱۳۷-۱۳۳۶ھ)

الجواب: شامی صفحہ: ۳۳۳ جلد ۱ میں ہے کہ مختار اس صورت میں یہ ہے کہ تشہد پورا کر کے کھڑا ہو، اور اگر پورا نہ کیا اور کھڑا ہو گیا تو یہ (۱) جائز ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۵-۱۶۴/۲)

دعائے ماثورہ پڑھنے سے پہلے امام سلام

پھیر دے تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۳۳۷) اگر امام نے سلام پھیر دیا اور مقتدی نے صرف التَّحِيَّات اور (۳) درود ہی پڑھا ہے دعا نہیں پڑھی، تو کیا مقتدی کو بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دینا چاہیے یا دعا پڑھ کر؟
(۱۶۵۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیر دیو (۴) فقط (۱۶۹/۲)

امام سلام پھیر دے اور مقتدی کی کچھ دعا باقی ہو تو مقتدی کیا کرے؟

سوال: (۳۳۸) امام سلام پھیر دے اور مقتدی کی کچھ دعا باقی ہو، تو فوراً امام کے ساتھ سلام

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں 'جائز' سے پہلے بھی تھا؛ لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'بھی' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) وشمل بإطلاقہ ما لو اقتدی بہ فی أثناء التَّشْهَدِ الأوَّلِ أو الآخر فحين قعد إمامہ أو سلّم ، ومقتضاه أنه يتمَّ التَّشْهَدُ، ثمَّ يقوم ولم أره صريحاً ثمَّ رأيتہ فی الذَّخِيرَة ناقلًا عن أبي الليث المختار عندي أنه يتمَّ التَّشْهَدُ وإن لم يفعل أجزاءه (رد المحتار: ۱۷۶/۲، کتاب الصَّلَاة باب صفة الصَّلَاة، مطلب في إطالة الرُّكُوع للجائي) ظفیر

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'اور' کے بعد 'صرف' تھا؛ لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'صرف' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) ولو سلّم (الإمام) والمؤتمّ في أدعية التَّشْهَدِ تابعه، لأنها سنّة ، والنَّاس عنه غافلون (الدَّر المختار) قوله: (في أدعية التَّشْهَدِ) يشمل الصَّلَاة على النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الدَّر المختار ورد المحتار: ۱۷۷/۲، کتاب الصَّلَاة، باب صفة الصَّلَاة، مطلب في إطالة الرُّكُوع للجائي) ظفیر

پھیر دے یا ختم کر کے؟ (۱) (۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر تھوڑی سی دعا باقی رہی ہے تو جلدی سے پورا کر کے کچھ بعد میں سلام پھیرے، تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۵/۲)

امام التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جاوے یا مقتدی پہلے پڑھ چکا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳۹) اگر امام قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی کی باقی ہے، تو وہ کیا کرے؟ اور اگر مقتدی پہلے پڑھ چکے ہیں تو خاموش بیٹھا رہے یا کیا کرے؟ (۱۳۴۵/۲۸۳۵ھ)

الجواب: مقتدی پوری کر کے اٹھے (۳) اور اگر مقتدی پہلے پڑھ چکا تو خاموش رہے (۴)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کر کے' کے بعد 'سلام پھیرے' تھا؛ لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'سلام پھیرے' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) مقتدی کے تشہد پورا ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کر کے سلام پھیرے، مگر درود شریف اور دعائے ماثورہ پوری ہونے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدی کے لیے امام کی متابعت واجب ہے۔ والحاصل أن متابعة الإمام في الفرائض و الواجبات من غير تأخير واجبة، فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته، بل يأتي به ثم يتابعه بخلاف ما إذا عارضها سنة، لأن ترك السنة أولى من تأخير الواجب و متقضى هذا أنه يجب إتمام التشهد. (رد المحتار: ۱۷۷/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

و لو سلم قبل أن يأتي المقتدي بالصلاة والدعوات فإنه يتابعه لأنها سنة لأن ترك السنة أولى من تأخير الواجب (غنية المستملي: ۴۵۴، كتاب الصلاة، فصل في الإمامة) محمد امین پالن پوری

(۳) لو رفع الإمام رأسه إلخ قبل أن يتم المأموم التسيحات الثلاث وجب متابعتة إلخ بخلاف سلامه أو قيامه لثالثة قبل إتمام المؤتم التشهد فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز (الدّر المختار) أي صحّ مع كراهة التحريم إلخ (الدّر المختار و رد المحتار: ۱۷۶/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي) ظفیر

(۴) ولا يزيد في الفرض على التشهد في القعدة الأولى إجماعًا إلخ، ولو فرغ المؤتم قبل إمامه سكت اتفاقًا. (رد المحتار: ۱۹۴/۲-۱۹۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد) ظفیر

یا کلمہ آخر کا تکرار کرتا رہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۶-۲۰۷)

سلام کے بعد امام دائیں بائیں گھوم سکتا ہے

خواہ مقتدی کم ہوں یا زیادہ

سوال: (۳۴۰) یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں کہ جب تک امام کے ساتھ دس یا اور کوئی عدد مخصوص کے مقتدی نہ ہوں تو بعد سلام نماز کے دائیں بائیں گھوم کر نہ بیٹھے؟ (۲۲۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ کما فی الشّامی: قوله: (ولو دون عشرة) أي أنّ الاستقبال مطلق لا تفصيل فيه بين عدد و عدد إلخ، ولا يلتفت إلى ما ذكره بعض شراح المقدمة من أنّ الجماعة إن كانوا عشرة يلتفت إليهم إلخ، فإنّ هذا الذي ذكره لا أصل له في الفقه إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۳-۱۸۵)

فرض نمازوں کے بعد سنتوں سے پہلے

دری تک دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۴۱) فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے دعائیں اللّٰهُمَّ أنت السّلام إلخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۶۶۴/۱۳۴۲ھ)

(۱) کلمہ آخر کا یعنی أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله کو بار بار پڑھتا رہے، یہ تشہد پر زیادتی نہیں، بلکہ تشہد ہی ہے، اس لیے اس کو دہرانے میں کوئی حرج نہیں، اور فقہاء کرام نے تشہد پر زیادتی سے منع فرمایا ہے، اس سے مراد قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا پڑھنا ہے، شامی میں ہے: قوله: (سکت اتّفاقاً) لأنّ الزّیادة علی التّشہد فی القعود الأوّل غیر مشروعة کما مرّ

فلا یأتی بشيء من الصّلوات والدّعاء (حوالہ سابقہ) محمد امین پالن پوری

(۲) ردّ المحتار: ۲/۲۲۰، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، قبیل فصل فی القراءة.

الجواب: ان ادعیہ واذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے، اور بعض فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض کے اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامِ إلخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے، اور نہ غرض اس سے تحدید ہے، اور اگر بعض فقہاء کی بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کی یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہاء بہ وجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں (۱) جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۰/۲)

(۱) ویکرہ تأخیر السنّة إلّا بقدر اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامِ إلخ قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال إلخ ويستحب أن يستغفر ثلاثاً وقرأ آية الكرسيّ والمعوذات إلخ ويدعو ويختم بسبحان ربك (الدر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۱۹، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة فصل کیفیّة صلاۃ، مطلب فيما لو زاد على العدد الوارد في التسبیح عقب الصلّٰة) ظفیر

(۲) والأوّلی: أن یأتی بهذه الأذکار قبل الرّواتب، فإنّه جاء في بعض الأذکار ما يدلّ على ذلك نصّاً، كقوله: ”مَنْ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ وَيُشَيِّ رَجُلِيهِ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرَبِ وَالصُّبْحِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إلخ“، وكقول الراوي: ”كَانَ إِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ يَقُولُ بِصَوْتِهِ الْأَعْلَى: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إلخ“ قال ابن عبّاس: ”كَنتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ“ وفي بعضها ما يدلّ ظاهراً، كقوله: ”دبر كلّ صلاة“.

وأمّا قول عائشة: ”كَانَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مَقْدَارَ مَا يَقُولُ: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، فيحتمل وجوهاً:

منها: أنّه كان لا يقعد بهيئة الصلّٰة إلّا هذا القدر، ولكنّه كان يتيامن، أو يتياسر، أو يقبل على القوم بوجهه، فيأتي بالأذکار، لئلاّ يظنّ الظّانّ: أنّ الأذکار من الصلّٰة.

ومنّها أنّه كان حيناً بعد حين: يترك الأذکار، غير هذه الكلمات، يعلمهم أنّها ليست فريضةً وإنّما مقتضى: ”كان“ وجود هذه الفعل كثيراً، لا مرّةً ولا مرتين، لا المواظبة.

والأصل في الرّواتب: أن يأتي بها في بيته، والسّرّ في ذلك كلّهُ أن يقع الفصل بين الفرض والنّوافل بما ليس من جنسهما، وأن يكون فصلاً معتدّاً به، يدرك بادی الرّأى، وهو

قول عمر رضي الله عنه لمن أراد أن يشفع بعد المكتوبة: ==

== ”اجلس فإنه لم يهلك أهل الكتاب إلا أنه لم يكن بين صلواتهم فصل“ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”أصاب الله بك يا ابن الخطاب!“ وقوله صلى الله عليه وسلم: ”اجعلوها في بيوتكم“ والله أعلم. (حجة الله البالغة مع رحمة الله الواسعة: ۳/۲۵۵)

تشریح: بہتر یہ ہے کہ مذکورہ اذکار سنتوں سے پہلے کر لیے جائیں، کیوں کہ بعض روایات میں اس کی صراحت ہے۔ جیسے عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص فجر اور مغرب کی نماز سے پھرنے اور پیر موڑنے سے پہلے کہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آخر تک“ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے کہتے تھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آخر تک“ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا پورا ہونا تکبیر سے پہچانا کرتا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی زور سے تکبیر کہتے تھے، اور بعض روایات بہ ظاہر اس پر دلالت کرتی ہیں، جن میں آیا ہے کہ ”ہر نماز کے پیچھے“ یہ اذکار کرے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تھے تو بس اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ کہیں: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمَنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكَتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ اس قول کی چند توجیہیں ہو سکتی ہیں:

پہلی توجیہ: صدیقہ کی مراد یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ہیئت پر صرف اتنی دیر بیٹھتے تھے۔ پھر نشست بدل لیتے تھے۔ دائیں جانب یا بائیں جانب یا مقتدیوں کی جانب رخ پھیر لیتے تھے تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ اذکار بھی نماز میں شامل ہیں۔

دوسری توجیہ: یا صدیقہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ گاہ بہ گاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر اذکار چھوڑ دیتے تھے، صرف اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ پڑھ کر اٹھ جاتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اس لیے کرتے تھے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اذکار فرض نہیں ہیں۔

اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ کان تو مواظبت پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ کان کا مقتضی یہ نہیں ہے، اس کا مفہوم کسی عمل کا بہ کثرت پایا جانا ہے، یعنی صرف ایک بار یا دو بار نہ پایا جانا۔

اور سنتوں میں اصل یہ ہے کہ ان کو گھر میں ادا کیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی مسجد میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مغرب پڑھی، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ نوافل پڑھ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ گھروں کی نماز ہے“ اور دوسری روایت میں ہے کہ ”لازم کرو تم اس نماز کو گھروں میں“ (مشکاۃ، حدیث: ۱۱۸۲، باب السنن) ==

سوال: (۳۴۲) بہشتی گوہر میں ہے: مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء، ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے، بلکہ مختصر دعا مانگ کر (ان سنتوں) (۱) کے پڑھنے میں مشغول ہو جاوے، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے (۲) یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟ (۱۳۴۲/۴۴۷ھ)

الجواب: اوفق بالا حادیث یہ صورت ہے جو کہ بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے فجر وعصر، ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے (۳) اور جن فرائض

== اور ان دونوں باتوں کی حکمت یعنی سلام پھیرتے ہی اذکار کرنے کی اور گھر جا کر سنتیں ادا کرنے کی یہ ہے کہ فرض اور نفل کے درمیان ایسی چیز سے فصل ہو جائے جو دونوں کی جنس سے نہ ہو، اور یہ کہ یہ فصل معتد بہ ہو، جو سرسری نظر ہی میں محسوس کر لیا جائے، ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے فرض نماز کے بعد متصلاً نوافل شروع کرنے چاہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکر کھڑے ہوئے، ان کا شانہ ہلایا اور فرمایا: ”اہل کتاب اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں رہا تھا“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عمر! اللہ تعالیٰ آپ کو صائب الرائے بنائیں“ یعنی آپ نے صحیح تنبیہ کی (مشکاۃ، حدیث: ۹۷۲) (رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجتہ اللہ البالغہ: ۳/۴۵۴-۴۵۵، باب (۱۰) نماز کے اذکار اور مستحب ہیئیں، سلام کے بعد ذکر و دعا)

(۱) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کی تصحیح اختری بہشتی گوہر سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) اختری بہشتی گوہر مع اختری بہشتی زیور، حصہ: ۱۱، ص: ۳۲-۳۳، فرض نماز کے بعض مسائل، مسئلہ نمبر: ۷۔

(۳) عن شمس الأئمة الحلواني أنه قال: لا بأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولى تأخير الأوراد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ما قال في الاختيار: كل صلاة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء بل يشتغل بالسنة كي لا يفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقعد مقدار ما يقول: اللهم أنت السلام الخ كما تقدم فلا يزيد عليه أو على قدره، ثم قال الكمال: ولم يثبت عنه صلى الله عليه وسلم الفصل بالأذكار التي يواظب عليها في المساجد في عصرنا من قراءة آية الكرسي والتسبيحات وأحواتها ثلاثاً وثلاثين وغيرها. (مراقبي الفلاح على نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوي: ۳۱۲-۳۱۳، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار)

کے بعد (سنتیں) (۱) ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کریں (۲) خواہ فصل بالآورد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں، اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے، پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرنا اور اس کا التزام کرنا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۷/۲)

سوال: (۳۴۳) فرضوں کے بعد دعا مانگنا جائز ہے (یا نہ؟) (۳) اگر جائز ہے تو کتنی دیر تک؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۸۰)

الجواب: دعا مانگنا تمام فرضوں اور نمازوں کے بعد جائز و مستحب ہے، جس قدر مناسب ہو دعا کریں، مگر جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد زیادہ دیر نہ کریں، دعا سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۱۰/۲)

فرض نماز کے بعد سنتوں میں کس قدر تاخیر کرنا چاہیے؟

سوال: (۳۴۴) امام کو بعد نماز فرض کس قدر مقدار سے آیت الکرسی پڑھتے رہنا چاہیے؟ امام دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے، کیا مقتدی کو اس کی پیروی لازم ہے یا دعا پڑھ کر سنت میں مشغول ہو جائے؟ (۱۳۳۸/۸۵۰)

الجواب: بعد فرض کے قبل سنت اگر آیت الکرسی و تسبیحات بعد الصلاة وغیرہ اوراد مختصرہ پوری کر کے سنت پڑھے، تو کچھ حرج نہیں ہے، اور وقت کی کچھ مقدار معین نہیں ہے، لیکن زیادہ (۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (سنتیں) کی جگہ سنن تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲۔

(۲) وفي الحجّة: الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنّة، ولا يشغل بأدعية طويلة كذا في التّارخانية. (الفتاوى الهندية: ۱/۷۷، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وقيمتها) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲۔

تاخیر نہ کرے (۱) اگر زیادہ اُوراد پڑھنے ہوں تو بعد سنت کے پورا کر لیوے، یہ بہتر ہے، اور امام اگر دیر تک بیٹھا پڑھتا رہے تو مقتدیوں کو اس کا اتباع لازم نہیں ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ خواہ فوراً یا کچھ پڑھ کر سنتیں پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۵/۲-۱۶۶)

مقتدی کا امام سے پہلے دعا مانگ کر چلا جانا کیسا ہے؟

سوال: (۳۳۵) نماز پڑھ کر امام سے پہلے دعا مانگ کر بھاگ جانا کیسا ہے؟ (۲۲۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)
الجواب: بے شک یہ فعل اگر بلا ضرورت شرعی ہو تو خلاف سنت اور مکروہ ہے، اور اس کی عادت کر لینا گناہ ہے۔ قال علیہ الصّلاة والسلام: إنّما جعل الإمام لیؤتمّ بہ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
اضافہ: فی المشکاة عن أنس رضي الله عنه أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم حضّهم على الصّلاة ونهاهم أن ينصرفوا قبل انصرافه من الصّلاة، رواه أبو داؤد. (مشکاة المصابيح، ص: ۸۸، کتاب الصّلاة، باب الدّعاء فی التّشہد، الفصل الثّانی)

(۱) ویکرہ تأخیر السنّة إلّا بقدر اللّهم أنت السّلام إلخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التّزيهية ارتفع الخلاف (الدّر المختار) فكان معناها أنّ الأولى أن لا یقرأ قبل السنّة ولو فعل لا بأس، فأفاد عدم سقوط السنّة بذلك، حتّى إذا صلّى بعد الأوراد تقع سنّة لا على وجه السنّة، ولذا قالوا: لو تكلم بعد الفرض لا تسقط، لكن ثوابها أقلّ فلا أقلّ من كون قراءة الأوراد لا تسقطها إلخ. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۱۱۸-۱۱۹، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، مطلب: هل يفارقه الملكان؟) ظفیر

(۲) عن عائشة أمّ المؤمنین رضي الله عنها أنّها قالت: صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فی بيته وهو شاكٍ، فصلّى جالساً وصلّى وراءه قوم قیاماً، فأشار إليهم أن اجلسوا، فلمّا انصرف قال: إنّما جعل الإمام لیؤتمّ به الحديث. (صحيح البخاري: ۹۵/۱، کتاب الأذان، باب إنّما جعل الإمام لیؤتمّ به، وفيه أيضاً عن أنس بن مالك رضي الله عنه: ۵۵/۱، کتاب الصّلاة، باب الصّلاة فی السّطوح والمنبر والخشب)

مگر یہ بیٹھنے کا حکم نماز کے دوران تھا اور وہ بھی مرض وفات کے واقعہ سے منسوخ ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

وقدوة المشائخ شيخ عبد الحق دهلوي در أشعة اللمعات: ص: ۴۴۷. فرمودہ: ”نہی کردازیں کہ برگردند پیش از برگشتن وے ﷺ از نماز خود چنانکہ پیشتر از حضرت سلام بدہند و از نماز برآیند یا بعد از سلام دادن پیشتر از اں کہ آں حضرت بر خیز و بر خیزند و بروند و منتظر ذکر و دعائیں نہی بر معنی اول تحریری است و بر ثانی تنزیہی“ (۱) انتہی۔ جمیل الرحمن (۱۶۸/۲)

بعد نماز لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بلند آواز سے کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۴۶) بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بہ آواز بلند کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۲۱۰۳)

الجواب: یہ بھی جائز ہے، لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۹/۲)

سلام کے بعد والی دعا میں مقتدی کی شرکت کا حکم

سوال: (۳۴۷) مقتدی کو امام کے سلام کے بعد دعا میں اقتداء و شرکت ضروری ہے یا مستحب؟ (۱۳۳۷/۱۰۵۴)

الجواب: مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۹۰/۲)

نماز پنج گانہ کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

اور چہرے پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے

سوال: (۳۴۸) بعد نماز پنج گانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا بدعت؟ زید نے دعا اس غرض سے ترک کردی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے، یہ فعل کیسا ہے؟ (۱۳۳۲/۱۱۹۲)

(۱) أشعة اللمعات: ص: ۲۰۸/۱، کتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الثاني.
(۲) وعن المغيرة بن شعبة رضي الله عنهما النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وحده لا شريك له الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۸۸، كتاب الصلوة، باب الذكر بعد الصلوة، الفصل الأول) ظفر

الجواب: نماز پنج گانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت نبویہ ہے، حصن حصین جو معتبر کتاب حدیث کی ہے اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں، ان کو دیکھ لیا جائے (۱) نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے (۲) پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۹۸-۱۹۹)

امام کی دعا پر مقتدی 'آمین' کہے یا اپنی دعا مانگے؟

سوال: (۳۴۹) بعد جماعت کے جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں، اس میں آمین کہنا چاہیے یا جو مرضی ہو دعا مانگے؟ (۳۲/۳۰۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو دعا چاہے مانگے، یہ ضرور نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے (۳) فقط (۲/۲۰۱)

عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۳۵۰) رسول اللہ ﷺ سے یا علماء سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں ہے؟ (۳۲/۸۳۲-۱۳۳۳ھ)

(۱) عن مالك بن يسار رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا سألتم الله فاسئلوه ببطون أكفكم ولا تسئلوه بظهورها، وفي رواية ابن عباس قال: سلوا الله ببطون أكفكم ولا تسئلوه بظهورها، فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم، رواه أبو داود.

وعن عمر رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه، رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، ص: ۱۹۵، كتاب الدعوات، الفصل الثاني) ظفیر

(۲) ودُبر الصلوات المكتوبات، ت، س (أي الترمذي والنسائي) (الحصن الحصين: ص: ۱۹، المنزل الأول، بيان أحوال الإجابة، المطبوعة: نول كشور، لكهنؤ)

(۳) ثم يسلم إلخ مع الإمام إلخ ويدعو ويختم بسبحان ربك (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲۱۱/۲ - ۲۱۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل كيفية صلاة) ظفیر

الجواب: أو کلکم یجد ثوبین (۱) وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریات صلاۃ یا امامت سے نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۸)

خشوع نہ ہونے کی صورت میں نماز کا اعادہ کیسا ہے؟

سوال: (۳۵۱) اگر نماز میں خشوع نہ ہو اور اعادہ کر لے تو کچھ حرج تو نہیں؟ یا غیر اللہ کا خیال آنے سے نیت توڑ دے؟ نفل میں ایسا کرنا کیسا ہے؟ (۳۳/۲۵۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اعادہ نہ کرے، اور نیت بھی نہ توڑے، ایسا کرنے سے شیطان کو زیادہ موقع و سوسہ کا ملتا ہے، اس لیے نفل میں بھی نہ کرے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۵)

ایک چٹائی پر مرد و عورت نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۵۲) ایک چٹائی پر مرد و عورت خواہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ برابر کھڑے ہو کر نماز ادا کریں، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ (۶۷۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر ہر ایک اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھتا ہے تو نماز صحیح ہے، مگر اجنبی عورت کے برابر کھڑا ہونا برا ہے (۳) اور اگر نماز میں شرکت ہے تو نماز نہ ہوگی۔ والتفصیل فی کتب

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نادى رجل النبي صلى الله عليه وسلم: فقال: أَيْصَلِّي أَحَدُنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ؟ فقال: أَوْ كُلَّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ. (الصَّحِيحُ لِمُسْلِمٍ: ۱/۱۹۸، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَصِفَةِ لِبْسِهِ)

(۲) فلو اشتغل قلبه بتفكر مسألة مثلاً في أثناء الأركان فلا تستحب الإعادة، وقال البقالي: لم ينقص أجره إلا إذا قصر. (رد المحتار: ۲/۸۵، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ شُرُوطِ الصَّلَاةِ، مَطْلَبُ فِي حُضُورِ الْقَلْبِ وَالْخُشُوعِ) ظفیر

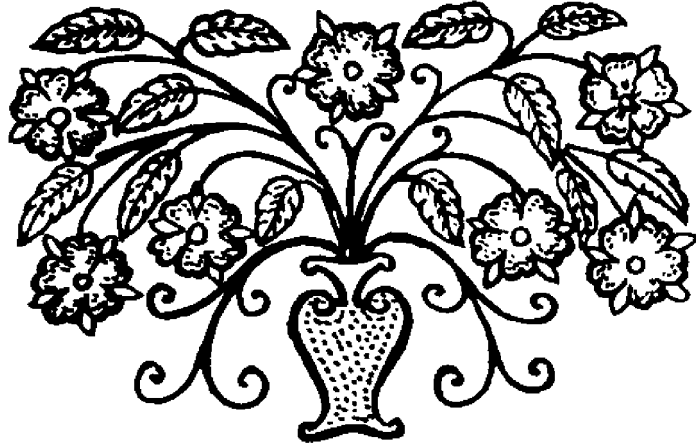
(۳) فمحاذاة المصلية لمصل ليس في صلاتها مكروهة لا مفسد (الدَّر المختار) قوله: (ليس في صلاتها) بأن صلياً منفردین أو مقتدياً أحدهما بإمام لم يقتد به الآخر شرح المنية. (الدَّر المختار و رد المحتار: ۲/۲۷۳، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْإِمَامَةِ، مَطْلَبُ فِي الْكَلَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ) ظفیر

الفقه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۱-۱۸۲)

جو شخص قرآن نہ پڑھ سکتا ہو وہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال: (۳۵۳) جو شخص نماز نہ سیکھ سکے، وہ کیا کرے؟ (۱۰۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قراءت سیکھنے کی کوشش کرتا رہے، اور افعال صلاۃ ادا کرتا رہے، اور چاہیے کہ امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہو کر نماز ادا کرے، جب قراءت وغیرہ سیکھ لے اس وقت نماز باقاعدہ پڑھے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۰۹)



(۱) وإذا حاذته ولو بعضو واحد..... امرأة ولو أمة مشتهاة إلخ ولا حائل بينهما في صلاة إلخ مطلقة..... مشتركة..... تحريمه..... وأداء إلخ فسدت صلاته. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۷۰-۲۷۴، باب الإمامة) ظفیر

(۲) وذكر التمر تاشي يجب أن لا يترك الأمي اجتهاده آناء ليله ونهاره ليتعلم قدر ما يجوز به الصلاة فإن قصر لم يعدر عند الله تعالى. (غنية المستملي، ص: ۴۲۸، فصل في الإمامة)

ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه وكذا في حق القراءة هو الصحيح لتعذر الواجب فلا يلزم غيره إلا بدليل، فتكفي النية لكن ينبغي أن يشترط فيها القيام. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۱۵۹-۱۶۰، كتاب الصلاة، باب آداب الصلاة، مطلب في حديث: الأذان جزم) ظفیر

نماز کے آداب

تشہد کی حالت میں نگاہ کہاں رکھیں؟

سوال: (۳۵۴) تشہد کی حالت میں کس جگہ نگاہ رکھیں؟ (۱۰۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: آداب نماز میں سے ہے کہ حالت قیام میں سجدہ کی جگہ نظر رکھے، اور حالت رکوع میں پشت قدم کی طرف، اور حالت سجدہ میں ناک کے کنارہ کی طرف، اور حالت قعود و تشہد میں اپنی گود کی طرف الخ (۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰۸-۲۰۹)

بیٹھ کر نماز پڑھے تو حالت قعود و رکوع میں نگاہ کہاں رکھے؟

سوال: (۳۵۵) جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے وہ بیٹھنے کی حالت میں اپنی نظر کس جگہ رکھے؟ اور جب رکوع کرے تو کہاں نظر کرے؟ (۲) (۱۱۴۳/۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھنے کی حالت میں اس کے لیے فقہاء نے یہ مستحب لکھا ہے کہ حجر کی طرف نظر کرے اور حجر کے معنی کئی ہیں، گود کے بھی ہیں اور پہلو وغیرہ کے ہیں، اور شامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ اپنا کرتہ وغیرہ جو سامنے ہے اس کو دیکھے، غرض یہ ہے کہ جس میں خشوع حاصل ہو اور ایک طرف نظر ہو اور ادھر ادھر نہ ہو وہ امر کرے، اور یہ بھی شامی میں ہے کہ اندھیرے میں اور نابینا

(۱) نظره إلى موضع سجوده حال قيامه وإلى ظهر قدميه حال ركوعه وإلى أرنبة أنفه حال سجوده وإلى حجره حال قعوده. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۳/۲-۱۵۵، کتاب الصلاة آداب الصلاة) ظفیرؒ

(۲) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

آدمی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا خیال کرے (۱) اس کے بعد واضح ہو کہ فقہاء نے بیٹھے ہوئے نماز پڑھنے کے لیے بحالت رکوع کوئی مقام نظر کے لیے معین نہیں کیا، لہذا اس کے لیے یہی مستحب ہوگا کہ رکوع میں جہاں نظر پڑے وہیں نظر رکھے اور متوجہ الی اللہ ہو، اصل حکم یہی ہے کہ تمام نماز اس طرح پڑھے گویا اللہ کود دیکھتا ہے۔ کما ورد: أن تعبد الله كأنك تراه الحديث (۲) (۲/۲۱۴-۲۱۵)

نماز میں سجدہ افضل ہے یا قیام؟

سوال: (۳۵۶) نماز میں سجدہ افضل ہے یا نہیں؟ (۱۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نماز میں سجدہ و رکوع و قیام سبھی فرض ہیں (۳) بعض اعتبار سے سجدہ افضل ہے، اور بعض اعتبار سے قیام افضل ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۵۱)

(۱) نظره إلى موضع سجوده حال قيامه إلخ و إلى حجره حال قعوده (الدر المختار) قوله: (وإلى حجره)..... ما بين يديك من ثوبك قاموس، وقال أيضاً: الحجر مثلثة: المنع وحضن الإنسان، والمناسب هنا الأول لأنه فسر الحضن بما دون الإبط إلى الكشح أو الصدر والعضدان إلخ، قوله: (لتحصيل الخشوع) علة للجميع لأن المقصود الخشوع وترك التكلف إلخ، وإذا كان في الظلام أو كان بصيراً يحافظ على عظمة الله تعالى لأن المدار عليها. (الدر المختار) ورد المختار: ۱۵۴/۲-۱۵۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة (ظفير)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: فأخبرني عن الإحسان، قال: أن تعبد الله كأنك تراه الحديث. (مشكاة المصابيح: ص: ۱۱، كتاب الإيمان، الفصل الأول)

(۳) من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائماً إلخ، ومنها القيام بحيث لو مدّ يديه لا ينال ركبتيه إلخ في فرض إلخ لقادر عليه إلخ، ومنها القراءة لقادر عليها إلخ، ومنها الركوع إلخ، ومنها السجود إلخ. (الدر المختار مع رد المختار: ۱۱۲/۲-۱۱۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة (ظفير)

(۴) وكثرة الركوع والسجود أحب من طول القيام كما في المجتبى إلخ وإن مذهب الإمام أفضلية القيام. (أيضاً: ۲/۳۹۷-۳۹۸، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في السنن والنوافل (ظفير)

قراءت کا بیان

اگر آمین اس طرح کہے کہ ایک دو آدمی سن لیں تو کیسا ہے؟

سوال: (۳۵۷) اگر کوئی شخص نماز میں آمین ایسے طور سے کہے ایک دو آدمی قریب کے سن لیں، تو عندالاحناف نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟ (۱۹۴۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عندالحنفیہ آمین آہستہ کہنا سنت ہے، لیکن اگر ایک دو آدمی برابر کے سن لیں تو وہ جہر نہیں، وہ بھی آہستہ میں داخل ہے۔ کما قال فی درّ المختار: وأدنی المخافتة إسماع نفسه ومن بقربه ولو سمع رجل أو رجلان ؛ فليس بجهر إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۶۲/۲)

بلند آواز سے آمین کہنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۵۸) {ہم} (۲) مسلمانان حنفی نے پیش امام سے سوال کیا کہ کیا ہم حنفی بھی بہ آواز بلند آمین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ ہاں کہہ سکتے ہو۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں؟

(۱۳۳۶-۳۵/۵۶۲ھ)

الجواب: یہ جواب اس امام کا صحیح نہیں ہے جب کہ عندالحنفیہ آمین کو آہستہ کہنا اور اخفاء کرنا

(۱) الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۲۳-۲۲۴، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل فی القراءة، مطلب فی الکلام علی الجهر والمخافتة.

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا ہے۔ ۱۲

سنت ہے تو امر خلاف سنت کا امر کرنا امام مذکور کو درست نہیں ہے اور حنفیوں کو یہ حکم ماننا اس امام کا درست نہیں ہے، بلکہ آمین آہستہ کہنی چاہیے، جیسا آیت: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۵۵) اور حدیث اخفاء آمین سے ثابت ہے (۱) اور آمین بالجہر کی تاویل کی گئی ہے کہ یا بغرض تعلیم ہے کما ثبت عنه علیہ السلام الجہر بالقراءة فی بعض الصلوات الّتی یقرأ فیہا سرّاً، یا محمول ہے ابتداء پر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳/۲۷۰)

نمازوں میں آمین آہستہ کہنا مسنون ہے

سوال: (۳۵۹) آمین آہستہ کہنا مسنون ہے یا جہر سے؟ (۲۳۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: آمین آہستہ کہنا مسنون ہے حنفیہ کے نزدیک (۲) عن علقمة بن وائل رضی اللہ عنہ عن أبیہ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ فقال: آمين وخفض بها صوته، ولما اختلف في الحديث عدل صاحب الهداية إلى ما روى عن ابن مسعود أَنَّهُ كَانَ يَخْفِي فَإِنَّهُ يَفِيدُ أَنَّ الْمَعْلُومَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْإِخْفَاءُ. قلت: مع أَنَّهُ الْأَصْلُ فِي الدَّعَاءِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ وَلَا شَكَّ أَنَّ آمِينَ دَعَاءٌ، فَعِنْدَ التَّعَارُضِ تَرْجَحُ الْإِخْفَاءُ بِذَلِكَ وَبِالْقِيَاسِ عَلَى سَائِرِ الْأَذْكَارِ وَالْأَدْعِيَةِ وَلِأَنَّ آمِينَ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ إِجْمَاعًا، فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ صَوْتُ الْقُرْآنِ كَمَا لَا يَجُوزُ كِتَابَتُهُ فِي الْمَصْحَفِ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۷۷)

(۱) عن وائل عن حجر رضي الله عنه قال: صَلَّى بنا رسول الله صَلَّى الله عليه وسلم، فلَمَّا قَرَأَ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قال: آمين، وأخفى بها صوته الحديث. (آثار السنن: ۹۶/۱، كتاب الصلاة، باب ترك الجهر بالتأمين، المطبوعة: أحسن المطابع، عظيم آباد) ظفیر

(۲) وأَمَّن الإمام سرّاً كما موم ومنفرد. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۲-۱۷۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) ظفیر

(۳) اس عبارت کا حوالہ ہمیں نہیں ملا۔

بلند آواز سے آمین کہنا مسنون نہیں

سوال: (۳۶۰) آمین آواز سے کہنا کیسا ہے؟ (۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: آمین بالجہر حنفیہ کے نزدیک مسنون نہیں ہے (۱) جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:
﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۶)

آمین اور تحمید میں جہر کرنا خلاف سنت ہے

سوال: (۳۶۱) اگر کوئی مقتدی حنفی آمین بالجہر کہے یا ربنا لك الحمد بلند آواز سے کہے، تو نماز اس کی بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵/۱۳۳۲ھ)

الجواب: قال في الدر المختار في بيان سنن الصلاة: والثناء والتعوذ، والتسمية، والتأمين وكونهن سرا إلخ (۲) وفيه أيضا: وكذا بالتسميع والسلام، وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه إلخ (۲) وفيه أيضا: ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل إساءة إلخ، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة (۳) وفي الشامي: الإساءة أفحش من الكراهة إلخ (۳) ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ جہر بالتأمين والتحميد عند الحنفیہ خلاف سنت ہے، اور مرتکب اس کا مسیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۹۷-۱۹۸)

آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے آمین بالجہر وبالاخفاء ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۶۲) رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ سے آمین بالجہر و آمین بالاخفاء ثابت ہے یا نہیں؟ (۴۰۳/۳۳-۱۳۳۳ھ)

(۱) حوالہ اگلے جواب میں آ رہا ہے۔ ۱۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۱/۲-۱۵۲، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام.

(۳) الدر المختار ورد المحتار: ۱۳۹/۲-۱۵۰، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في قولهم الإساءة دون الكراهة.

الجواب: احادیث میں آمین بالجہر اور آمین بالانخفاء دونوں مروی ہیں، (صحابہ) (۱) اور ائمہ مجتہدین میں بعض نے آمین بالجہر کو رائج فرمایا ہے، اور بعض نے آمین بالسر کو رائج فرمایا (۲) چنانچہ امام ابوحنیفہؒ آمین بالسر کو سنت فرماتے ہیں، اور آمین بالجہر کو تعلیم اور ضرورت پر محمول فرماتے ہیں، جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے نماز سری میں کوئی آیت جہر سے پڑھی کہ مقتدیوں کو معلوم ہو جاوے کہ آپ فلاں سورت پڑھ رہے ہیں، اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۵۵) والبحث فیہ طویل (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۲/۲-۲۶۳)

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) عن وائل بن حجر رضي الله عنه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ: ﴿ولا الضَّالِّينَ﴾ قال : آمين ، رفع بها صوته . رواه أبو داود والترمذي وآخرون وهو حديث مضطرب .

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته ، وقال : آمين . رواه الدارقطني والحاكم وفي إسناده لين . (آثار السنن: ۹۲-۹۳، باب الجهر بالتأمين)

قال عطاء : آمين دعاء ، وقد قال الله تعالى : ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا يقول : لا تبادروا الإمام إذا كبر فكبروا وإذا قال: ﴿ولا الضَّالِّينَ﴾ فقولوا : آمين ، وإذا ركع فاركعوا إلخ ، رواه مسلم. قال التيموي: يستفاد منه أنَّ الإمام لا يجهر بآمين . (آثار السنن: ۹۲/۱-۹۵) وعن وائل بن حجر رضي الله عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرأ: ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضَّالِّينَ﴾ قال : آمين وأخفى بها صوته رواه أحمد والترمذي وأبو داود وآخرون وإسناده صحيح وفي متنه اضطراب . (آثار السنن: ۹۶-۹۹، باب ترك الجهر بالتأمين ، المطبوعة : أحسن المطابع ، عظيم آباد) ظفر

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'طویل' کے بعد فاکتف علیٰ هذا الدلیل ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں یہ عبارت نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

آمین بالجہر وبالسری تحقیق

سوال: (۳۶۳) آمین بالجہر اور بالاخفاء میں تحقیق کیا ہے؟ اور اگر غیر مقلدین آمین بالجہر کہیں تو حنفیوں کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اس (کے) (۱) بارے میں حنفیوں اور غیر مقلدوں میں ہمیشہ جھگڑا رہتا ہے؟ حنفیہ کہتے ہیں کہ مسجد بانٹ دی جاوے؛ غیر مقلدین ہماری مسجد میں نہ آویں، اور غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مسجدیں نہ بانٹی جائیں، اس صورت میں کیا حکم ہے؟
(۱۳۳۳ھ/۱۲۱۴-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ آمین کو آہستہ کہنا چاہیے، فقہائے حنفیہ اخفائے آمین کو مسنون فرماتے ہیں، اور حدیث میں اخفائے آمین بھی وارد ہوا ہے۔ شرح منیہ میں ہے: وقد روي أحمد وأبو يعلى والطبراني والدارقطني والحاكم في المستدرک من حديث شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر بن العنبر عن علقمة بن وائل عن أبيه: أنه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما بلغ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قال: 'آمين' وأخفى بها صوته، وقال الشافعي وأحمد: يجهر الإمام والمأموم بـ 'آمين'، لما روى ابن ماجة: كان عليه الصلاة والسلام إذا تلا: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قال: 'آمين'، حتى يسمع من في الصف الأول فيرتج المسجد، قلنا: تعارض روايتا الجهر والإخفاء في فعله، فيرجح الإخفاء بإشارة قوله: 'فإن الإمام يقولها' وبأنه الأصل في الدعاء، وآمين دعاء فإن معناه استجب إلخ (۲) اس عبارت سے واضح ہے کہ علمائے حنفیہ حدیث اخفائے آمین کو ترجیح دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک سنت اخفائے آمین ہے، مگر چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے لہذا حنفیہ کو بھی تعصب نہ کرنا چاہیے، غیر مقلدین کے آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، لیکن غیر مقلدوں کو بھی تعصب نہ کرنا چاہیے، ہر گاہ اخفائے آمین بھی حدیث شریف میں وارد ہے، اور وہ رائج بھی ہے، تو اپنے خیال پر ہٹ کیوں کرتے ہیں؟

(۱) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) غنیۃ المستملی، ص: ۲۶۹، فصل فی صفة الصلاة .

رہا یہ کہ حنفیہ کی مسجدوں میں غیر مقلدین کا آنا اگر موجب فساد وقت نہ ہو، تو ان کو روک دیا جاوے کہ حنفیوں کی مسجدوں میں نماز نہ پڑھیں جیسا کہ روافض کو روک سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۰-۲۱۱)

آمین بالسر کی حدیث کس درجہ کی ہے؟

سوال: (۳۶۴) مخالفین کہتے ہیں کہ احادیث آمین بالخفاء معلول و مجروح (معلوم ہوتی) (۱) ہیں، لہذا آمین بالجہر کہنا اولیٰ ہے، اور کہتے ہیں کہ خود حنفیہ نے کہا ہے کہ آمین بالجہر احادیث قویہ سے ثابت ہے، اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟ امید کہ کوئی حدیث قوی تحریر فرمائیں، اور باعث ترجیح بھی تحریر فرمائیں۔ (۱۹۷۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: حدیثیں دونوں طرح کی موجود ہیں، یعنی اخفاء و جہر دونوں قسم کی احادیث موجود ہیں، لیکن احادیث اخفاء کو ترجیح ہے بہ سبب قول اللہ تعالیٰ کے ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۵۵) اور حدیث صحیح بھی موجود ہے: اِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ اَصَمًّا وَلَا غَائِبًا (۲) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے: اربع يخفين الإمام و ذكر من جملتها التَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَآمِينَ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۹)

فرائض میں آمین اور دوسرے دعائیہ کلمات کا

سورتوں کے آخر میں کہنا درست نہیں

سوال: (۳۶۵) علاوہ آخر سورہ فاتحہ میں آمین بہ (صوت) (۴) خفی کہنے کے سورہ بقرہ کے

- (۱) قوسین والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ اور درست کیے گئے ہیں۔ ۱۲
- (۲) عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: كنّا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فجعل الناس يجهرون بالتكبير، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس! أربعوا على أنفسكم إناكم لا تدعون الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۱، كتاب أسماء الله تعالى، باب ثواب التسبيح والتحميد إلخ، الفصل الأول.
- (۳) الهداية: ۱/۱۰۳، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة.
- (۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (صوت) کی جگہ ”صورت“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

آخر میں آمین، بنی اسرائیل کے آخر میں تکبیر، سورہ مُلک کے آخر میں اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ رَبَّ الْعَالَمِينَ، سورہ قیامۃ والمرسلات والتین کے (اواخر) (۱) میں کلمات مشہورہ مسنونہ، سورہ والضّحیٰ سے آخر قرآن تک ہر سورت کے آخر میں تکبیر، بعض آیات کے آخر میں کچھ الفاظ بہ طریق مسنون اثنائے تلاوت کہے جاتے ہیں، جیسے سورہ طہ میں ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا و اِيْمَانًا و يَقِيْنًا فرمایا کرتے تھے (۲) وغیرہ وغیرہ، پس نماز ہائے فریضہ و نافلہ میں امام و منفرد یہ کلمات عند الاحناف آہستہ مثل آمین سورہ فاتحہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۳۳۷/۶۲۷ھ)

الجواب: عند الحنفیہ یہ اذکار نوافل میں یا منفرداً خارج عن الصلاۃ پر محمول ہیں، فرائض و جماعت نفل میں درست نہیں ہے۔ کذا فی شرح المنیۃ: لا بأس للمتطوّع المنفرد أن يتعوّذ باللّٰه من النار إلخ وإن كان المصلّي المنفرد في الفرض يكره له ذلك إلخ ، وأما الإمام والمقتدي فلا يفعل ذلك السؤال والتعوّذ لا في الفرض ولا في النفل إلخ (۳) (صفحہ: ۳۲۵ شرح منیہ کبیری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۵)

آیات کا جواب نماز میں دینا درست نہیں

سوال: (۳۶۶) غیر مقلد جو آیات کا جواب دیتے ہیں مثلاً سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ کا جواب سبحان ربیّ الاعلیٰ دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: مذکورہ فی السؤال کا جواب عند الحنفیہ نماز میں دینا جائز نہیں ہے، جواب نہ دینا چاہیے البتہ خارج نماز سے اگر کوئی آیت مذکورہ پڑھے تو جواب دینا مسنون و مستحب ہے، اور حضور سرور عالم

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (اواخر) کی جگہ ”آخر“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) وکان ابن مسعود رضي الله عنه إذا قرأ هذه الآية قال : اللّٰهُمَّ زِدْنِي اِيْمَانًا و يَقِيْنًا .

(معالم التنزيل : ۳/۲۱ ، تفسير سورة طه ، الآية : ۱۱۴)

(۳) غنية المستملی، ص: ۳۱۱ ، فصل في صفة الصّلاة .

ﷺ سے اکثر یہ جوابات خارج صلاۃ میں ہی منقول ہیں (۱) نماز میں اگر کہیں وارد ہے تو وہ تعلیم کے لیے ہے یا ابتدائے اسلام میں تھا جب تک کہ نماز میں زیادہ قیود نہ تھے، مثلاً باتیں کر لیتے تھے، اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں جلدی پڑھ کر امام سے مل جاتے تھے وغیرہ وغیرہ، رفتہ رفتہ یہ امور ممنوع ہو گئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۴-۲۵۵)

بلند آواز سے آمین کہنے والے کی جماعت میں شرکت کا حکم

سوال: (۳۶۷) ہم مذہب حنفی کے ہمراہ شامل صف نماز ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے لیے موجب فساد نماز یا کراہت نماز ہے یا نہیں؟ اگر باعث کراہت ہے تو کونسی کتاب میں لکھا ہے؟ (۳۳/۲۱۰۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: فساد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۹۶)

آمین بالجہر اور رفع یدین سنت ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۶۸) آمین بالجہر و رفع یدین سنت ہے کہ نہیں؟ (۳۳/۲۱۰۲-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک یہ سنت نہیں، بلکہ آہستہ آمین کہنا اور رفع یدین نہ کرنا سنت ہے (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۹۶)

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما أنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَرَأَ "سُبْحَ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى" قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، رواه أحمد و أبو داود. (مشكاة المصابيح: ۸۱، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الثاني)

قال المظهر: عند الشافعي يجوز مثل هذه الأشياء في الصلاة وغيرها، وعند أبي حنيفة لا يجوز إلا في غيرها، قال التورپشتي وكذا عند مالك يجوز في النوافل اهـ. (مرقاۃ المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۵۳۹/۲، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۸۵۹)

(۲) وأمن..... الإمام سرّاً كمأموم ومنفرد إلخ (۲/۱۷۱-۱۷۲) وفيه أيضاً: ولا يسنّ..... رفع يديه إلّا في..... تكبيرة افتتاح إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸۹/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة) ظفير

بلند آواز سے آمین کہنے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال: (۳۶۹) بعض معلم کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے بعد آمین پکارنا ناجائز ہے، اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی ناجائز ہے، جو حکم شرعاً ہو تحریر فرماویں، اور ہاتھ کہاں باندھیں؟ (۱۳۳۵/۱۲۸۸ھ)

الجواب: امام کے پیچھے بے شک سورہ فاتحہ نہ پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حدیث صحیح مسلم میں ہے: **وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا (۱)** کہ جب امام پڑھے تم چپ رہو، اور ہاتھ زیر ناف باندھے، کما ظاہر فی الحدیث اور آمین بالجہر نہ کہیں، آہستہ کہیں **لأنه دعاء، والدعاء بالإخفاء، قال الله تعالى: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۵۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۹)**

فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تحقیق

سوال: (۳۷۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین (۲) مندرجہ ذیل طریق سے نماز پڑھنے کے بارے میں از روئے قرآن و حدیث و فعل صحابہ رضی اللہ عنہم:

(الف) خلف امام سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(ب) آمین بلند آواز سے پکارنا۔

(ج) رفع یدین کرنا۔

(د) ہاتھ سینہ پر باندھنا، بیٹوا تو جروا (۱۳۳۶-۳۵/۱۳۷۱ھ)

الجواب: (الف) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا کوئی سورت پڑھنا نص قطعی اور احادیث صحیحہ سے ممنوع ہے، قرآن شریف میں ہے: **﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا الْآيَةَ﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۲۰۴) اور حدیث مسلم میں ہے: وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا (۱) اور دوسری روایات میں**

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاۃ کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔

من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة الحديث (۱) أو كما قال صلى الله عليه وسلم .
 (ب) آمین میں اخفاء مسنون و مستحب ہے، اگرچہ پکار کر کہنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے، لیکن طریق سنت یہ ہے کہ آمین کو آہستہ کہا جائے، لائنہ دعاء و قال اللہ تعالیٰ: ﴿ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً ﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۵۵) والأحاديث متعارضة فتعين المصير إلى الأصل وهو الإخفاء (۲)

(ج) رفع یدین سوائے تکبیر افتتاح کے منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ روایت کان فترك (۳) اس پر دال ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: عن علقمة قال: قال لنا ابن مسعود رضي الله عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلّي، ولم يرفع يديه إلا مرة واحدة مع تكبير الافتتاح (۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر فعل آپ کا ترک رفع یدین ہے سوائے تکبیر افتتاح کے۔

(د) ہاتھ نیچے ناف کے باندھنے چاہئیں، قال في الهداية: ويعتمد بيده اليمنى على اليسرى تحت السرّة لقوله عليه السلام: إنّ من السنّة وضع اليمين على الشمال تحت السرّة إلخ، ولأنّ الوضع تحت السرّة أقرب إلى التعظيم (۵) وفي حديث إبراهيم النخعي ما يدلّ عليه روى أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم النخعي أنّ النبيّ صلى الله عليه وسلم (۱) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة. (آثار السنن ۱/ ۸۷، كتاب الصلاة، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهرية)

(۲) تعارض روایتا الجهر و الإخفاء في فعله، فيرجح الإخفاء بإشارة قوله فإن الإمام يقولها وبأنّه الأصل في الدّعاء و آمین دعاء فإن معناه استجب. (غنية المستملي، ص: ۲۶۹، فصل في صفة الصّلاة)

(۳) اس روایت کا حوالہ ہمیں نہیں ملا۔

(۴) مشکاة المصابيح، ص: ۷۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصّلاة، الفصل الثالث.

(۵) الهداية: ۱/ ۱۰۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصّلاة.

كان يعتمد بيده اليمنى على اليسرى تواضعاً إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۸۸-۱۸۷/۲)

سوال: (۳۷۱) آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین حنفیہ کے نزدیک جائز ہے

یا نہیں؟ اور ان مسائل میں حنفیہ کے دلائل کیا ہیں؟ (۲) (۱۵۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (۱) آمین بالجہر (۲) اور فاتحہ خلف الامام (۳) اور رفع یدین عند الحنفیہ جائز نہیں، اور

دلائل ان مسائل کے حنفیہ کے پاس بہت ہیں، اور آیات اور احادیث اس بارے میں موجود ہیں جو

بہت سی کتابوں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں، آمین کے بارے میں وأخفى بها صوته (۳)

وارد ہے، اور قراءت خلف الامام کی ممانعت میں وإذا قرأ فأنصتوا، مسلم کی روایت میں موجود

ہے (۴) اور رفع یدین کے بارے میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے، قال لنا

ابن مسعود رضي الله عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

فصلی، ولم يرفع يديه إلا مرة واحدة مع تكبير الافتتاح (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۱۲/۲)

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں

سوال: (۳۷۲) قراءت خلف الامام میں کیا قول ہے؟ (۱۳۳۵/۲۴۶ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت فاتحہ جائز نہیں ہے۔ عن أنس رضي الله

عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثم أقبل بوجهه، فقال: أتقرؤون

(۱) تلاش بسیار کے باوجود ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے: بدلیل ما

روى أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم النخعي أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرنا أن نأخذ

شمائلنا بأيماننا، فحينئذ يكون الحديث موافقاً للمدعى. (الهداية مع الدراية: ۱۰۲/۱، كتاب

الصلاة، باب صفة الصلاة، رقم الهامش: ۱۸)

(۲) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۴) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۵) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۰) کے چھٹے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

والإمام يقرأ ؛ فسألهم ثلاثاً، فقالوا: إِنَّا لنفعل هذا ، قال : فلا تفعلوا. قال عليّ رضي الله عنه: من قرأ خلف الإمام فليس على الفطرة. عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: يكفيك قراءة الإمام. (قال أبو جعفر:) فهو لآء جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، قد أجمعوا على ترك القراءة خلف الإمام (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۷، اور ۲/۲۵۳) (۲)

سوال: (۳۷۳) امام کے پیچھے قراءت جائز ہے یا نہیں؟ (۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب میں (امام کے پیچھے) (۳) مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنا ممنوع ہے (۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ضروری فرماتے ہیں، مگر خفیوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب اس بارے میں اختیار کرنا جائز نہیں ہے، حدیث مسلم شریف میں (ہے) (۳): وإذا قرأ فأنصتوا (۵) یعنی جب امام پڑھے تو چپ رہو، دوسری حدیث میں ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۶)

سوال: (۳۷۴) امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام کے پیچھے الحمد اور سورت کچھ نہ پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/۱۵۹-۱۶۰ کتاب الصلّٰة ، باب القراءة خلف الإمام .
(۲) یہ سوال و جواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۲/۲۵۳، سوال نمبر: ۴۶۹ کے بیچ مکرر ہونے کی وجہ سے ایک کو حذف کر دیا ہے۔

(۳) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۴) والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة في السريّة اتفاقاً فإن قرأ کرہ تحریمًا بل يستمع إذا جهر ، وينصت إذا أسر لقول أبي هريرة رضي الله تعالى عنه كنّا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (الدّر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۵-۲۳۶ کتاب الصلّٰة ، باب صفة الصلّٰة ، مطلب : السنّة تكون سنّة عين وسنّة كفاية) ظفیر

(۵) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلّٰة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۶) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلّٰة کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

وَإِذَا قُرَأَ فَانصِتُوا (۱) اور دوسری حدیث میں ہے: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۶)

سوال: (۳۷۵) امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہاتھ تحت السّرة یا فوق السّرة باندھنا چاہیے؟ تحت السّرة باندھنے پر بعض غیر مقلدین اعتراض و طعن کرتے ہیں۔
(۳۲/۲۲۹-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام کے پیچھے الحمد وغیرہ جملہ قراءت کی ممانعت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۲۰۴) وفي حدیث مسلم: وَإِذَا قُرَأَ فَانصِتُوا الحدیث (۱) اور حدیث صحیح ہے: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً (۲)

اور فوق السّرة اور تحت السّرة ہاتھ باندھنے کی دونوں طرح کی حدیث موجود ہیں، کسی امام نے کسی پر عمل کیا اور کسی نے کسی پر، اعتراض کسی پر نہیں ہو سکتا، ایضاح الادلہ منگا کر اس میں یہ سب مسائل (۳) اور ان کی احادیث دیکھ لیجیے (مولوی سید اصغر حسین صاحب مدرس مدرسہ دیوبند سے بذریعہ وی پی طلب فرما لیجیے) (۴) بہت کام کی کتاب ہے، اور غیر مقلدوں کے جواب میں بے مثل ہے، ہر ایک مسئلہ خلائی میں احادیث نقل کی ہے، اور امام صاحب کی مؤید احادیث مفصل نقل فرمائی ہیں (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۷)

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاۃ کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲
(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاۃ کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲
(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'مسائل' کے بعد 'موجود ہیں' تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'موجود ہیں' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۵) ایضاح الادلہ (مطبوعہ: شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، ص: ۹۱-۱۱۲ بہ عنوان: 'نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟') میں یہ بحث مع دلائل عقلیہ و نقلیہ مفصل موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

سوال: (۳۷۶) مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ بغیر فاتحہ کے نماز مقتدی کی نہیں ہوتی، اور بعض صاحب فرماتے ہیں کہ امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے، صحیح کیا بات ہے؟ اور مقتدی کو قراءت کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۳۲/۱۱۷۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو صاحب یہ فرماتے ہیں کہ امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے ان کا قول صحیح ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنا نہ چاہیے، امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے، حدیث شریف میں ہے: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة (۱) دوسری حدیث میں ہے: وإذا قرأ فأنصتوا إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۰)

سوال: (۳۷۷) قراءت فاتحہ خلف الامام جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو کیا دلیل ہے؟ (۲۹/۶۹۸-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قراءت فاتحہ خلف الامام نزد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جائز نیست، لقولہ علیہ السلام: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة (۱) (رواہ الطحاوی والإمام محمد فی موطأہ وإسناده صحيح كما في آثار السنن) (۳) وقولہ علیہ السلام: إذا قرأ فأنصتوا الحديث. رواه مسلم وغيره (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند (۴) (۲/۲۶۷)

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲
(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲
(۳) قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ مفتی ظفیر الدین نے بڑھائی ہے؛ رجسٹر میں نہیں ہے۔
(۴) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدین نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے:

ويكره عندهما لما فيه من الوعيد ويستمع وينصت (الهداية: ۱/۱۲۱، قبيل باب الإمامة)
قال العلامة بدر الدين العيني في شرح الهداية: وفي شرح التاويلات عن سعد بن أبي وقاصٍّ مَنْ قرأ خلف الإمام لا صلاة له، وروى أيضًا نهى عن ذلك جماعة من الصحابة (البنية شرح الهداية: ۱/۱۲-۱۳ كتاب الصلاة، فصل في القراءة، المطبوعة: منشي نول كشور). جميل الرحمن

ترجمہ: الجواب: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے کہ جس کے لیے امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے، اور آنحضرت ﷺ کے فرمانے کی وجہ سے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اس کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۷۸)..... (الف) کسی حدیث سے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا قراءت فاتحہ خلف الامام کو منع کرنا؟

(ب) رسول اللہ ﷺ کا نماز میں آمین آہستہ کہنا یا خدا تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کا آمین بالجہر سے منع کرنا؟

(ج) رسول اللہ ﷺ کا نماز میں زیناف ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ باندھنے سے منع کرنا؟

(د) رسول اللہ ﷺ کا وتروں میں رفع یدین کرنا یا کرنے کی اجازت دینا؟

(۱۳۱۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: (الف) اللہ تعالیٰ نے بھی منع فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۲۰۴) وفي حدیث مسلم: وَإِذَا قُرَأَ فَأَنْصِتُوا (۱)

(ب) اخفائے آمین کا حکم اولاً قرآن شریف سے مفہوم ہوتا ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۵۵) اور حدیث کے الفاظ: وخفض وأخفى به صوته (۲) وغیرہ وارد ہیں،

(۱) وفي حدیث جریر عن سليمان عن قتادة من الزيادة: وَإِذَا قُرَأَ فَأَنْصِتُوا. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۷۴، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة ومشكاة المصابيح، ص: ۷۹، باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول)

(۲) عن علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ آمين، وخفض بها صوته (جامع الترمذي: ۱/۵۸، أبواب الصلاة، باب ما جاء في التامين)

وعن وائل عن حجر رضي الله عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما قرأ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قال: آمين،

جو نص ہیں اخفائے آمین پر، اور روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو ہدایہ میں مذکور ہے وہ بھی اخفائے آمین پر دال ہے (۱) اور شرح منیہ میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اخفائے آمین کے سنت ہونے میں مذکور ہے (۲)۔

(ج) وذكر عن عليّ من السنّة في الصّلاة وضع الكفّ على الكفّ تحت السّرة ، رواه أبو داؤد وأحمد و اللفظ له (۳) پس سنت کہنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وضع الکفّ علی الکفّ تحت السّرة کو دال ہے اس پر کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(د) قال ابن قدامة في المغني: وقد روي عن ابن عمر أنّه كان إذا فرغ من القراءة كبر ، وفي الذّخيرة : رفع يديه حذاء أذنيه ، وهو مروي عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وأبي عبيدة إلخ ، وقال قبيله: فإنّ ذلك مروي عن عليّ وابن عمر والبراء بن عازب والقياس يدلّ عليه فإنّ التّكبير للفصل والانتقال من حال إلى حال إلخ (۴)

پس معلوم ہوا کہ وتر کی تیسری رکعت میں بعد قراءت کے تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے ثابت ہے، پس لامحالہ ان حضرات صحابہ کرام == وأخفى بها صوته الحديث. (آثار السنن: ۹۶/۱، کتاب الصّلاة، باب ترك الجهر

بالتّأمين ، المطبوعة : أحسن المطابع ، عظیم آباد)

(۱) لقول ابن مسعود رضي الله عنه أربع يخفين الإمام و ذكر من جملتها التّعوذ والتّسمية وآمين. (هداية: ۱۰۳/۱، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة)

(۲) عن علقمة بن وائل عن أبيه أنّه صلّى مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فلما بلغ : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضّالِّينَ﴾ قال: آمين ، وأخفى بها صوته. (غنية المستملي ، ص: ۲۶۹، فصل في صفة الصّلاة)

(۳) غنية المستملي، ص: ۲۶۲، فصل في صفة الصّلاة .

وعن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال: رأيت النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يضع يمينه على شماله تحت السّرة ، رواه ابن أبي شيبة وإسناده صحيح . (آثار السنن: ۶۹/۱، کتاب الصّلاة ، باب في وضع اليدين تحت السّرة) ظفیر

(۴) غنية المستملي، ص: ۳۶۱، بحث الوتر .

رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ایسا کیا (ہوگا) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۱۸۵-۱۸۷)

سری نماز میں بھی مقتدی کو امام کے

پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے

سوال: (۳۷۹) قراءت سری میں امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا امام اعظمؒ کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ (۲۱۹۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بہ حکم إذا قرأ فأنصتوا (۲) مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھنا چاہیے، خواہ نماز جہری ہو یا سری (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۲)

فاتحہ خلف الامام بہ قصد ثنا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۸۰) فلو قرأ المقتدي لزم له قراءتان، وهو غير معهود في الشرع، وهذا إنما يتم لو قرأ على نية الثناء، أما لو قرأ الفاتحة على نية الثناء فيخرج عن القرآنية، فلا يلزم قراءتان كما نقول: لو قرأ الفاتحة في صلاة الجنازة على نية الدعاء لا بأس به إلخ (ارکان اربعہ، صفحہ: ۱۰۲) جواب طلب یہ امر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فاتحہ خلف الامام، صلاۃ خمسہ میں بہ قصد دعا و ثناء مثل صلاۃ جنازہ پڑھنا کس طرح منع ہے؟ بحر العلوم نے ارکان اربعہ میں جائز لکھا ہے، کیا حنفیہ اس کو مان لیں گے؟ تو وہابیہ سے کس طرح خلاصی پائیں؟ (۲۲۸۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً وما نسب لمحمد ضعيف كما بسطه الكمال فإن قرأ كره تحريماً، وتصح في الأصح وفي درر البحار عن مبسوط خواهر زاده أنها تفسد ويكون فاسقاً وهو مروي عن عدة

(۱) 'ہوگا' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاۃ کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۳) اس کا حوالہ کتاب الصلاۃ کے سوال (۳۸۰) کے جواب میں آ رہا ہے۔ ۱۲

من الصحابة فالمنع أحوط (۱) (الدّر المختار) وفي الشّامي: قوله: (مروى عن عدّة من الصحابة) قال في الخزان وفي الكافي: ومنع المؤتم من القراءة ماثور عن ثمانين نفرًا من كبار الصحابة منهم المرتضى والعبادلة إلخ (۱) وفيه قبيله: وقد روى الفساد بالقراءة عن عدّة من الصحابة، فأقواهما المنع (۱) (شامی) پس معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ کسی طرح اجازت قراءت فاتحہ کی امام کے پیچھے نہیں ہے کہ اس میں خوف فساد صلاۃ ہے۔ کما روى عن عدّة من الصحابة، قاله الكمال. اور جنازہ چونکہ محل دعا ہے تو اس میں بہ نیت ثناء جواز ہو سکتا ہے، اور صلاۃ خمسہ محل قراءت ہیں، اس لیے احوط یہ ہے کہ کسی طرح فاتحہ خلف امام نہ پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۰-۲۳۱)

فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر پر

بزرگان دین میں سے کسی نے عمل کیا ہے؟

سوال: (۳۸۱) بزرگان دین میں سے کسی نے فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین و آمین بالجہر کے مسائل پر عمل کیا ہے یا نہیں؟ (۱۳۱/۱۳۳ھ)

الجواب: بعض نے کیا ہے، مگر اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا عمل اس کے خلاف ہے، اور خود احادیث مرفوعہ بھی اس کے خلاف وارد ہیں (۲)

(اس کا جواب اگر مفصل و شرح دیکھنا ہو تو ھدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی اور سبیل الرّشاد مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ملاحظہ فرمائیے) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۳)

(۱) الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲/۲۳۵-۲۳۶، کتاب الصّلاۃ، باب صفة الصّلاۃ، فصل فی القراءة، مطلب: السنّة تكون سنّة عین و سنّة کفایۃ)

(۲) اس کا حوالہ کتاب الصلاۃ کے سوال (۳۸۰) کے جواب میں گزر چکا۔ ۱۲

(۳) اس پر اگر اف کی پوری عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے بڑھائی گئی ہے، مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں ہے۔ ۱۲

قراءت خلف الامام کے جواز کے بارے میں

حضرت شاہ ولی اللہ کے قول کا جواب

سوال: (۳۸۲) چونکہ شاہ ولی اللہ صاحب کا قول اسرار شریعت میں ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نہ پڑھنے سے بہتر ہے (۱) اور شاہ صاحب علمائے حنفیہ میں سے ہیں، ایسی صورت میں (۱) اسرار شریعت کی مکمل عبارت درج ذیل ہے:

محدثین فاتحہ خلف الامام کے متعلق یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ فاتحہ ہر واحد کی عرض ہے، علاوہ بریں بہ وجہ اشتمال مضامین حمد و ثناء سب حانک سے زیادہ تر مشابہ ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بہ طور معروضات رعیت ایک شخص سب کی طرف سے عرض کر لیتا ہے، یہاں بھی ایک شخص سب کی طرف سے معروض معلوم عرض کر لے گا تو اشتمال مذکور اور تعداد اہل عرض کا بھی خیال چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ بہ خیال اشتمال مذکور و خیال تعداد اہل عرض ہر ایک کا فاتحہ پڑھنا مناسب نظر آتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مقتدی پر واجب ہے کہ چپ کھڑا رہے اور قرآن کو سنتا رہے۔ پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اُس وقت وہ پڑھ لیا کرے۔ اور اگر امام آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورۃ فاتحہ کو پڑھ لے مگر اس طرح سے پڑھے کہ امام اُس کے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے اور سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس میں بھید وہی ہے جس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرآن پڑھنا امام کی تشویش کا باعث ہوگا۔ اور اس وجہ سے قرآن کے اندر تدبر نہ ہو سکے گا۔ اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے یہ حکم نہیں دیا کہ آہستہ پڑھیں۔ اس واسطے جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کریں گے تو سب کی آوازوں سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لیے موجب تشویش خاطر ہوگی، اور اُس کو قرآن پڑھنا مشکل پڑ جائے گا، اس واسطے تشویش پیدا کر دینے سے آپ نے نہی فرمادی۔ اور جو تشویش کا موجب ہو اس کا آپ نے حکم نہیں دیا، اور ان کو اختیار دے دیا کہ جس سے ہو سکے وہ کرے۔ (اسرار شریعت مؤلفہ مولوی محمد فضل خان: ۱/۱۳۳-۱۳۴، کتاب الصلاة، عنوان: فاتحہ خلف الامام جائز و ناجائز ہونے کی وجوہات، مطبوعہ:

حمید یہ سسٹم پریس، لاہور) محمد امین پالن پوری

اگر کوئی حنفی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے تو کیسا ہے؟ (۱۳۵۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حنفی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھنی چاہیے (۱) اور شاہ ولی اللہ جیسا محقق اگر کسی مسئلہ میں خلاف کریں تو اوروں کے لیے یہ فعل درست نہیں ہے، ان کو اپنے امام متبوع کی تقلید کرنی چاہیے، خصوصاً جب کہ دلائل سے بھی مذہب امام قوی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۸)

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں شاہ رفیع الدین دہلوی کے قول کا جواب

سوال: (۳۸۳) شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز ہے، اور پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ پڑھنے میں خوف ہے، نماز کے نہ ہونے کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ (۱۰۱۲/۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کہ حدیث شریف میں صاف امر ہے: وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا (۲) اور دوسری حدیث شریف میں ہے: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً (۳) اور نیز قرآن شریف میں ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۲۰۴) تو اس صورت میں مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ پڑھنے کی (کچھ) (۴) گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں مفصلاً مذکور ہے، اور حنفیہ کو اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط (۲/۲۳۹)

(۱) وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمِرُ خَلْفَ الْإِمَامِ الْخَوْفَ وَلَا قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً، وَعَلَيْهِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، وَهُوَ رُكْنٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهَا لَكِنْ حَظُّ الْمُقْتَدِي الْإِنْصَاتِ وَالِاسْتِمَاعِ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا، وَيَسْتَحْسِنُ عَلَى سَبِيلِ الْإِحْتِيَاظِ فِيمَا يَرَوِي عَنْ مُحَمَّدٍ، وَيَكْرَهُ عِنْدَهُمَا لِمَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ. (الهداية: ۱/۱۲۰-۱۲۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة) ظفیر

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۴) توسین کے درمیان والالفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

قراءت خلف الامام سے متعلق احادیث کا جواب

سوال: (۳۸۴) عند الاحناف قراءت فاتحہ خلف الامام ناجائز ہے، مگر غیر مقلدین دو حدیثیں پیش کرتے ہیں؛ ایک عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، اور ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی، جس میں یہ مذکور ہے کہ قسمت الصلاة بيني وبين عبدی ان دونوں حدیثوں کا جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

(۱۳۳۵ھ - ۲۷/۲۷۴)

الجواب: حدیث عبادہ کا جواب مشکاة کے باب: قراءة في الصلاة میں حدیث مذکور کے بعد موجود ہے، وہ حدیث یہ ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا (۱) اس حدیث میں مطلقاً و عموماً یہ حکم فرمایا کہ جب امام پڑھے تم چپ رہو، پس معلوم ہوا کہ پہلے آنحضرت ﷺ نے صرف سورہ فاتحہ کی اجازت دی تھی، پھر جہر یہ نمازوں میں اس کی ممانعت فرمائی، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں: فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱) سے ثابت ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے وإذا قرأ فأنصتوا کا حکم فرما کر سب نمازوں میں مطلقاً قراءت سورہ فاتحہ وغیرہ سے ممانعت فرمادی، اور انصات کا حکم فرمادیا، جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۲۰۴) سے بھی ظاہر ہے، اور یہی جواب جملہ اقرأ بها في نفسك (۲) سے ہے، جو کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسمت الصلاة بيني وبين عبدی إلخ (۲) میں واقع ہے،

(۱) مشکاة المصابيح، ص: ۸۱، کتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الثاني.

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثاً غير تمام، فقليل لأبي هريرة: إنا نكون وراء الإمام، قال: اقرأ بها في نفسك فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله تعالى: قسمت الصلاة بيني وبين عبدی نصفين الحديث (مشكاة المصابيح، ص: ۷۸، کتاب الصلاة

باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول)

اور اقرأ بها في نفسك سے مراد نفس میں تصور کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۶/۲-۲۳۷) سوال: (۳۸۵) سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں مشکاۃ میں خداج آیا ہے (۱) اور بخاری میں لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب (۲) اس کا مطلب واضح فرمائیں (۳۲/۶-۱۳۳۳ھ) الجواب: یہ حکم امام و منفرد کے لیے ہے، مقتدی کو قراءت کی ممانعت دوسری احادیث صحیحہ میں موجود ہے: وإذا قرأ فأَنْصِتُوا الْحَدِيثَ (۳) مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةَ الْحَدِيثِ (۴) وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۲۰۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۸-۲۶۷/۲)

قراءت خلف الامام اور آمین بالجہر کی احادیث منسوخ ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۸۶) قراءت خلف الامام کی جو احادیث صحاح میں اکثر وارد ہیں یہ احادیث منسوخ ہیں یا نہیں؟ یہ بھی مفصل تحریر فرمادیں کہ اصول حدیث میں کس مرتبہ کی حدیث صحیح حدیث کی ناسخ بن سکتی ہے، اور سند اس امر کی کہ آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ نماز ہی میں نازل ہوئی ہے مع احادیث معتبرہ کے اور اقوال صحابہ کرام کے تحریر فرمائیے کہ اطمینان ہو جائے، غیر مقلدین سوائے صحیحین کی احادیث کے دوسری صحاح و مسندات کتب حدیث کو نہیں مانتے ہر جگہ صحیحین کی حدیث طلب کرتے ہیں۔ پس یہ بھی تشریح فرمادیں سوائے صحیحین کے دوسری کتب حدیث میں بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں کہ جن کو بخاری و مسلم نے تخریج نہیں کیا اور منسوخیت حدیث آمین بالجہر کی نسبت بھی یہی خیال ہے۔ کن احادیث سے

(۱) حوالہ کے لیے سابقہ جواب کا حاشیہ (۲) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. (صحيح البخاري: ۱۰۴/۱، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام و المأموم في الصلوات كلها الخ)

(۳) حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلوة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۴) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلوة کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

حدیث آمین بالجہر منسوخ ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم ❀ کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

(رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قراءت خلف الامام میں اختلاف ائمہ ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اور ان کے اتباع و موافقین عدم وجوب وعدم جواز قراءت خلف الامام کے قائل ہیں۔ دلیل امام اعظم رحمہ اللہ کی آیت قرآنیہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۲۰۴) اور حدیث صحیح مسلم۔ وإذا قرأ فأنصتوا (۱) اور حدیث مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ (۲) الحدیث ہے۔ اور شامی میں خزان سے منقول ہے: وفي الكافي ومنع المؤتم من القراءة ماثور عن ثمانين نفراً من كبار الصحابة منهم المرتضى والعبادلة، وقد دون أهل الحديث أساميهم (۳) اور دربارہ نزول آیت قرآنیہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الْآيَةُ﴾ فتح القدیر میں منقول ہے: وأخرج أبو الشيخ من طريق سعيد بن جبیر عن ابن عباس هذه الآية نزلت في صلاة الجمعة وفي العيدين قال محي السنة والأولى أنها في القراءة في الصلاة لأن الآية مكية والجمعة وجبت بالمدينة، وهذا قول الحسن والزهرى والنخعي (۴) وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة. وأخرج ابن مردويه في تفسيره إلخ عن معاوية بن قرة قال: سألت بعض أسيادنا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أحسبه قال عبد الله بن مغفل: كل من سمع القرآن وجب عليه الاستماع والإنصات، قال: إنما نزلت هذه الآية ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ في القراءة

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۰) کے تیسرے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۳) رد المحتار: ۲/۲۳۶، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب:

السنة تكون سنة عين وسنة كفاية.

(۴) تلاش بسیار کے باوجود یہ عبارت ہمیں نہیں ملی۔

خلف الإمام (۱) کذا في فتح القدير اور آمین بالجهر یا سر دونوں حدیث سے ثابت ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے یہ آیت: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (سورۃ اعراف، آیت: ۵۵) سے حدیث اخفاء کو ترجیح دی ہے، جیسا شرح منیہ میں ہے: ویخفونها أي ویخفی الإمام والمقتدون آمین لقول ابن مسعود أربع یخفیهن الإمام: التَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَآمِينَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، وَهَذِهِ الْأَرْبَعَةُ رَوَاهَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ ، وَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ وَأَبُو يَعْلَى وَالتَّطَبَّرَانِي وَالذَّارِقُطْنِي وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ عَنْ حَجْرِ بْنِ الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قَالَ: 'آمِينَ' وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدٌ: يَجْهَرُ الْإِمَامُ وَالْمَأْمُومُ بـ 'آمِينَ'، لَمَا رَوَى ابْنُ مَاجَةَ: كَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا تَلَا: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قَالَ: 'آمِينَ' ، حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجِّحُ الْمَسْجِدَ ، قُلْنَا: تَعَارَضَ رَوَايَتَا الْجَهْرِ وَالْإِخْفَاءِ فِي فِعْلِهِ ، فَيَرْجِّحُ الْإِخْفَاءَ بِإِشَارَةِ قَوْلِهِ: 'فَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُهَا' وَبِأَنَّهُ الْأَصْلُ فِي الدَّعَاءِ ، وَآمِينَ دَعَاءٌ فَإِنْ مَعْنَاهُ اسْتَجَبَ انْتَهَى (۲)

(صحیحین کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں بھی صحیح حدیثیں ہیں، صحیحین میں ہی محصور سمجھنا غلط ہے، دوسری صحاح یا مستندات کو نہ ماننا کھلی ہوئی جہالت ہے۔ ظفیر) (۲/۲۵۰-۲۵۲)

امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد کہنا سخت جہالت و گمراہی ہے سوال: (۳۸۷) ایک مولوی صاحب افغانستان کے یہاں پر آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قاری فاتحہ خلف الامام کافر ہے۔ (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنی چاہیے

(۱) فتح القدير: ۱/۳۵۰-۳۵۱، کتاب الصلوة ، فصل في القراءة .

(۲) غنية المستملي، ص: ۲۶۹، فصل في صفة الصلوة .

ناجائز ہے اور یہی مقتضی آیت قرآنیہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ (سورہ اعراف، آیت: ۲۰۴) اور احادیث صریحہ صحیحہ: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ﴾ (۱) وغیرہ کا ہے۔ بہائیں ہمہ فاتحہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد کہنا سخت جہالت اور گمراہی ہے، کہنے والے کے کفر کا خوف ہے، توبہ کرے، یہ مسئلہ ائمہ دین میں مختلف فیہ ہے، امام شافعیؒ وجوب قراءت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، پس تکفیر میں کہنے والے کے کفر کا خوف ہے، اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے محفوظ رکھے۔ فقط (۲/۲۵۴)

امام کا آہستہ قراءت کرنا اور لمبی سورت پڑھنا

سوال: (۳۸۸) امام قراءت آہستہ پڑھے اور سورت بھی بڑی ہو جس میں مقتدیوں کو تکلیف ہوتی ہو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: زیادہ تطویل نہ کرے اور قراءت مسنونہ سے تجاوز نہ کرے (۲) (۳/۱۳۲-۱۳۳)

دوسری رکعت میں لمبی قراءت مکروہ تنزیہی ہے

سوال: (۳۸۹) (یہ) (۳) مسئلہ جو مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں چھوٹی سورت اور دوسری میں بڑی سورت مکروہ ہے یہ مکروہ کونسا مکروہ ہے؟ تحریمی یا تنزیہی؟ اور بڑی چھوٹی ہونے میں کچھ حد ہے کہ اتنی بڑی و اتنی چھوٹی ہو یا نہیں؟ اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں سورہ کوثر پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص: یہ مکروہ ہوگا یا نہیں؟ (۸۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: فی الدر المختار: وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيهاً إجماعاً إن

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الصلاة کے سوال: (۳۷۸) کے حاشیہ نمبر: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۲) ویکره تحريماً تطويل الصلاة على القوم زائداً على قدر السنة في قراءة و اذكار رضي القوم أولاً لإطلاق الأمر بالتخفيف. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۵۹-۲۶۱، کتاب الصلاة، باب الإمامة)

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

بثلاث آیات إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پہلی رکعت میں سورہ کوثر اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی تو یہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ دوسری سورت میں تین آیتوں کی زیادتی نہیں ہے۔ (۲۲۱/۲)

امام کا فجر کی دوسری رکعت میں بالقصد دو چار آیتیں زیادہ پڑھنا

سوال: (۳۹۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین (متین) (۲) و مفتیان شرع مبین (۳) کہ امام صبح کی نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں قراءت کو قصداً دو چار آیات طول دیوے، تو اس صورت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں بلا کراہت؟ (۲۱۳/۲۹-۱۳۳۳۰ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز صحیح ہے بلا کراہت، شامی میں ہے کہ بڑی سورتوں میں تین آیات کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے، البتہ چھوٹی سورتوں میں دوسری رکعت میں تین آیات کی زیادتی مکروہ تنزیہی ہے (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی، مدرسہ عربیہ دیوبند (۲۲۸/۲)

دوسری رکعت کو پہلی سے لمبی کرنا اور درمیان

میں چھوٹی سورت چھوڑنا مکروہ ہے

سوال: (۳۹۱) ایک شخص اول رکعت کی قراءت سے دوسری رکعت کی قراءت کو طویل کرتا ہے،

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۳، کتاب الصلّٰۃ، باب صفة الصلّٰۃ، فصل في القراءة.

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں ”مبین“ کے بعد ”اس مسئلہ“ میں تھایہ جملہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے بڑھایا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے، اور مطلب اس کے بغیر واضح ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) بل الذي ينبغي أن الزيادة إذا كانت ظاهرة ظهوراً تاماً تكرر وإلا فلا للزوم الحرج في التحرز عن الخفية والذي تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيّد بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذ فيها، أما السور الطويلة أو القصيرة المتفاوتة فلا يُعتبر العدد فيهما بل يُعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات وإن اتحدت آيات السورتين عددًا. (رد المحتار: ۲/۲۳۴، کتاب الصلّٰۃ باب صفة الصلّٰۃ، مطلب: السّنة تكون سنّة عين وسنّة كفاية) ظفیر

اور چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۸۳۸ھ)

الجواب: دوسری رکعت میں بہ نسبت قراءت اول رکعت کی تین آیتوں سے زیادہ طول کرنا مکروہ ہے، اسی طرح چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مکروہ ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۷-۲۱۸)

دوسری رکعت کو طول دینے میں کس چیز کا اعتبار ہے؟

سوال: (۳۹۲) نماز میں اول رکعت سے دوسری رکعت میں زیادہ قراءت مکروہ ہے؟ یہ بہ حساب آیتوں کے ہے یا بہ حساب حروف یا بہ حساب کلمات کے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۲۳۱ھ)

الجواب: اگر آیتیں برابر (برابر) (۲) یا قریب برابر کے ہیں؛ تو عدد آیات کا اعتبار ہے کہ دوسری رکعت کی قراءت تین آیات سے زیادہ نہ ہو، اور اگر آیات متفاوت ہوں طول و قصر میں تو حروف و کلمات کا اعتبار ہے الخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۵)

پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۹۳) کہا جاتا ہے کہ إِذَا جَاءَکَ بَعْدُ تَبْتَ پڑھنی چاہیے، اس کو ترک کر کے قُلْ هُوَ اللّٰهُ نہ پڑھے، حالانکہ پڑھنے والے کو إِذَا جَاءَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ سے محبت ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۹/۲۲۴۰ھ)

(۱) وتطال أولى الفجر على ثانیتهما فقط ، وقال محمد : أولى الكل حتى التراويح ، قيل : وعليه الفتوى ، وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيهاً إجماعاً إن بثلاث آيات إن تقاربت طولاً وقصرًا وإلا اعتبر الحروف والكلمات الخ ، وإن بأقل لا يكره الخ. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۲-۲۳۵، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة)

ویکرمہ الفصل بسورة قصيرة . (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۸، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة ، قيل باب الإمامة) ظفیر

(۲) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) حوالہ، سابقہ جواب کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

الجواب: ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا فرائض و واجبات میں فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، پس اگر قُلْ هُوَ اللَّهُ دوسری رکعت میں پڑھنی ہے تو پہلی میں قُلْ یَا پڑھ دے، اور اگر پہلی رکعت میں اِذَا جَاءَ پڑھی ہے تو دوسری میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۶)

سوال: (۳۹۴) امام نے پہلی رکعت میں اِذَا جَاءَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھی تو نماز میں کچھ نقصان ہوا یا نہیں؟ (۱۳۱۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: فرضوں میں قصداً اس طرح پڑھنا کہ ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کیا جاوے جیسا کہ صورت مسئلہ میں ہے مکروہ ہے اور نماز ہو جاتی ہے اور اگر سہواً ہو گیا تو کچھ کراہت نہیں ہے، اور نوافل میں کچھ کراہت نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۹-۲۴۰)

سوال: (۳۹۵) امام نے پہلی رکعت میں سورہ ﴿اِذَا جَاءَ﴾ پڑھی، اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ﴾ نماز کو پھر پڑھنا چاہیے یا کیا؟ (۱۱۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: فرائض میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، اور سہواً اگر ایسا ہو گیا تو کچھ کراہت نہیں (ہے) (۲) اعادہ نماز کا لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۳-۲۶۴)

پہلی رکعت میں سورہ کوثر اور دوسری میں سورہ نصر پڑھنا

سوال: (۳۹۶) امام نے مغرب میں پہلی رکعت میں سورہ کوثر اور دوسری میں سورہ نصر پڑھی، اول تو چھوٹی بڑی؛ دوسری خلاف ترتیب درمیان میں چھوٹی سورت چھوڑ دی گئی، اس صورت میں اعادہ واجب تھا یا نہ؟ اگر اعادہ کر لیا تو گنہ گار تو نہ ہوگا ثواب ہوگا یا نہیں؟ (۲۸۳/۱۳۳۳ھ)

الجواب: چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑنا مکروہ تنزیہی ہے، لہذا اعادہ اس نماز کا واجب

(۱) ویکرہ الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلخ ، ولا يكره في النفل شيء من ذلك (الدر المختار) قوله: (ثم ذكر يتم) أفاد أن التّكيس أو الفصل بالقصيرة أنما يكره إذا كان عن قصد فلو سهواً فلا ، كما في شرح المنية. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۳۸-۲۳۹،

كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة ، قبيل باب الإمامة)

(۲) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے اعادہ کیا تو گنہ نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے اور ثواب (ہے) (۱) جیسا کہ شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے: والحق التفصیل بین کون تلك الكراهة كراهة تحريم، فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب الخ (۲) اور سورہ کوثر اور سورہ نصر میں (بڑے چھوٹے) (۳) ہونے کا اس قدر فرق نہیں ہے کہ کراہت لازم آوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۵-۱۰۴/۲)

قراءت میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ اور بے موقع وقف کرنے کا حکم

سوال: (۳۹۷) اگر کوئی نماز میں ایک سورت پڑھ کر ایک چھوڑ کر تیسری سورت پڑھ لے، اور قراءت میں بے موقع وقف کر دے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۶۵۰/۳۳-۱۳۳۲ھ)

الجواب: ویکره الفصل بسورة قصيرة الخ، ولا يكره في النفل شيء (۴) (الدر المختار) حاصل یہ ہے کہ چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مکروہ ہے، مگر نوافل میں مکروہ نہیں ہے، اگر درمیان آیت سانس ٹوٹ جائے اس وجہ سے وقف کیا تو اعادہ اس آیت کا کرنا چاہیے، باقی تفصیلی حکم کسی قاری صاحب سے دریافت کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۲/۲)

سوال: (۳۹۸) اگر کوئی چھوٹی سورتوں میں سے ایک سورت پڑھ کر درمیان میں ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھے، یا پہلی رکعت میں چھوٹی سورت اور دوسری میں بڑی سورت پڑھے تو کیا حکم ہے؟ (۵۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سورة قصير كالفصل كرفاء في مكرهه (۵) اور دوسری رکعت میں بقدرتین آیت

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) رد المحتار: ۱۳۰/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب كل صلاة أدیت مع كراهة التحريم تجب إعادتها.

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (بڑے چھوٹے) کی جگہ ”بڑی چھوٹی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۸-۲۳۹، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل في

القراءة، قبیل باب الإمامة.

(۵) حوالہ کے لیے سابقہ جواب ملاحظہ فرمائیں۔

یا زیادہ پہلی رکعت سے قراءت زیادہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيهاً إجماعاً إن بثلاث آيات إلخ (۱) (در مختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۲)

فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فصل کرنا

مکروہ ہے اور نوافل میں درست ہے

سوال: (۳۹۹) فرائض یا نوافل میں ایک سورت درمیان میں چھوڑ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
(۳۹/۳۳-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فصل کرنا مکروہ ہے، اور نوافل میں درست ہے۔
كذا في الدر المختار والشامي (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۳)

وتر کی پہلی رکعت میں والعصر اور تیسری

رکعت میں سورہ ہمزہ پڑھی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۰۰) وتر میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں والعصر، دوسری میں التكاثر، تیسری میں الہمزہ پڑھی۔ تیسری سورت دوسری سے دو گنی ہے تو نماز وتر ہوئی یا نہیں؟ (۲۲۰۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: نماز وتر ہو گئی، اس قدر سورتوں کے بڑے چھوٹے ہونے سے نماز میں کچھ کراہت نہیں آئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۵-۲۳۶)

وضاحت: صورت مسئلہ میں نماز وتر ہو گئی، لیکن قرآن کریم کو خلاف ترتیب یعنی پہلی رکعت میں سورہ عصر اور دوسری رکعت میں سورہ تکاثر پڑھنا موجب کراہت ہے، نیز تیسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل ہونا بھی کراہت سے خالی نہیں، درمختار میں ہے: وإطالة الثانية على الأولى يكره تنزيهاً إجماعاً إن بثلاث آيات إن تقاربت طولاً وقصرًا، وإلا اعتبر الحروف

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۳، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة.

(۲) سابقہ جوابات میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

والکلمات ، واعتبر الحلبي فحش الطول لا عدد الآيات ، واستثنى في البحر ما وردت به السنة ، واستظهر في النفل عدم الكراهة مطلقاً وإن بأقل لا يكره (الدر المختار) قوله: (واعبر الحلبي فحش الطول إلخ) كما لو قرأ في الأولى والعصر، وفي الثانية الهمزة ، فرمز في القنية أولاً أنه لا يكره ، ثم رمز ثانياً أنه يكره ، وقال: لأن الأولى ثلاث آيات والثانية تسع ، وتكره الزيادة الكثيرة . (الدر المختار ورد المحتار: ۲/۲۳۳-۲۳۵، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة) محمد امین پالن پوری

چھوٹی سورتیں جن کا درمیان میں چھوڑنا مکروہ ہے کونسی ہیں؟

سوال: (۴۰۱) وہ چھوٹی سورتیں کونسی ہیں جن کو پہلی رکعت اور دوسری رکعت کی قراءت کے درمیان چھوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ (۱۳۴۳/۲۵۸ھ)

الجواب: وہ سورتیں قصار مفصل کی لم یکن سے آخر قرآن شریف تک ہیں۔ فقط (۲/۲۴۴)
استدراک: چھوٹی سورت جس کا درمیان میں چھوڑنا مکروہ ہے اس سے مراد وہ سورت ہے جو پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی سورت سے چھوٹی ہو، جیسے سورۃ ماعون کے بعد سورۃ کوثر کو چھوڑ کر سورۃ کافرون پڑھنا مکروہ ہے، کیوں کہ سورۃ متروکہ یعنی سورۃ کوثر؛ سورۃ ماعون سے چھوٹی ہے، اور سورۃ قریش کے بعد سورۃ ماعون چھوڑ کر سورۃ کوثر پڑھنا مکروہ نہیں، کیوں کہ سورۃ متروکہ یعنی سورۃ ماعون سورۃ قریش سے بڑی ہے۔

امداد الفتاویٰ میں ہے: فی الدر المختار: ویکره الفصل بسورة قصيرة ، فی رد المحتار : أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره ، شرح المنية . (الدر المختار ورد المحتار: ۲/۲۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑنا جو مکروہ ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو، ورنہ مکروہ نہیں، اور چوں کہ صورت مسئلہ میں سورت متروکہ یعنی قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ سورۃ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سے بڑی ہے، اس لیے یہ ترک مکروہ

نہیں ہوا، البتہ دوسری رکعت کا طویل ہونا موجب کراہت ہوا۔ کما فی الدر المختار أيضًا:
وَإِطَالَةُ الثَّانِيَةِ عَلَى الْأُولَى يَكْرَهُ تَنْزِيهًا. (الدر المختار: ۲/۲۳۳) لیکن سجدہ سہولازم نہیں۔

(امداد الفتاویٰ: ۱/۲۶۰، سوال نمبر: ۲۲۹)

اور امداد الفتاویٰ: ۱/ ۲۲۷، سوال نمبر: ۲۱۴ کے حاشیہ میں ہے: دوسورتوں کے درمیان ایک سورت چھوڑنے کی کراہت کی وجہ ہجر و تفضیل کے شبہ سے بچنا ہے۔ ویکرہ فصلہ بسورۃ بین سورتین قرأهما فی رکعتین لما فیہ من شبهة التفضیل والهجر اهـ۔ (مراقی الفلاح: ص: ۱۹۴) پس اولیٰ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی ہے اسی سے متصل بعد والی سورت دوسری رکعت میں پڑھی جائے، اگر ایک سورت چھوڑ کر پڑھے گا تو اس کا ہجر (چھوڑنا) اور بعد والی کی تفضیل (ترجیح بلا مرجح) لازم آئے گی، إذا قرأ فی کل رکعة الحمد والسورة فإنه یقرأ سورة أخرى فی الركعة الثانية متصلة بالسورة الأولى، وإن أراد أن یفصل بینهما ینبغي أن لا یفصل بسورة أو بسورتین، وإنما یفصل بسورٍ هکذا روی فی الحدیث (حموی بر أشباه: ۱/۲۱۱) لیکن دوسورتوں کا چھوڑنا احادیث سے ثابت ہے۔ حضور پاک ﷺ جمعہ کی رات میں مغرب کی نماز میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص تلاوت فرماتے تھے، ولو ترک سورتین فالصّحیح أنّه لا یکره أيضًا لما روی جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ: کان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی المغرب لیلة الجمعة قل ینایہا الکفرؤن وقل هو اللہ أحد رواہ أبو داؤد وابن ماجہ اهـ — (کبیری: ص: ۴۲۶) لہذا دوسورتوں کا فصل جائز ہوا اور ان میں ہجر و تفضیل کا شبہ نہ رہا، کراہت صرف ایک سورت کے چھوڑنے میں ہوگی خواہ وہ سورت چھوٹی ہو یا بڑی ہو — لیکن اگر بعد والی سورت اتنی بڑی ہو کہ اُسے دوسری رکعت میں پڑھنے سے اس کا پہلی رکعت سے طویل ہونا لازم آتا ہو تو اس عارض کی وجہ سے ایسی طویل سورت کا چھوڑنا جائز ہوگا، کیوں کہ ہر رکعت میں کامل سورت پڑھنا افضل ہے، اور دوسری رکعت کو طویل کرنا مکروہ ہے اور جہاں یہ عارض نہ ہو وہاں پہلی سورت سے متصل جو سورت ہے اسی کو پڑھنا اولیٰ ہے اور اس کو چھوڑ کر (خواہ وہ بڑی ہو جس میں دو رکعت ہو سکیں یا چھوٹی ہو) بعد والی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے،

اور یہ کراہت فرائض میں ہے، نوافل میں ایک سورت چھوڑنا جائز ہے۔ ویکرہ الفصل بسورة قصيرة اهـ (الدر المختار) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فلا يكره شرح المنية، كما إذا كانت سورتان قصيرتان اهـ (شامی: ۲/۲۳۸) ولو قرأ في كل ركعة سورة وترك بين سورتين سورة يكره لما قلنا (أي لأنه يوهم الإعراض والتراجع بلا مرجح) إلا أن تكون تلك السورة أطول من التي قرأها في الركعة الأولى بحيث يلزم منه إطالة الركعة الثانية إطالة كثيرة فح لا يكره اهـ. (کبیری: ص: ۴۲۶) (امداد الفتاوی: ۱/۲۲۷-۲۲۸) محمد امین پالن پوری

پہلی رکعت میں والضحیٰ اور دوسری میں والتین پڑھنا

سوال: (۴۰۲) اول رکعت میں والضحیٰ پڑھی اور دوسری رکعت میں الم نشرح کو درمیان میں چھوڑ کر والتین پڑھی تو یہ مکروہ ہے یا نہیں؟ (۱۶۰۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چھوٹی سورتوں میں اس کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے یعنی یہ کہ ایک سورت درمیان میں چھوڑ کر تیسری سورت دوسری رکعت میں پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے، لیکن والضحیٰ اور الم نشرح اور والتین چھوٹی سورتوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ اوساط مفصل میں سے ہیں، لہذا اس میں یہ صورت مکروہ نہیں ہے۔ فقط (۱۱۰/۴)

استدراک: چھوٹی سورت جس کا درمیان میں چھوڑنا مکروہ ہے اس سے مراد وہ سورت ہے جو پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی سورت سے چھوٹی ہو، اور صورت مسئلہ میں سورہ متروکہ یعنی سورہ الم نشرح، سورہ والضحیٰ سے چھوٹی ہے، اس لیے یہ ترک مکروہ ہوا۔ تفصیل کے لیے سابقہ استدراک دیکھیں۔ محمد امین پالن پوری

بڑی آیت کی مقدار کیا ہے؟

سوال: (۴۰۳) جو آیت: سورہ کوثر کے برابر ہو، بڑی آیت شمار ہوگی، کسی کتاب فقہ کی عبارت تحریر فرما دیجیے کہ کم سے کم بڑی آیت کی مقدار کیا ہے؟ (۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وضم أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو ﴿ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (سورة المدثر، الآية: ۲۱-۲۳) وفي الشامي: قوله: (تعدل ثلاثاً قصاراً) أي مثل: ﴿ثُمَّ نَظَرَ إلخ﴾ وهي ثلاثون حرفاً فلو قرأ آية طويلاً قدر ثلاثين حرفاً يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات إلخ (۱) فقط (۲۲۶/۲)

آیت سجدہ کو بالقصد چھوڑ دینا مکروہ ہے

سوال: (۴۰۴) امام آیت سجدہ پر پہنچ کر آیت سجدہ چھوڑ کر رکوع کرے، تو کیا حکم ہے؟
(۵۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کو بالقصد چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۵/۲)

سوال: (۴۰۵) سجدہ والی سورت میں دو ایک آیت چھوڑ دینا سجدہ کی وجہ سے کیسا ہے؟
(۱۶۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: سجدہ کی آیت کو پڑھنا اور سجدہ کرنا بہتر ہے، اس کو نہ چھوڑے (۳) فقط (۲۴۴/۲)

قراءت کی چند صورتوں کا حکم

سوال: (۴۰۶) اگر فرض نماز میں (۱) اول رکعت میں سورہ ہمزہ، دوم میں سورہ فیل۔ (۲) یا اول رکعت میں سورہ ہمزہ، دوم میں سورہ قریش۔ (۳) یا اول میں سورہ ہمزہ دوم میں سورہ ماعون۔
(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۱۳۲/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: كل صلاة أدیت مع كراهة التحريم تجب إعادتها .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۵۱۹/۲، کتاب الصلوة، باب سجود التلاوة، مطلب في سجدة الشكر .

(۳) وكره ترك آية سجدة وقراءة باقي السورة، لأن فيه قطع نظم القرآن وتغيير تأليفه واتباع النظم والتأليف مأمور به بدائع، و مفاده أن الكراهة تحريمية لا يكره عكسه . (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۱۹/۲، کتاب الصلوة، باب سجود التلاوة) ظفیر

(۴) یا اوّل میں سورۃ فیل، دوم میں ہمزہ۔ (۵) یا اوّل میں سورۃ قریش، دوم میں فیل۔ (۶) یا اوّل میں ماعون دوم میں فیل پڑھے عمدّاً یا سہواً تو نماز میں کسی قسم کی خرابی تو نہ (آوے گی؟) (۱)

(۱۳۳۵/۹۰۱ھ)

الجواب: اوّل صورت بلا کراہت درست ہے، دوسری مکروہ، تیسری جائز، چوتھی مکروہ، پانچویں مکروہ، ششم مکروہ ہے اور جس میں کراہت ہے عمدّاً پڑھنے میں ہے، اور فرض میں ہے، نفل میں ہر طرح جائز ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۸)

پہلی رکعت میں ستائیسویں پارہ میں سے اور دوسری

رکعت میں پہلے پارہ سے ایک رکوع پڑھنا مکروہ ہے

سوال: (۴۰۷) نماز جمعہ میں رکعت اوّل میں ستائیسویں پارہ میں سے ایک رکوع پڑھا گیا،

اور رکعت دویم میں پارہ اوّل میں سے ایک رکوع پڑھا، نماز درست ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۳۹۸ھ)

الجواب: اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے، اس لیے کہ یہ خلاف ترتیب قرآنی ہے، در

مختار میں ہے: ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً (الدّر المختار) بأن يقرأ

في الثانية سورة أعلى ممّا قرأ في الأولى، لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات

التلاوة إلخ (۳) (شامی: ۱/۳۶۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۱)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (آوے گی) کی جگہ ”ہوگی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلخ، ولا يكره في النفل شيء من ذلك

(الدّر المختار) قوله: (ثم ذكر يتم) أفاد أن التّكيس أو الفصل بالقصيرة إنّما يكره إذا كان

عن قصد فلو سهواً فلا، كما في شرح المنية. (الدّر المختار و ردّ المختار: ۲/۲۳۸-۲۳۹،

كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة، قبيل باب الإمامة) ظفیر

(۳) (الدّر المختار والشّامی: ۲/۲۳۸، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة،

قبيل باب الإمامة .

پہلی رکعت میں سورہ منزل کا اور دوسری میں

سورہ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھنا مکروہ ہے

سوال: (۴۰۸) امام نے مغرب کی اوّل رکعت میں بعد الحمد شریف پہلا رکوع سورہ منزل کا پڑھا، دوسری رکعت میں پہلا رکوع اتم کا پڑھا، اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

(۱۰۵۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی اور سجدہ سہو لازم نہیں ہوا، مگر آئندہ اس طرح خلاف ترتیب قرآنی نہ پڑھنا چاہیے کہ اس طرح پڑھنا فرائض میں مکروہ ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۷)

سہواً خلاف ترتیب قرآن کریم پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۰۹) امام نے پہلی رکعت میں سورۃ الرحمن پڑھی اور دوسری میں ﴿لِّلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ﴾ (یعنی سورہ بقرہ کا آخری رکوع) سہواً تو نماز ہوئی یا نہیں؟ (۱۶۱۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بھولے سے ایسا کرنے میں نماز بلا کراہت صحیح ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۱۱۴)

ترتیب سور قرآنیہ کا نماز میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۰) ترتیب سور قرآنیہ کا نماز میں کیا حکم ہے؟ مثلاً قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۴۹۵/۱۳۳۹ھ)

(۱) سابقہ جواب میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) أفاد أنّ التنكيس أو الفصل بالقصيرة أنما يكره إذا كان عن قصد فلو سهواً فلا ، كما في شرح المنية. (الدر المختار و ردّ المختار: ۲/۲۳۹، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل في القراءة ، قبيل باب الإمامة)

الجواب: فرائض و واجبات میں اس تقدیم و تاخیر کو مکروہ لکھا ہے اور نوافل میں درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۶-۲۳۷)

سوال: (۳۱۱) استفتاء نمبر: ۲۳۹۵ موصول ہوا، آپ نے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ فرائض اور واجبات میں اس تقدیم و تاخیر کو مکروہ لکھا ہے، اور نوافل میں درست ہے، مجھے اس میں کچھ کلام ہے، آج میری نظر سے بخاری شریف کی ایک حدیث گذری جس میں یوسف بن ماہک (۱) راوی ہیں کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے ام المؤمنین! مجھے اپنا قرآن شریف دکھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیوں؟ کہا: اس لیے کہ اس کی ترتیب کے موافق اپنا قرآن کراؤں، اس لیے کہ لوگ بے ترتیب پڑھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تیرا کچھ حرج نہیں جوئی آیت چاہے پہلے پڑھ (۲) اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ بخاری شریف میں کہیں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی کہ پہلی رکعت میں سورہ کہف اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی (۳) اس سے معلوم ہوا کہ یہ تقدیم و تاخیر مکروہ نہیں۔ (۲۶۵۳/۲۳۹۱ھ)

الجواب: بندہ نے جو کچھ دربارہ کراہت خلاف ترتیب فرائض میں پڑھنے کو لکھا تھا وہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اس میں احتیاط ہے، باقی یہ مطلب اس کا نہ تھا کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دیگر حضرات اس کو مکروہ نہ کہتے ہوں، مگر حنفیہ کا مذہب وہ ہے جو بندہ نے لکھا ہے؛ چنانچہ

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (ماہک) کی جگہ ”مالک“ تھا، اس کی تصحیح بخاری شریف سے کی گئی ہے۔

(۲) یوسف بن ماہک قال: إني عند عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها إذ جئها عراقي قال يا أم المؤمنين! أريني مصحفك قالت: لِمَ؟ قال: لعلني أولف القرآن عليه، فإنه يُقرأ غير مؤلف، قالت: وما يضرُّك أيُّه قرأت قبل الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۷۷۷، كتاب فضائل القرآن، باب تأليف القرآن)

(۳) عن عبد الله بن السائب قرأ الأحنف بالكهف في الأولى وفي الثانية بـ يوسف أو يونس وذكر أنه صلى مع عمر الصبح بهما إلخ. (صحيح البخاري: ۱/۱۰۶-۱۰۷، كتاب الأذان باب الجمع بين السورتين في ركعة والقراءة بالخواتيم إلخ)

در مختار میں اس کی تصریح ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۹)

سورتوں کی ترتیب سنت ہے یا واجب؟

سوال: (۴۱۲) سورتوں میں جو ترتیب ہے یہ سنت ہے یا واجب؟ اس کے ترک سے سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہ؟ (۸۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ترتیب مذکور واجب ہے، لیکن اس کے ترک سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا، کیوں کہ یہ ترتیب واجبات تلاوت سے ہے، واجبات نماز سے نہیں۔ قال في رد المحتار المعروف بالشامي: قوله: (بترك واجب) أي من واجبات الصلاة الأصلية، لا كل واجب، إذ لو ترك ترتيب السور لا يلزمه شيء (۲) مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (اضافہ از رجسٹر نقول فتاویٰ)

سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے

سوال: (۴۱۳) نماز میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورتیں جو ختم کی جاتی ہیں ان کی ترتیب حسب ذیل کہی جاتی ہے، یعنی اول اذا جاء پھر تبت، یا اسی طرح اول الم تر کیف اور دوسری رکعت میں لا یسلاف، یہ صورت تو مسنون اور جائز کہی جاتی ہے، کیا اس کے خلاف بھی جائز ہے؟ مثلاً پہلی رکعت میں تبت اور دوسری میں اذا جاء وغیرہ وغیرہ؟ ایک شخص اول رکعت میں اذا جاء پڑھتا ہے اور دوسری میں قل هو اللہ یا سورہ ناس ملاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ ایک شخص اول رکعت میں نصف سورہ مزمل مثلاً پڑھ کر پھر قل هو اللہ پڑھ کر جمعہ کی نماز میں رکوع کرتا ہے، اور دوسری رکعت میں معوذتین دونوں پڑھ کر رکوع کرتا ہے، یہ جائز ہے یا نہ؟ (۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے، پس پہلی رکعت میں تبت اور دوسری رکعت

(۱) ویکرہ الفصل بسورة قصيرة وأن یقرأ منکوساً (الدر المختار) بأن یقرأ فی الثانية سورة أعلى ممّا قرأ فی الأولى، لأن ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة إلخ. (الدر المختار والشامي: ۲/۲۳۸، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة، قبیل باب الإمامة)
(۲) رد المحتار: ۲/۴۷۴، کتاب الصلاة، أوائل باب سجود السهو.

میں إذا جاء پڑھنا درست نہیں ہے، اور فرائض میں ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں إذا جاء اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنا مکروہ ہے، اور نوافل میں ایسا کرنا درست ہے، اور ایک رکعت میں نصف سورت منزل مثلاً پڑھ کر قل ہو اللہ اس کے ساتھ ملانا مکروہ ہے، اسی طرح دوسری رکعت میں معوذتین یعنی دوسورتیں پڑھنا بھی اچھا نہیں ہے، اگرچہ نماز صحیح ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۲/۲-۲۲۳)

ترتیب سور کے خلاف پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا

سوال: (۴۱۴) ترتیب سور کے خلاف پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۱۲۰۳ھ)

الجواب: سجدہ سہو واجب نہیں۔ قوله: (بترك واجب) أي من واجبات الصلاة الأصلية لا كل واجب إذ لو ترك ترتيب السور لا يلزمه شيء إلخ (۲) (شامی) فقط (۴۱۹/۲)

تراویح کی پہلی رکعت میں سورۃ ناس اور دوسری رکعت میں

سورۃ بقرہ کی چند آیات پڑھنا جائز ہے

سوال: (۴۱۵) فرضوں کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور دوسری میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھی جاوے تو جائز ہے یا مکروہ؟ اور تراویح کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور دوسری میں سورۃ بقرہ کی چند آیات پڑھنا کیسا ہے؟ اور پہلی رکعت میں غلطی سے سولہویں

(۱) ویکرہ الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة إلخ ولا يكره في النفل شيء من ذلك. وفي التاترخانية: إذا جمع بين سورتين في ركعة رأيت في موضع أنه لا بأس به وذكر شيخ الإسلام لا ينبغي له أن يفعل على ما هو ظاهر الرواية أهـ. (رد المحتار:

۲/۲۳۸-۲۳۹، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، قبيل باب الإمامة) ظفیر

(۲) رد المحتار: ۲/۴۷۴، کتاب الصلاة، أوائل باب سجود السهو.

پارہ کا رکوع پڑھا اور دوسری میں پندرہویں پارہ کا رکوع پڑھا، یہ صورت مکروہ ہے یا کیا؟

(۱۳۳۳-۳۲/۵۳۵ھ)

الجواب: پہلی رکعت فرض میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں ہے، اسی طرح تراویح میں پہلی رکعت میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور دوسری رکعت میں اوّل سورۃ بقرہ سے چند آیات پڑھنا جائز ہے (۱) اور سہواً اگر پہلی رکعت میں سولہویں پارہ کا رکوع اور دوسری رکعت میں پندرہویں پارہ کا رکوع پڑھا گیا تو اس میں بھی کچھ کراہت نہیں ہے، البتہ فرضوں میں قصداً ایسا نہ کرنا چاہیے کہ مکروہ ہے، بھول کر ہو تو کچھ حرج نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۷-۲۵۸)

والضّحیٰ کو مقدم اور والشّمس کو مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱۶) زید نے والضّحیٰ کے بعد دوسری رکعت میں والشّمس پڑھی تو نماز میں کیا نقص آیا نماز ہوئی یا نہیں؟ (۱۴۴۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قصداً فرض میں ایسا کرنا مکروہ ہے، اور سہواً (۳) ہو جائے تو کچھ حرج نہیں ہے (۴) اور نماز بہر حال صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۱۰۹-۱۱۰)

(۱) وفي الولوالجية : من يختم القرآن في الصّلاة إذا فرغ من المعوذتين في الرّكعة الأولى يركع ثمّ يقرأ في الثّانية بالفاتحة وشيء من سورة البقرة ، لأنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم : قال : خير النّاس الحال المرتحل أي الخاتم المفتوح . (الشّامي: ۲/۲۳۸-۲۳۹، كتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل في القراءة ، قبيل باب الإمامة)

(۲) أفاد أنّ التنكيس أو الفصل بالقصيرة أنّما يكره إذا كان عن قصد فلو سهواً فلا ، كما في شرح المنية . (ردّ المحتار: ۲/۲۳۹، كتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل في القراءة قبيل باب الإمامة)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'سہوا' کے بعد 'ایسا' تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'ایسا' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) حوالہ کے لیے سابقہ جواب کا حاشیہ (۲) ملاحظہ فرمائیں۔

اَلَمْ نَشْرَحْ كُوْمَقْدَمٍ اَوْرِ وَالضُّحٰی كُوْمُوْخَرِكْرِنَا جَائِزْ هَیْ یَا نَهْیْسْ؟

سوال: (۴۱۷) در قراءۃ تقدیم اَلَمْ نَشْرَحْ وَتَاخِرِ وَالضُّحٰی جَائِزْ اَسْتَ یَا نَهْ؟ وَاْگَرْ سَهْوَا یْسْ چنیں کَنْد سَجْدَہٗ سَهْوِہِ سَتْ یَا نَهْ؟ (۱) (۱۳۸۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قَصْدًا تَقْدِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ وَتَاخِرِ وَالضُّحٰی نَهْ کَنْد وَبِحَالَتِ سَهْوِہِ سَجْدَہٗ سَهْوِیْسْت (۲)
(۲۶۸/۲)

ترجمہ: سوال: (۴۱۷) قراءت میں اَلَمْ نَشْرَحْ کُوْمَقْدَمٍ کرنا اور وَالضُّحٰی کُوْمُوْخَرِكْرِنَا جَائِزْ ہے یا نہیں؟ اور سَهْوَا ایسا کرنے سے سَجْدَہٗ سَهْوِہِ ہے یا نہیں؟
الجواب: قَصْدًا اَلَمْ نَشْرَحْ کُوْمَقْدَمٍ اور وَالضُّحٰی کُوْمُوْخَرِكْرِنَا کرنا چاہیے اور سَهْوَا کرنے کی صورت میں سَجْدَہٗ سَهْوِیْسْت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرض اور واجب نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: (۴۱۸) امام یا منفرد نماز فرض یا سنت و نفل میں پہلی رکعت میں لِا یَلَا ف اور دوسری میں سورۃ فیل یا پہلی رکعت میں سورۃ فیل اور دوسری میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھے، تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی یا مکروہ تنزیہی؟ اور نماز قابل اعادہ ہے یا نہیں؟ (۵۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نماز فرض و واجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی (منکوس) (۳) پڑھنا مکروہ تحریمی ہے (اور حسب قاعدہ: کُلُّ صَلَاةٍ اَدَّیْتُ مَعَ کَرَاهَةِ التَّحْرِیْمِ تَجِبُ اِعَادَتُهَا) (۴) اعادہ اس کا واجب ہے (اور نوافل میں مکروہ نہیں ہے۔ وَأَنْ یَقْرَأَ مِنْکُوسًا اِلْخَ وَلَا یُکْرَهُ فِی النَّفْلِ شَیْءٌ

(۱) اس سوال کی عبارت رجسٹر میں نہیں ہے ۱۲۔

(۲) حوالہ کے لیے سوال (۴۱۵) کے حاشیہ نمبر (۲) ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (منکوس) کی جگہ ”منکوس“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے ۱۲۔

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة.

من ذلك إلخ (۱) (الدر المختار) اور امام ومنفرد کا حکم اس بارے میں برابر ہے۔ فقط (۲۲۴/۲)

وضاحت: قوسین کے درمیان جو عبارت ہے وہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے پہلے ایڈیشنوں اور رجسٹر نقول فتاویٰ میں ہے، موجودہ ایڈیشنوں میں نہیں ہے، ہم نے اس کو باقی رکھا ہے اور مسئلہ کی وضاحت یہ ہے: فرض اور واجب نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، مگر نماز کا اعادہ واجب نہیں، کیونکہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا قراءت کے واجبات میں ہے؛ نماز کے واجبات میں سے نہیں ہے، اسی لیے اگر کوئی شخص نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھتا ہے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ شامی میں ہے: قالوا: يجب الترتيب في سور القرآن، فلو قرأ منكوساً أثم لكن لا يلزمه سجود السهو لأن ذلك من واجبات القراءة لا من واجبات الصلاة كما ذكره في البحر في باب سجود السهو. (رد المحتار: ۱۳۱/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

نیز شامی میں ہے: قوله: (بترك واجب) أي من واجبات الصلاة الأصلية، لا كل واجب، إذ لو ترك ترتيب السور لا يلزمه شيء. (رد المحتار: ۴۷۴/۲، كتاب الصلاة، أوائل باب سجود السهو)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے: وقال ابن أمير حاج: وكثيراً ما تطلق الكراهة على كراهة التنزيه: أي والأصل في إطلاقها التحريم، وحينئذ فلا بد من النظر في الدليل الفارق بينهما، كما في البحر والنهر، وحاصله أن الفعل إن تضمن ترك واجب فمكروه تحريماً، وإن تضمن ترك سنة فمكروه تنزيهاً اهـ، وتعاد الصلاة مع كونها صحيحة لترك واجب وجوباً، اهـ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۴۴، فصل في المكروهات)

اس سے معلوم ہوا کہ ترک واجب سے جو کراہت ہوتی ہے وہ تحریمی ہے، اور کراہت تحریمی کی صورت میں اعادہ نماز واجب ہوتا ہے، لیکن جس واجب کا تعلق صلب صلاۃ سے ہے وہ اقویٰ ہے،

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۸-۲۳۹، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، قبيل باب الإمامة.

اور جس کا تعلق صلبِ صلاۃ سے نہ ہو اس کے حکم میں فرق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہ،
دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۰۶-۱۰۷، باب القراءة) محمد امین پالن پوری

قراءت میں مسبوق کے لیے امام کی ترتیب لازم نہیں؟

سوال: (۴۱۹) مسبوق کے ذمہ ترتیبِ امام لازم ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر امام نے کوئی سورت پڑھی تو مسبوق اس سے قبل کی سورت بلا کراہت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (۹۷۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)
الجواب: مسبوق کے ذمہ ترتیبِ امام لازم نہیں کہ وہ اپنی نماز میں منفرد کے حکم میں ہے (۱)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۷)

قرآن کریم پڑھنے کا غلط طریقہ

سوال: (۴۲۰) إِنَّا نَشَاهِدُ كَثِيرًا مِنَ الْحَقَّائِمْ أَنَّهُمْ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ الْمَجِيدَ بِالتَّعْجِيلِ فِي الصَّلَوَاتِ وَغَيْرِهَا كَوَقْتِ الْحِفْظِ ، بَحِيْثٌ لَا يَفْهَمُ مَا يَتْلَفُظُونَ بِهِ مِنَ الْإِعْرَابِ وَالْأَلْفَاظِ وَغَيْرِهَا ، وَ الْحَالُ أَنَّ الْقُرْآنَ نَاطِقٌ عَلَى تَرْتِيلِهِ ﴿ وَ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴾ (سورة المزمّل: الآية: ۴) فهل يجوز لهم القراءة على سبيل التّعجيل أم لا ؟ (۲/۱۱۲-۱۳۳۸ھ)
الجواب: قال في الدر المختار: ويجتنّب المنكرات هزيمة القراءة ، وفي الشامي: هزيمة إلخ سرعة الكلام و القراءة إلخ (۲) فعلم أنّ القراءة بالكيفية المذكورة من ترك (۱) درج ذیل عربی عبارت جس کو مطبوعہ فتاویٰ میں شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے۔

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه. (الدر المختار ورد المختار: ۲/۲۹۸-۲۹۹، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في ما لو أتى بالركوع والسجود أو بهما إلخ) جمل الرحمن
(۲) الدر المختار ورد المختار: ۲/۴۳۵، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح.

التَّزْوِيلُ الْمَأْمُورُ بِهِ وَالِاسْتِعْجَالُ الْمَفْضَى إِلَى الْهَذْمَةِ مِنَ الْمُنْكَرَاتِ الَّتِي يَنْبَغِي اجْتِنَابُ عَنْهَا . فقط (۲/۲۳۴)

ترجمہ: سوال: (۲۲۰) تحقیق کہ ہم بہت سے حفاظ کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نماز وغیرہ میں مثلاً حفظ کے وقت قرآن مجید اتنی تیزی سے پڑھتے ہیں کہ اعراب اور الفاظ وغیرہ کا تلفظ سمجھ میں نہیں آتا، جب کہ قرآن خود کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتا ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾: ”یعنی اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو“ تو کیا حفاظ کو اتنی تیزی سے قرآن پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں فرمایا: اور (بہ وقت تلاوت) احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قراءت کے جلد پڑھنے سے۔ اور شامی میں ہے: هَذْمَةُ الْخ یعنی بولنے اور پڑھنے میں جلدی کرنا الخ، پس معلوم ہوا کہ مذکورہ کیفیت کے ساتھ یعنی مامور بہ ترتیل کو ترک کرنے اور هذمة تک پہنچانے والی تیزی کے ساتھ قرآن پڑھنا منکرات میں سے ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔ فقط

سورہ فاتحہ کے بعد درمیان سورت سے قراءت

شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۱) اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو شروع سورت پر بسم اللہ کہے، اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع پڑھے تو بسم اللہ کہے یا نہیں؟ (۸۳۸/۸۳۵ھ)

الجواب: دوسرے رکوع پر بسم اللہ نہ (کہے) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۸)

درمیان سے سورت پڑھے تو بسم اللہ کہے یا نہیں؟ نیز دعائے قنوت

اور نماز جنازہ میں درود و دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۲) جب کسی سورت کو درمیان سے پڑھے تو بسم اللہ کرے یا نہیں؟ اور وتر میں

(۱) اس لیے کہ اس موقع پر بسم اللہ کہنا نہ منقول ہے نہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۱۲ محمد امین

نوٹ: مطبوعہ فتاویٰ میں (کہے) کی جگہ ”پڑھے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

جب دعائے قنوت پڑھے تو بسم اللہ کرے یا نہیں؟ اور نماز جنازہ میں جب (درود یا) (۱) دعا پڑھے تو بسم اللہ کرے یا نہیں؟ (۲۹/۲۷۱-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کسی سورت کو درمیان سے بھی پڑھے تب بھی بسم اللہ کرے، اور وتر میں جب دعائے قنوت پڑھے تب بھی بسم اللہ کرے، اور جنازہ کی نماز میں جب درود یا دعا پڑھے اور بسم اللہ شروع میں (اس کے کر لے) (۲) تو کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۸/۲)

الجواب صحیح (۴)

کتبہ رشید احمد (۳)

وضاحت: قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے؛ خواہ درمیان سورت سے شروع کرے، اور وتر میں دعائے قنوت سے پہلے نیز نماز جنازہ میں درود شریف اور دعا سے پہلے

(۱) 'درود یا' کا اضافہ مفتی ظفر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (اس کے کر لے) کی جگہ 'پڑھے' تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) "کتبہ: رشید احمد" یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقل فتاویٰ ہیں، رجسٹر نقول فتاویٰ سنہ ۱۳۳۰-۱۳۳۱ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: "رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاویٰ پر ہیں کوئی ناقل فتاویٰ ہے" — مگر مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی نے اس کو حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کا فتویٰ سمجھ کر "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" میں صفحہ (۱۷۱) پر عنوان (۲۱۴) کے تحت درج کیا ہے، یہ درست نہیں۔

نیز یہ فتویٰ ۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ میں لکھا گیا ہے، اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ۸ یا ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ میں ہوئی ہے، اس لیے بھی یہ فتویٰ حضرت گنگوہی کا نہیں ہو سکتا — اور مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی نے "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" صفحہ: ۹۶ پر حضرت گنگوہی قدس سرہ کا سن وفات "تذکرۃ الرشید" کے حوالہ سے ۱۳۳۳ھ لکھا ہے، وہ بھی غلط ہے، "تذکرۃ الرشید" میں متعدد جگہ صراحت لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہوئی ہے، ملاحظہ فرمائیں: تذکرۃ الرشید: ۳۲۶/۲-۳۳۳، مطبوعہ: مطابع متفرقہ میرٹھ۔ ۱۲ محمد امین پالن پوری

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں "الجواب صحیح" کے بعد "عزیز الرحمن" لکھا ہوا ہے، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں صرف "الجواب صحیح" ہے، اس کے بعد کسی کے دستخط نہیں، اس لیے ہم نے "عزیز الرحمن" کو حذف کیا ہے۔

بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں، کیوں کہ درود شریف بھی دعا ہے، اور دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا منقول نہیں، علامہ سیوطی نے نسائی شریف کی شرح زہر الربی میں شیخ عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جو اسی جلد میں پہلے سوال: (۱۹۲) پر ”وضاحت“ کے ضمن میں گزرا ہے اس کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں ۱۲۔ محمد امین پالن پوری

فاتحہ بلا بسم اللہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے

سوال: (۴۲۳) نماز میں سورہ فاتحہ بلا بسم اللہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۶۷۱)ھ
الجواب: نماز ہو جاتی ہے، اور کچھ نقص نہیں رہتا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۱)

بسم اللہ قرآن شریف کا جزء ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲۴) بسم اللہ قرآن شریف کا جزء ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جہری نماز میں بسم اللہ کو بالجہر کیوں نہیں پڑھتے؟ یہاں ایک حافظ نے ماہ رمضان میں قرآن سناتے (ہوئے) (۲) صرف قل ہو اللہ کے شروع میں بسم اللہ بالجہر پڑھی؟ (۱۳۳۷/۷۳۷)ھ

الجواب: حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ ہر ایک سورت کا جزء نہیں ہے، محض فصل بین السورتین کے لیے اوائل سورت میں لکھی جاتی ہے، اور سوائے سورہ توبہ ہر ایک سورت کے اوّل میں لکھنا اس کا ثابت ہے، مگر جزء ہونا اس سورت کا ثابت نہیں ہے، اس لیے جہر کرنا ہر ایک سورت کے ساتھ

(۱) وتسَنُّ التَّسْمِيَةَ أَوَّلَ كُلِّ رَكْعَةٍ قَبْلَ الْفَاتِحَةِ ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْتَحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، وَالْقَوْلُ بِوَجوبِهَا ضَعِيفٌ ، وَإِنْ صَحَّ لَعَدَمِ ثُبُوتِ الْمَوَاطِبَةِ عَلَيْهَا (مراقی الفلاح، ص: ۲۶۰) تَرَكَ السَّنَّةَ لَا يُوْجِبُ فِسَادًا وَلَا سَهْوًا ، بَلْ إِسَاءَةٌ لَوْ عَامِدًا غَيْرَ مُسْتَخْفٍ ، وَقَالُوا : الْإِسَاءَةُ أَدُونُ مِنَ الْكَرَاهَةِ ، دَرٌ ، أَيْ التَّحْرِيمِيَّةُ ، وَفِي السَّيِّدِ عَنِ النَّهْرِ عَنِ الْكَشَفِ الْكَبِيرِ : حَكَمَ السَّنَّةُ أَنَّهُ يَنْدُبُ إِلَى تَحْصِيلِهَا ، وَيَلَامُ عَلَى تَرْكِهَا مَعَ لِحَاقِ إِثْمِ يَسِيرٍ

اھ . (حاشیہ الطّحطاوی: ص: ۲۵۶، کتاب الصّلاة ، فصل فی بیان سنّہا)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہوئے) کی جگہ ”وقت“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے ۱۲۔

حکم نہیں ہے، صرف تمام قرآن شریف میں ایک آیت بسم اللہ بھی ہے، اس لیے تراویح میں جب قرآن شریف پورا پڑھا جاتا ہے تو ایک جگہ جہر کر دیا جاتا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۶/۲)

فجر میں چھوٹی سورتوں کا پڑھنا کب درست ہے؟

سوال: (۴۲۵) صبح کی نماز میں وقت تھوڑا تھا اس وجہ سے اول رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی، بعد نماز ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی، بڑی سورت پڑھنی چاہیے تھی۔ (۱۳۳۹ھ/۲۷۸۹)

الجواب: وہ نماز بلا کراہت صحیح ہو گئی۔ یہ کہنا کسی کا کہ یہ نماز مکروہ تحریمی ہوئی غلط ہے، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی ہے، پس معلوم ہوا کہ جب کہ وقت تھوڑا ہو یا سفر وغیرہ میں عجلت ہو تو چھوٹی سورتوں کا فجر کی نماز میں پڑھنا درست ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۷/۲)

فجر کی ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے

سوال: (۴۲۶) فقہاء صبح کی نماز میں طوال مفصل کو پڑھنا اور چالیس آیت پڑھنا مسنون کہتے ہیں، اور بعض سور طوال مفصل بیس آیت ہیں دو سورتیں پڑھنے سے ۴۰ آیات ہوں گی، کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۴۲ھ/۱۶۵۶)

(۱) وهي — أي بسم الله — آية واحدة من القرآن كله ، أنزلت للفصل بين السور إلخ ، وليست من الفاتحة ولا من كل سورة في الأصح . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۰/۲، كتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسّورة حسن) ظفیر (۲) ویسنّ فی السّفر مطلقاً أي حالة قرارٍ أو فرارٍ إلخ الفاتحة وجوباً و أيّ سورة شاء ، وفي الضّرورة بقدر الحال (الدّر المختار) أي سواء كان في الحضر أو السّفر إلخ ، لأنّه عليه الصّلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوّذین إلخ . (الدّر المختار والشّامي: ۲۲۹-۲۳۲، كتاب الصّلاة باب صفة الصّلاة ، فصل في القراءة ، السّنة تكون سنة عين و سنة كفاية) ظفیر

الجواب: افضل اور بہتر یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھے، پس صبح کی نماز کی ہر ایک رکعت میں پوری سورت طوال مفصل کی پڑھے، سنت ادا ہو جائے گی، آیتوں کا لحاظ نہ کرے، خواہ چالیس ہو جائیں یا کم و بیش (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۴)

فجر کی نماز میں کس قدر قراءت سنت ہے؟

سوال: (۴۲۷) فجر کی نماز میں کس قدر قراءت پڑھنا سنت ہے؟ (۱۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)
الجواب: طوال مفصل کی سورتیں صبح کی نماز میں پڑھنا سنت ہے، یعنی سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۱)

جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ اور سورۃ دھر پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۲۸) جمعہ کی فجر میں سورۃ سجدہ اور سورۃ دھر پڑھنا مسنون ہے (یا نہیں؟) (۲) زید مسنون ہونے کی وجہ سے بیس جمعہ کی فجر میں دونوں سورت پڑھتا ہے، اور اکیسویں جمعہ کی فجر میں اور سورت پڑھتا ہے، اس خیال سے کہ عوام ان کا پڑھنا فرض نہ خیال کریں، تو یہ اولویت کے خلاف ہے یا نہیں؟ (۸۱۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے، لیکن حنفیہ اس کو بعض اوقات پر حمل کرتے ہیں، اور مواظبت اس کے ساتھ پسند نہیں کرتے، کیونکہ وہ تعیین سورت کو کسی نماز کے لیے منع فرماتے ہیں، لہذا کبھی کبھی ایسا کر لیوے تو کچھ حرج نہیں ہے، دوام اس پر نہ کرے، درمختار میں ہے: ویکرہ التّعیین

(۱) و يُسَنُّ فِي الْحَضَرِ لِإِمَامٍ وَمَنْفَرِدٍ إِنْ طَوَّلَ الْمَفْصَلَ مِنَ الْحَجَرَاتِ إِلَى آخِرِ الْبُرُوجِ فِي الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ إِنْ كَانَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سُورَةٌ مِمَّا ذَكَرَ (الدَّرَّ الْمُخْتَارُ) أَيْ مِنَ الطُّوَالِ وَالْأَوْسَاطِ وَالْقِصَارِ، وَمُقْتَضَاهُ أَنَّهُ لَا نَظَرَ إِلَى مِقْدَارِ مَعْيْنٍ مِنْ حَيْثُ عَدَدُ الْآيَاتِ إِنْ كَانَ (الدَّرَّ الْمُخْتَارُ) وَرَدَّ الْمُخْتَارُ: ۲/۲۳۰-۲۳۱، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ، فَصْلُ فِي الْقِرَاءَةِ، مَطْلَبُ: السَّنَّةُ تَكُونُ سَنَةً عَيْنٍ وَ سَنَةً كِفَايَةً (ظَفِيرٌ)

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

ک ”السّجدة“ و ”هل أتى“ لفجر کلّ جمعة ، بل یندب قراءتہما أحياناً (۱) فقط (۲/۲۱۷)

جمعہ کی نماز میں کونسی سورتیں پڑھنی چاہئیں؟

سوال: (۴۲۹) جمعہ کی (نماز) (۲) میں سورہ جمعہ اور منافقون سنت ہے، ان کے علاوہ کوئی اور

سورت پڑھنا خلاف سنت تو نہیں ہے؟ (۱۰۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: رسول اللہ ﷺ سے سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا (۳) اکثر ثابت ہے نہ ہمیشہ، اگر کوئی (شخص) (۴) کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں بلکہ اس سے عوام کا مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب اور اسی وجہ سے احناف کے یہاں تعین سورت نہیں ہے (۵) فقط (۲/۲۶۰)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۲۳۵، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة.

(۲) مطبوعہ فتاویٰ اور رجسٹر نقول فتاویٰ میں نماز کے بجائے فجر تھا، ہم نے مسلم شریف کی روایت سے جواگلے حاشیہ میں مذکور ہے تصحیح کی ہے۔ ۱۲ محمد امین

(۳) عن عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال: صلّی لنا أبو ہریرۃ الجمعة فقرأ سورة الجمعة في السجدة الأولى وفي الآخرة إذا جاءك المُنَافِقُونَ ، فقال : سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقرأ بهما يوم الجمعة ، رواه مسلم (مشكاة المصابيح، ص: ۸۰، کتاب الصّلاة، باب القراءة في الصّلاة، الفصل الثانی) محمد امین

(۴) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۵) وإذا فرغ من الخطبة أقام الصّلاة وصلّی بالنّاس ركعتين على ما هو المتوارث المعروف وفي التّحفة وغيرها یقرأ فیہما قدر ما یقرأ في الظّهر لأنّہما بدل منه ، وإن قرأ بسورة الجمعة وإذا جاءك المُنَافِقُونَ أو بـ سَبِّح اسمَ رَبِّكَ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ تبرّكاً بالمأثورة عنه علیہ الصّلاة والسلام علی ما مرّ في صفة الصّلاة كان حسناً ، لكن یتركه أحياناً لئلا یتوهم العامّة وجوبه. (غنية المستملی، ص: ۲۸۳، فصل في صلاة الجمعة، البحث الثانی

في صفتها) ظفیر

مستورات سب نمازوں میں قراءت آہستہ کریں

سوال: (۴۳۰) عورتیں نماز سریہ، وجہریہ میں قراءت جہر سے کریں یا آہستہ؟

(۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: عورتیں سب نمازوں میں قراءت آہستہ کریں۔ (۱) (۲۶۶/۲)

حافظہ عورت نفل نماز اور تراویح میں جہراً قراءت نہ کرے

سوال: (۴۳۱) عورت حافظہ اگر نماز نفل یا تراویح میں قراءت بالجہر مکان کے اندر پڑھے، اور اس مکان میں سوائے شوہر و دیگر محارم کے دوسرا شخص نہ ہو، تو جہراً قراءت نماز میں اس کو جائز ہوگا یا نہیں؟ نماز اس کی صحیح ہوگی یا فاسد؟ (۱۲۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جو عورت حافظ قرآن (ہو) (۲) نماز میں جہر نہیں کر سکتی، اس واسطے کہ کلام عورت عند البعض عورت ہے، (شامی جلد اول) وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة فسدت كان متجهاً إلخ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۹، اور ۲/۲۵۳) (۴)

(۱) جواب میں درج عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدین نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے، کیوں کہ یہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے۔

في الكبير: قال ابن الهمام: صُرح بالتوازل بأن نغمة المرأة عورة — إلى قوله — وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقرآن في الصلاة فسدت كان متجهاً. (غنية المستملي، ص: ۱۹۰، فروع من بحث السّتر)

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہو) کی جگہ ”ہے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) رد المحتار: ۲/۷۲، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، مطلب في ستر العورة.

(۴) یہ سوال و جواب اور مطبوعہ فتاویٰ جلد ۲/۲۵۳-۲۵۴، سوال نمبر: ۴۷۰ کے بعینہ مکرر ہونے کی وجہ سے ایک حذف کر دیا گیا ہے۔

فاتحہ کے بعد کتنی قراءت واجب ہے؟

سوال: (۴۳۲) بعد فاتحہ کے امام کو تین آیت پڑھ کر رکوع کرنا چاہیے یا ایک آیت کافی ہے؟
(۱۶۲۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: تین آیت سے کم نہ چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۰/۲)

نماز میں کس قدر قراءت فرض ہے؟

سوال: (۴۳۳) نماز میں قراءت فرض ہے، سو کس قدر فرض ہے؟ (۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)
الجواب: مطلق قراءت بہ قدر ایک آیت کے فرض ہے، کما فی الشّامی: أي قراءة آية من القرآن وهي فرض عملي (۲) اور الحمد شریف اور اس کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے۔ اور مقدار چھوٹی سورت (کی) (۳) جیسا ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ﴾ تین آیتیں ہیں، واجب ادا ہو جائے گا (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۶/۲)

(۱) قرأ المصلّي لو إماماً أو منفرداً الفاتحة وقرأ بعدها وجوباً سورة أو ثلاث آيات ولو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث آيات قصار انتفت كراهة التحريم، ذكره الحلبي ولا تنفي التزبيّة إلا بالمسنون . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۱۷۱/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملّة بين الفاتحة و السّورة حسن) ظفیر

(۲) ردّ المحتار: ۱۱۸/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مبحث القراءة .

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (کی) کی جگہ ”سے“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) درج ذیل عربی عبارت جس کو مفتی ظفیر الدین نے شامل جواب کیا تھا، ہم نے اس کو حاشیہ میں رکھا ہے کیوں کہ یہ رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے۔

وتجب قراءة الفاتحة وضمّ السّورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأولين بعد الفاتحة. (الفتاوى الهندية: ۷۱/۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة الفصل الثاني في واجبات الصلاة)

نماز میں تین آیتیں پڑھنا فرض ہے یا واجب؟

سوال: (۴۳۴) جو تین آیت قرآن شریف کی نماز میں پڑھی جاتی ہے، یہ فرض ہے، یا کیا؟

(۱۳۴۰/۲۲۵۹ھ)

الجواب: درمختار میں واجبات نماز میں شمار کیا ہے، قراءت فاتحہ اور ضم سورت کو یا تین آیت کو وضمّ أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها وهو ثلاث آيات قصار إلخ ، وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۱/۲)

سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھنا افضل ہے

سوال: (۴۳۵) کسی امام نے دو رکعت میں بعد فاتحہ کے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكَ الْمُلْكِ﴾ (سورہ آل عمران، آیت: ۲۶) سے دو چار آیت پڑھ کر بدستور نماز کو تمام کر لیا، یہ نماز مکروہ ہوئی یا نہیں؟ رد المحتار قبیل باب الإمامة میں جو لکھا ہے، قولہ: (وأن يقرأ في الأولى من محلّ إلخ) قال في النهر: وينبغي أن يقرأ في الركعتين آخر سورة واحدة لا آخر سورتين فإنه مكروه عند الأكثر (۲) اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ (۱۸۹۷-۳۵/۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی نہیں ہے، کیوں کہ عبارت رد المحتار میں مکروہ اس کو لکھا ہے کہ دو رکعت میں دو سورتوں کا آخر پڑھے، اور ایک سورت کے آخر کی آیتیں دونوں رکعت میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی نہیں ہے، لیکن غیر اولیٰ یعنی مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ افضل واولیٰ وسنت یہ ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھے کما فی رد المحتار: بأن

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۱۳۲/۲، کتاب الصلّٰة، باب صفة الصلّٰة، مطلب: کلّ صلاة

أدیت مع کراهة التحريم تجب إعادتها .

(۲) رد المحتار: ۲/۲۳۸، کتاب الصلّٰة، فصل فی القراءة، قبیل باب الإمامة .

الأفضل في كلّ ركعة الفاتحة و سورة تامة إلخ (۱) اور ظاہر ہے کہ غیر اولیٰ کا مال مکروہ تنزیہی ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۱-۲۲۲)

جملہ قراءات متواترہ کے ساتھ نماز صحیح ہے

سوال: (۴۳۶) فن قراءات اصول و فرع دو قسم ہے، اور سات ائمہ اور چودہ روایات سے مروی ہے، تو نماز کے اندر تمام کی قراءت جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں یا فقط فرع کی؟ یعنی اختلاف فرش الحروف کا نماز کے اندر اجراء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک کلمہ ایک راوی کا، اور ایک کلمہ دیگر راوی کا نماز میں اجراء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۲۲۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نماز جملہ روایات متواترہ کے ساتھ صحیح ہے، لیکن روایات غریبہ غیر معروفہ کو پڑھنا نماز میں اچھا نہیں، اگرچہ وہ متواترہ ہوں، کیوں کہ عوام کو اس میں مضرت ہے۔ كما في الدر المختار: ويجوز بالروايات السبع وفي الشامي: بل يجوز بالعشر أيضًا، لكن الأولى أن لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم إلخ. وفي الشامي: قوله: (بالغريبة) أي بالروايات الغريبة والإمالات لأن بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون فيقعون في الإثم والشقاء ولا ينبغي للإئمة أن يحمل العوام على ما فيه نقصان دينه ولا يقرأ عندهم مثل قراءة أبي جعفر وابن عامر و علي بن حمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون أو يضحكون، وإن كان كلّ القراءات والروايات صحيحةً فصيحةً ومشائخنا اختاروا قراءة أبي عمر وحفص عن عاصم أه من التآثر خانية عن فتاوى الحجة (۲)

الحاصل جو قراءات اب عموماً مروج ہے، اور قرآنوں میں مطبوع ہے، یعنی قراءت حفص کی عاصم سے اسی کو پڑھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۶-۲۲۷)

(۱) ردّ المحتار: ۲/۲۳۱، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية.

(۲) الدرّ المختار وردّ المحتار: ۲/۲۳۲، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة مطلب: السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية.

آیت: لا پر وقف کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۷) ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ الْآيَةَ﴾ ﴿عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ﴾ آیت: لا پر اگر سانس ختم یا بند ہو جانے کی وجہ سے وقف کرے، اور اخیر لفظ کو نہ دہرا کر آگے (پڑھتا) (۱) چلے، تو نماز میں کیا خلل ہے؟ نیز تیسری مثال میں اگر وقف کر لیا ہو تو آگے الَّذِي کہہ کر پڑھا جائے یا نِ الَّذِي کہہ کر؟ (۱۳۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: آیت لا پر بہ ضرورت وقف کر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور لفظ ما قبل کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اور نماز میں کچھ خلل نہیں ہے، اور تیسری مثال میں الَّذِي اور نِ الَّذِي پڑھنا دونوں طرح درست ہے۔ (مگر حالت وقف میں الَّذِي پڑھنا چاہیے۔ ظفیرؒ) فقط (۲/۲۲۷)

سوال: (۴۳۸) آیت: ۝ پر وقف کر دینے سے کچھ حرج ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: آیت: ۝ پر وقف کر دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور نماز صحیح ہے۔ فقط (۲/۲۴۳)

ہر آیت پر وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۹) وقف کرنا ہر آیت پر خواہ ما قبل و مابعد سے اس آیت کا تعلق ہو یا نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ اور رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (اور) (۲) الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ کو نماز میں وصل نہ کرنا مفسد نماز ہے یا نہیں؟ (۶۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اور الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ پر وقف کرنا درست ہے، مفسد نماز نہیں ہے۔ فقط (۴/۳۷)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (پڑھتا) کی جگہ ”بڑھتا“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) ’اور‘ کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

امام نے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِيْ پر سانس توڑا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۰) امام نے صبح کی دوسری رکعت میں ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ (پڑھی اور ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ (۱) وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ سے ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي﴾ پر سانس توڑا، ایک شخص کہتا ہے کہ اس طرح پڑھنا ناجائز ہے۔

(۱۸۴۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں قراءت صحیح ہوئی، اور نماز میں کچھ خلل اور فساد نہیں آیا (۲) فقط (۲۲۸/۲)

رَبِّ الْعَالَمِينَ پر وقف کرنا

سوال: (۴۴۱) امام ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ پر پختہ آیت کرتا ہے، نماز میں کوئی حرج تو نہیں؟

(۱۱۸۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: کچھ کراہت وغیرہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۳/۲)

سورہ عصر میں سامع نے وَالْعَصْرِ اور لَفِيْ خُسْرٰی سننا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۲) زید نے نماز جہری میں سورہ وَالْعَصْرِ پڑھی، اس صورت سے کہ ﴿وَالْعَصْرِ﴾ کے اوپر وقف کیا، اور سامع نے وَالْعَصْرِ سنا بہ حذف راء، اور ثانیاً ﴿لَفِيْ خُسْرٰی﴾ پر وقف کیا، اور سامع نے لَفِيْ خُسْرٰی بہ اسقاط راء سنا، اگر وقف اخیر بہ اسقاط حرکت یا تنوین بدون راء ہو تو ایسے مقام پر وقف کرنا جائز ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ۷ مواضع پر قرآن شریف میں

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) ومنها زَلَّةُ الْقَارِئِ فَلَوْ فِيْ اِعْرَابٍ اَوْ تَخْفِيفٍ مُّشَدَّدٍ وَعَكْسُهُ اِلْخ اَوْ بَوَقْفٍ وَابْتِدَاءٍ لَمْ تَفْسُدْ وَاِنْ غَيَّرَ الْمَعْنٰى بِهِ يَفْتٰى . (الدَّرَّ الْمُخْتَارُ مَعَ رَدِّ الْمُحْتَارِ: ۲/۳۳۸۱-۳۴۰، کتاب

الصَّلَاةُ، باب مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يَكْرَهُ فِيْهَا، مطلب: مسائل زَلَّةُ الْقَارِئِ) ظفیر

وقف کرنا مفعی الی الکفر (ہونا منقول) (۱) ہے، جس میں سے ایک موضع ﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ﴾ ہے، علیٰ ہذا القیاس۔ اور ۱۶ مواضع میں جو ستر واں موضع ہے وہ وَالْعَصْرِ والا ہے کہ فساد اس کا اظہار من الشمس ہے۔ علاوہ ازیں وقف مابین مبتداء و خبر اور صفت و موصوف و فعل و فاعل اور (مستثنیٰ و) (۲) مستثنیٰ منہ وصلہ و موصول و غیر ذلک، بناء بر قاعدہ نحو یہ فصل و وقف جائز یا ناجائز جو موضع متنازع فیہ جملہ استثنائیہ ہے۔ بینواتو جروا۔ (۱۳۳۲/۱۲۰) ھ

الجواب: اعتبار پڑھنے والے کا ہے، سننے والا اگر کسی حرف کو نہ سنے تو اس سے قاری کا نہ پڑھنا لازم نہیں آتا، پس جب کہ قاری نے وَالْعَصْرِ پڑھا ہے، اور اسی طرح ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ پڑھا ہے تو نماز ہوگئی، اور ان دونوں موقعوں پر وقف کرنے سے نماز باطل نہیں ہوئی (۳) اور نہ کفر ہوا، اور کسی موقع پر بھی کفر نہیں ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو روایات سترہ (۱۷) موقع پر وقف کرنے سے کفر کے لازم ہونے کی نقل کی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۰/۲)

فَعَالٌ کے عین پر جزم پڑھنا

سوال: (۴۴۳) امام ﴿فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ میں عین پر جزم کرتا ہے، نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۲/۱۱۸۰) ھ

الجواب: فَعَالٌ کے عین میں ادغام ہے یعنی اس میں دو عین ہیں، پہلا ساکن دوسرا متحرک، گویا اصل اس کی یہ ہے فَعَالٌ، پس اگر اسی طرح پڑھا تو نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴۴۳/۲)

(۱) 'ہونا منقول' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتداء في غير موضع الابتداء إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ و وقف ثم ابتداء بقوله ﴿أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ لا تفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا في المحيط، وكذا إن وصل في غير موضع الوصل إلخ لا تفسد لكنه قبيح، هكذا في الخلاصة. (الفتاوى الهندية: ۸۱/۱)، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري (ظفیر)

یَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا پَر وَقْف کرنا

سوال: (۴۴۴) امام آیت کریمہ: ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا﴾ (سورہ نبأ، آیت: ۳۸) پر اگر وقف کر دے تو نماز صحیح ہے یا نہ؟ (۱۱۸۰/۱۳۳۲ھ)

الجواب: نماز صحیح ہے، اور صَفًّا پَر وقف کر دینے سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔ (۲۴۳/۲)

نماز میں بے موقع وقف کرنے اور جز و سورت پڑھنے کا حکم

سوال: (۴۴۵)..... (الف) زید ایک قاری وقف اضطراری بہت کثرت سے کرتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نہایت ترتیل سے پڑھتا ہے، عشاء اور فجر میں اکثر جزء سورت پڑھتا ہے، مصلیوں اور لوگ بھی قرآن صحیح بلا وقف اضطراری پڑھ سکتے ہیں، مصلیوں میں سے بعض ایسے پڑھنے کو طبعاً بہت مکروہ سمجھتے ہیں، بڑی آیت میں کئی جگہ اور چھوٹی میں ایک، کبھی دو جگہ وقف کیا جاتا ہے، مثلاً ﴿أَطْعَمَهُمْ﴾ (اضطراری) الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ (اضطراری) مِنْ خَوْفٍ ﴿۱﴾ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ اس طرح وقف کرنا جائز ہے یا مکروہ؟

(ب) اور جزء سورت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(ج) بعض مصلیان کا مکروہ سمجھنا ترک امامت کے لیے دلیل ہے یا نہیں؟

(د) جب قاری مذکور تدویر سے بلا وقف اضطراری پڑھ سکتا ہے، تو ایسے پڑھنے سے اس کو منع کیا جائے گا یا نہیں؟ (۲۴۳۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) اس طرح (وقف) (۲) اضطراری میں دوبارہ آیت کا اعادہ کر لینے سے کچھ

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں خوف کے بعد ”اور مثلاً“ ہے یہ جملہ مفتی ظفر الدین صاحب نے بڑھایا ہے، رجسٹر میں

نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (وقف) کی جگہ ”وقوف“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

کراہت نہیں رہتی، اور مقتدیوں کو بھی اس سے کراہت کرنا نہ چاہیے؛ لیکن جب کہ دوسرا شخص صحیح پڑھنے والا قرآن شریف کا موجود ہے جو کہ اس قدر کثرت سے وقف اضطراری نہیں کرتا تو اس کا امام ہونا اچھا ہے، کیوں کہ مقتدیوں کی رعایت بہتر ہے (۱)

(ب) اور جزء سورت ہمیشہ پڑھنا خلاف سنت ہے اور غیر اولیٰ ہے، بہتر یہ ہے کہ نماز میں پوری سورت پڑھی جائے، شامی میں ہے: صرّحوا بأنّ الأفضل في كلّ ركعة الفاتحة وسورة تامة إلخ (۲) (الشامی: ۱/۳۶۳)

(ج) مصلیان کا کسی امام کی امامت کو مکروہ سمجھنا اگر بہ وجہ امام کی خرابی کے ہو تو اس امام کو امامت کرنا مکروہ ہے، اور اگر امام میں کچھ خرابی نہیں ہے تو (پھر) (۳) مقتدیان کا مکروہ سمجھنا برا ہے (۴) (کذا في الدر المختار)

(د) بے شک اگر تدویر سے بدون اوقاف اضطراری کے پڑھ سکتا ہے (تو) (۵) ویسا ہی پڑھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۹-۲۳۰)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إذا صلى أحدكم للناس فليخفف فإنّ فيهم السّقيم والضعيف والكبير ، وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطول ما شاء ، متفق عليه . (مشكاة المصابيح، ص: ۱۰۱، كتاب الصّلاة ، باب ما على الإمام الفصل الأوّل)

(۲) ردّ المحتار: ۲/۲۳۱، كتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل في القراءة ، مطلب : السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية .

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) ولوأمّ قومًا وهوله كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحقّ بالإمامة منه كره له ذلك تحريمًا إلخ وإن هو أحقّ ، لا ، والكراهة عليهم . (الدرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۵۴، كتاب الصّلاة ، باب الإمامة ، قبل مطلب : البدعة خمسة أقسام) ظفیر

تجوید کی عدم رعایت سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: (۴۴۶) امام باوجود تجوید جاننے کے قراءت تجوید سے نہ پڑھے مثلاً آیت کی جگہ نہ ٹھہرایا بغیر آیت کے سانس لے لی، یا وقفہ سکتہ پر سانس لیتے ہوئے ٹھہرا، یا وقف اور وقف لازم اور وقف النبی کا خیال نہیں کیا، یا مد کی جگہ قصر کیا، یا نون اظہار کی جگہ اخفاء کیا، تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟
(۱۳۳۸/۴۹۳ھ)

الجواب: نماز ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۱/۲)

سورہ فاتحہ میں سکتہ نہ کرنے سے شیطان کا نام نہیں بنتا

سوال: (۴۴۷) بعض کا قول ہے کہ الحمد یعنی سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتات کرنے چاہیے، اگر یہ سکتات نہ کیے جائیں تو نام شیطانی پیدا ہوتا ہے جو کہ مفسد صلاۃ ہے، یہ قول صحیح ہے یا غلط؟
(۱۳۳۷/۲۲۸۲ھ)

الجواب: یہ قول بالکل باطل اور محض لغو ہے۔ ”کما حَقَّقَهُ فِي ”القول الفاصل بين الحقّ و الباطل“ للإمام محمد بن عمرو بن خالد القرشيّ حيث قال: اعلم أنّ هؤلاء القائلين عمّوا فيما زعموا، وغفلوا فيما نقلوا، بل أنّ ما زعموه وسواس صرف و مانقلوه افتراء محض إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۲۸-۲۲۹)

سوال: (۴۴۸) زید کہتا ہے کہ اَلْحَمْدُ کی دال پر وقف کر کے لِلّٰہ کہنا چاہیے کیوں کہ وقف نہ کرنے میں دَلّ معلوم ہوتا ہے، اور دَلّ شیطان کا نام ہے، علیٰ ہذا اِيَّاكَ کے کاف پر وقف کرنا چاہیے کیوں کہ وقف نہ کرنے سے كَنَعْبُدُ معلوم ہوتا ہے اور یہ نام شیطان کا ہے؛ یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۲۷۲ھ)

الجواب: یہ قول زید کا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۸۸/۴)

(۱) القول الفاصل بين الحقّ و الباطل المتصل بالحلبی الكبير، ص: ۵۳۷۔
نوٹ: اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱/۷-۲۷۹-۲۸۱، کتاب الحظر والإباحة، قراءت و تجوید کا بیان، سوال نمبر (۱۶۰۶)

نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۴۴۹)..... (الف) اگر نماز کے اندر قرآن مجید کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے، تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(ب) قرآن مجید سے مقصود دراصل لفظ ہے یا معنی؟ (۵۵۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف-ب) قراءت قرآن میں مقصود اصلی دونوں ہیں، لفظ بھی اور معنی بھی، اور قرآن نام ہے اس کلام اور عبارت خاص کا جو کہ مکتوب فی المصاحف ہے، اور عربی زبان میں ہے: قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (سورہ یوسف، آیت: ۲) پس جو نظم عربی نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے، اور نہ حکم تلاوت قرآن کا اس پر صادق آتا ہے، اور نہ وہ ثواب حاصل ہو سکتا ہے، حدیث شریف میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنة، والحسنة بعشر أمثالها لا أقول: آلف حرف، الف حرف، و لام حرف، ومیم حرف، رواہ الترمذی وغیرہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۱) شامی میں ہے: لأن الإمام رجع إلى قولهما في اشتراط القراءة بالعربية، لأن الأمور به قراءة القرآن، وهو اسم للمنزل باللفظ العربي المنظوم، هذا النظم الخاص المكتوب في المصاحف المنقول إلينا نقلاً متواتراً إلخ (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین اس میں متفق ہو گئے ہیں کہ نماز میں قراءت قرآن انہیں کلمات عربیہ کے ساتھ ہونی چاہیے جو کہ حقیقۃً قرآن ہے اور مصاحف میں لکھا ہوا ہے، إلى آخرہ.

الحاصل نماز کے اندر ترجمہ قرآن شریف کا پڑھنے سے نماز نہ ہوگی، کیونکہ نماز میں قراءت قرآن شریف فرض ہے، اور قرآن نام نظم عربی کا ہے، ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جاتا مگر مجازاً۔ کما قال فی رد المحتار: و الأعجمي إنما يسمّى قرآنًا مجازًا و لذا يصحّ نفي اسم القرآن عنه إلخ (۲) (شامی). فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۱-۲۳۲)

(۱) مشکاة المصابيح، ص: ۱۸۶، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني.

(۲) رد المحتار: ۱۶۲/۲، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: الفارسیۃ خمس لغات.

قرآن کا ترجمہ نماز میں پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۵۰) ایک زبردست عالم کا بیان ہے کہ اگر قرآن شریف کی کسی آیت کا ترجمہ اردو میں پڑھ لیا جاوے تو نماز ادا ہو جاتی ہے، کیوں کہ قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے، جو رسول مقبول ﷺ نے عربی زبان میں کیا، اور قرآن شریف کے نزول کا یہ ذریعہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دیا، انہوں نے اپنی زبان مبارک سے ادا کیا، یہ بیان اس مولوی کا صحیح یا غلط؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۲۷۱ھ)

الجواب: اس زبردست عالم کے حوالہ سے جو مسئلہ آپ نے لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب دین کے عالم نہیں ہیں، افسوس ہے کہ ایسے ایسے غلط مسئلے نام کے عالم بیان کر دیتے ہیں، الحمد یا کسی سورت کا ترجمہ نماز میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، کیونکہ قرآن شریف نام ہے اس عربی کلام اللہ کا جو ما بین الدفتین ہے، یعنی دو پٹھوں کے درمیان میں جو کلام اللہ ہے یہی قرآن شریف ہے، اور یہی کلام اللہ ہے، اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے (۱)

پس اس مولوی کا یہ کہنا کہ یہ عربی قرآن شریف کلام اللہ نہیں ہے، بلکہ اس کا ترجمہ ہے الخ بالکل غلط (۲) اور افتراء ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا﴾ (سورہ یوسف، آیت: ۲)

(۱) كما صحّ لو شرع بغير عربيّة إلخ ، أو قرأ بها عاجزاً فجائز إجماعاً ، قيّد القراءة بالعجز لأنّ الأصحّ رجوعه إلى قولهما ، وعليه الفتوى ، قلت: وجعل العيني الشروع كالقراءة لا سلف له فيه ولا سند له يقويه (الدّر المختار) و إنّما المنقول أنّه رجع إلى قولهما في اشتراط القراءة بالعربيّة إلّا عند العجز إلخ ، لأنّ الإمام رجع إلى قولهما في اشتراط القراءة بالعربيّة لأنّ المأمور به قراءة القرآن ، وهو اسم للمنزل باللفظ العربي المنظوم هذا النظم الخاص المكتوب في المصاحف المنقول إلينا نقلاً متواتراً إلخ . (الدّر ورد المحتار: ۱۶۱/۲-۱۶۲، باب صفة الصّلاة ، كتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، مطلب: الفارسيّة خمس لغات) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں غلط کے بعد ہے تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ ہے نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس

کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

اسی طرح بہت جگہ قرآن کو عربی فرمایا ہے، اور ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ﴾ (سورہ حم سجدہ، آیت: ۴۴) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن کو عربی زبان میں نہ اتارتے اور (اعجمی) (۱) کرتے، یعنی سوائے عربی کے دوسری زبان میں اتارتے تو کفار یہ اعتراض کرتے کہ عربی پیغمبر پر عجمی قرآن اتارا گیا، یہ عجیب بات ہے، اور فقہ کی کتابوں میں صاف یہ لکھا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی، البتہ جو شخص نو مسلم کوئی ایسی موٹی زبان کا ہے کہ اس سے عربی لفظ نہیں کہے جاتے اس کو تا وقتیکہ وہ سیکھے اور قرآن پڑھ سکے یہ درست ہے کہ ترجمہ ہی پڑھ لے، کیوں کہ وہ معذور ہے قرآن کے پڑھنے سے، اور یہ کہنا اس کا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈال دیا، آپ نے اپنی زبان سے عربی الفاظ میں بیان کر دیا، یہ عقیدہ بھی (اس کا بالکل) (۲) اہل سنت کے خلاف ہے، یہ نیچریت اور مرزائیت (کی خرابی معلوم ہوتی ہے) (۳) (اہل اسلام اہل سنت) (۲) کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے یہ قرآن شریف نازل ہوا ہے، خود قرآن شریف میں آیا ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ (سورہ شعراء، آیت: ۱۹۳) کہ اس قرآن کو روح امین یعنی جبریل علیہ السلام نے اللہ کے پاس سے اتارا ہے، الغرض ایسے بد عقیدہ والے کی بات نہ سنی اور نہ ماننی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۴-۲۶۶)

امام نے مقدار واجب قراءت کرنے کے بعد

بھولنے کی وجہ سے نماز توڑ دی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۱) امام نے نماز شروع کی، اور تین یا چار آیت پڑھ کر بھول گیا، تو اب اس کو رکوع

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (اعجمی) کی جگہ ”عجمی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان جو الفاظ ہیں ان کو رجسٹر نقول فتاویٰ کے مطابق کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (کی خرابی معلوم ہوتی ہے) کی جگہ ”کے معتقد معلوم ہوتے ہیں“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول

فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

کرنا تھا، اس نے نماز توڑ دی، پھر دوبارہ الحمد سے شروع کی تو کیسا ہے؟ (۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نماز توڑنے کی ضرورت نہ تھی، لیکن جب دوبارہ اس نماز کو پڑھ لی تو ادا ہوگئی (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۲-۲۳۳)

امام دو آیت پڑھ کر بھولنے کی وجہ سے چوتھی

آیت یا دوسری سورت پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۵۲) امام نے نماز شروع کی، دو آیت پڑھ کر بھول گیا، تو چوتھی یا پانچویں آیت

سے شروع کی، یا دوسری سورت، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ (۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نماز صحیح ہے، اور سجدہ سہو لازم نہیں ہوا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۳)

سوال: (۴۵۳) امام دو آیت پڑھ کر تیسری نصف آیت سے بھول گیا، تو چوتھی یا پانچویں

آیت سے یا دوسری سورت شروع کر دی، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ (۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں بھی نماز ہوگئی، اور سجدہ سہو لازم نہیں ہے (۲) فقط (۲/۲۳۳)

(۱) وَضَمَّ أَقْصَرَ سُورَةِ الْكَوْثَرِ أَوْ مَا قَامَ مَقَامَهَا ، وَهُوَ ثَلَاثُ آيَاتٍ قِصَارَ نَحْوِ ﴿ثُمَّ نَظَرَ . ثُمَّ

عَبَسَ وَبَسَرَ . ثُمَّ أَذْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (سورة المدثر، الآية: ۲۱-۲۳) وكذا لو كانت الآية أو

الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۱۳۲، كتاب الصلاة، باب صفة

الصلاة، مطلب: كلّ صلاة أذيت مع كراهة التحريم تجب إعادتها) ظفیر

(۲) يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلى آية أخرى لا يلزم

من وصلها ما يفسد الصلاة . (ردّ المحتار: ۲/۳۳۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما

يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها ردّ السلام) ظفیر

لو قرأ آية تعدل أقصر سورة جاز إلخ وقدرها من حيث الكلمات عشر و من حيث

الحروف ثلاثون . (ردّ المحتار: ۲/۲۲۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة

قبيل مطلب في الفرق بين فرض العين وفرض الكفاية) ظفیر

ایک آیت پڑھنے کے بعد امام بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال: (۴۵۴) امام نے قراءت شروع کی اور اس کو سہو ہوا، حالانکہ بہ قدر ایک آیت کے پڑھ چکا تھا، اس نے اس موقع کو چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا، یہ کیسا ہوا؟ (۱۶۲۶/۱۳۳۵ھ)
الجواب: یہ اچھا کیا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۰)

جن لفظوں میں دو قراءتیں ہیں ان کو دو مرتبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۵) قرآن شریف میں بعض جگہ چھوٹے حروف لکھے ہوتے ہیں، مثلاً: بَضْطَةً، هُمُ الْمُصْطِرُونَ، عَلَيْهِمْ بِمُصْطِرٍ، ان میں سے کونسا حرف دو مرتبہ پڑھا جاوے؟ پنجاب میں دو مرتبہ پڑھتے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ (۱۸۵۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: لفظ بَضْطَةً (سورہ اعراف، آیت: ۶۹) اور هُمُ الْمُصْطِرُونَ (سورہ طور، آیت: ۳۷) اور عَلَيْهِمْ بِمُصْطِرٍ (سورہ غاشیہ، آیت: ۲۲) کے اوپر 'س' لکھنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ سین سے پڑھا گیا ہے اور صاد سے بھی، یعنی تلاوت کرنے والا خواہ سین پڑھے (یا) (۲) صاد، نماز صحیح ہے، اور یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسے کلمات کو دو دفعہ پڑھے، بلکہ جس قاری کا اتباع کرے اسی کے موافق پڑھے۔ قولہ: ﴿الْمُصْطِرُونَ﴾ وفي قراءۃ لابن کثیر: بالسین بدل الصاد، المتسلطون الجبارون إلخ (۳) (کمالین) ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصْطِرٍ﴾ وفي قراءۃ بالصاد بدل السین (۱) يُكْرَهُ أَنْ يُفْتَحَ مِنْ سَاعَتِهِ كَمَا يُكْرَهُ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلْجِئَهُ إِلَيْهِ، بَلْ يَنْتَقِلُ إِلَى آيَةِ أُخْرَى لَا يَلْزَمُ مِنْ وَصْلِهَا مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ أَوْ إِلَى سُورَةِ أُخْرَى أَوْ يَرْكَعُ إِذَا قَرَأَ قَدْرَ الْفَرَضِ إلخ وفي رواية قدر المستحب إلخ. (رد المحتار: ۲/۳۳۰، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (یا) کی جگہ ”خواہ“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲۔

(۳) حاشیہ تفسیر جلالین: ص: ۴۳۶، رقم الهامش: ۱۹، تفسیر سورة الطور، المطبوعة:

مطبع أصح المطابع.

أي بمسلط (۱) وفي القاموس: البسط: البسط في جميع معانيه (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(۲۳۳/۲-۲۳۴)

ہر رکعت میں سورت کے ساتھ سورۃ اخلاص پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۵۶) ایک امام نے نماز جہری میں بعد الحمد کے جو سورت پڑھی اس (سورت) (۳) کے ساتھ قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھ کر رکوع تجود کیا، اور دوسری رکعت میں الحمد کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر اس کے بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھے، حنفیہ کے نزدیک یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: فرائض میں عند الحنفیہ ایسا کرنا مکروہ ہے، شرح منیہ میں ہے: والحاصل أن تکرار السورة الواحدة في ركعة واحدة مکروہ فی الفرض، ذکرہ فی فتاویٰ قاضی خان و کذا تکرارها في ركعتين منه بأن قرأها في الأولى ثم كررها في الركعة الثانية يكره، ذکرہ فی القنیة، لكن هذا إذا كان لغير ضرورة، بأن كان يقدر قراءة سورة أخرى، أما إذا لم يقدر فلا يكره إلخ ولا يكره تکرار السورة في ركعة أو في ركعتين في التطوع إلخ (۴) پس معلوم ہوا کہ فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے، اور نوافل میں جائز ہے۔ فقط (۲۳۴/۲-۲۳۵)

ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ اخلاص پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: (۴۵۷) امرتسر کے گرد و نواح میں گاؤں کے رہنے والے حضرات پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ اخلاص پڑھتے ہیں، اور دوسری رکعت میں بھی سورہ اخلاص پڑھتے ہیں، آیا ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟ اگر کوئی دہقانی نہ جانتا ہو تو اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۴۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: طریق سنت یہ ہے کہ ایک سورت کو بار بار پہلی اور دوسری رکعت میں نہ پڑھیں،

(۱) تفسیر جلالین: ص: ۴۹۸، تفسیر سورة الغاشية .

(۲) القاموس المحيط: ۱/ ۶۳۷، باب الطاء، فصل الباء، المطبوعة: بولاق، مصر .

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (سورت) کی جگہ ”سورت“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) غنیة المستملی، ص: ۳۰۸، فصل في صفة الصلاة .

بلکہ مختلف سورتیں ہر رکعت میں بہ رعایت ترتیب پڑھیں، مثلاً پہلی رکعت میں: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری رکعت میں: قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھنی چاہیے، اسی طرح کبھی کوئی سورت، کبھی کوئی سورت پڑھنی چاہیے، یہ نہیں کہ پہلی رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ اور دوسری رکعت میں بھی قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھی جاوے، یہ طریقہ غیر مقلدوں کا ہے کہ ہر ایک رکعت میں سورہ اخلاص ہی کو مکرر پڑھا جاوے (۱) البتہ جس شخص کو اور کوئی سورت یاد نہ ہو اس کو مجبوری ہے، پس آپ لوگ جو خفی ہیں موافق طریق سنت قراءت پڑھیں ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد مختلف سورتیں ترتیب کے موافق پڑھیں، آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ مختلف سورتیں نماز میں پڑھی ہیں، ایسا نہیں کیا کہ صرف سورہ اخلاص کو ہر ایک رکعت میں پڑھی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۲-۲۴۳)

پہلی رکعت میں ایک رکوع اور دوسری میں پوری سورت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۵۸) جو لوگ اول رکعت میں رکوع اور دوسری رکعت میں سورت جو رکوع سے بڑی نہیں ہوتی پڑھتے ہیں، یہ جائز ہے یا مکروہ؟ (۱۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: کراہت اس میں کچھ نہیں ہے، البتہ فضیلت اس میں ہے کہ دونوں رکعت میں پوری پوری سورت پڑھی جائے۔ کذا فی الشامی (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۵)

(۱) ولا يتعين شيء من القرآن لصلاة على طريق الفرضية إلخ ويكره التعيين. (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۲/۲۳۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية)

لابأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية (الدّر المختار) قوله: (لا بأس إلخ) أفاد أنه يكره تنزيهاً وعليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلاة والسلام لذلك على بيان الجواز هذا إذا لم يضطر. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲/۲۳۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الإمامة) ظفیر

(۲) وكذا لو قرأ في الأولى من وسط سورة أو من سورة أولها، ثم قرأ في الثانية من وسط سورة أخرى أو من أولها، أو سورة قصيرة الأصح أنه لا يكره. (ردّ المحتار: ۲/۲۳۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الإمامة) ==

پہلی رکعت میں ایک سورت کا پہلا رکوع اور

دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۵۹) اگر امام اوّل رکعت میں ایک سورت کا پہلا رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرا رکوع پڑھے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۱۸ھ)

الجواب: نماز درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۵/۲)

ہر رکعت میں الگ الگ پاروں کا ایک ایک رکوع پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۶۰) کوئی امام اگر اس طرح قراءت پڑھا کرے کہ مثلاً اس کو ہر پارہ کا ایک ایک رکوع یاد ہے، اور ہر نماز میں ایک رکوع پڑھتا ہے، اسی طرح بالترتیب تمام ختم کر لیتا ہے، پھر بعد ختم ابتداء سے شروع کرتا ہے، اس طرح جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۲۶۹ھ)

الجواب: اس طرح پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری سورت پڑھے، اس طریقہ سے کہ جس طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ صبح اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل میں سے کوئی سورت پڑھے (۲) فقط (۲۳۶/۲)

== مع أنهم صرّحوا بأنّ الأفضل في كلّ ركعة الفاتحة وسورة تامة. (رد المحتار: ۲۳۱/۲)
كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية (ظفیر)

(۱) ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة، قيل: يكره، وقيل: لا يكره، وهو الصحيح كذا في الظهيرية. (الفتاوى الهندية: ۸/۱)، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة (ظفیر)

(۲) واستحسنوا في الحضر طوال المفصل في الفجر والظهر و اوساطه في العصر والعشاء وقصاره في المغرب إلخ. الأفضل أن يقرأ في كلّ ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة إلخ. (الفتاوى الهندية: ۸-۷۷)، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الرابع في القراءة (ظفیر)

مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ فیل طَبْرًا اَبَابِل تک پڑھ کر رکوع کیا

اور دوسری رکعت میں سورہ قریش پڑھی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۶۱) زید فرض مغرب کے پڑھا رہا ہے، اوّل رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ فیل شروع کی اور ﴿طَبْرًا اَبَابِل﴾ کو دو مرتبہ پڑھا، اوّل مرتبہ لام کو سکون اور دوسری (دفعہ) (۱) لام کو زبر کے ساتھ کہہ کر رکوع کر دیا، اور دوسری رکعت میں بعد ختم سورہ فاتحہ کے سورہ قریش شروع کی اور پوری سورت پڑھی آیا نماز ہو گئی یا نہیں، یا سجدہ سہو کرنا چاہیے تھا؟ (۱۳۳۹/۲۹۲۳)

الجواب: اس صورت میں نماز صحیح ہو گئی، سجدہ سہو کی اور اعادہ کی ضرورت نہ تھی (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۸)

فرض نماز میں آنحضرت ﷺ سے کسی سورت کا

کوئی رکوع پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۶۲) فرض نماز میں آنحضرت ﷺ نے کسی وقت میں علاوہ سورتوں کے رکوع پڑھے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۹۳۷)

الجواب: کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا مستحب اور سنت ہے، آنحضرت ﷺ نے اکثر پوری ہی سورت پڑھی، اور شاید کبھی علاوہ سورت کے کہیں سے

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (دفعہ کی جگہ ”مرتبہ“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔

(۲) وقرأ بعدها وجوباً سورة أو ثلاث آيات ولو كانت الآية أو الايتان تعدل ثلاث آيات
قصار انتفت كراهة التحريم . (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۱/۲، کتاب الصلاة، باب
صفة الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن)

کوئی رکوع پڑھا ہو، مگر تصریح نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۳۸)

قراءت کے شروع ہونے کے بعد ثنا نہیں پڑھنی چاہیے

سوال: (۴۶۳) ثناء فاتحہ کے سکتات میں پڑھنا افضل ہے یا سکوت بہتر ہے؟ (۱۳۴۰/۹۸۱ھ)

الجواب: قراءت کے شروع ہونے کے بعد ثناء نہ پڑھنی چاہیے (۲) فقط (۲/۲۳۹)

الحمد اور اِيَّاكَ پر جھٹکا لگانا مکروہ ہے

سوال: (۴۶۴) الحمد پر جھٹکا لگانا اور ایسا ہی اِيَّاكَ پر جھٹکا لگانا کیسا ہے؟ (۱۳۴۰/۱۶۹۵ھ)

الجواب: خلاف قواعد تجوید پڑھنا قرآن شریف کا مکروہ ہے، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۰-۲۴۱)

(۱) مع أنهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة . (رد المحتار: ۲/۲۳۱، کتاب

الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين و سنة كفاية)

والغالب من قراءته عليه السلام السورة التامة بل قال بعضهم: لم ينقل عنه عليه السلام

قراءته السورة إلا كاملة، ولم ينقل عنه التفريق إلا في المغرب قرأ فيها الأعراف في ركعتين

وركعتي الفجر قرأ بآيتي البقرة وآل عمران .

وقال آخرون: إنما هي أفضل إلخ و أفتي بعض أئمتنا بأن من قرأ سورة في ركعتين

إن فرقها بعذر كمرض حصل له ثواب السورة الكاملة، والكلام في سورة طويلة كالأعراف

بخلاف سورة ثلاث آيات أو أربع فتفريقها خلاف السنة اهـ . (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة

المصابيح: ۲/۵۲۲، کتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث:

۸۳۷) ظفیر

(۲) وقرأ كما كبر سبحانك اللهم إلخ إذا شرع الإمام في القراءة سواء كان مسبوقاً أو

مدرکاً وسواء كان إمامه يجهر بالقراءة أو لا، فإنه لا يأتي به لما في النهر عن الصغرى أدرك

الإمام في القيام يثني ما لم يبدأ بالقراءة إلخ . (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۶۷-۱۶۸،

کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في بيان المتواتر والشاذ) ظفیر

قراءت بلا حرکت لب معتبر نہیں

سوال: (۴۶۵) اگر کوئی شخص نماز بلا حرکت لب؛ جی میں پڑھے، نماز ہوگی یا نہیں؟

(۱۶۳۰/۱۳۳۰ھ)

الجواب: قراءت وغیرہ ایسی معتبر نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۰)

دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا

سوال: (۴۶۶) ایک شخص نے سہواً جو رکعت اولیٰ میں سورت پڑھی تھی وہی رکعت ثانیہ میں

پڑھ لی، تو نماز میں کچھ نقصان آیا یا نہیں؟ (۵۱/۱۳۳۱ھ)

الجواب: نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۲)

(۱) وأدنى الجهر إسماع غير ه وأدنى المخافتة إسماع نفسه إلخ، ويجري ذلك المذكور في كل ما يتعلق بنطق كتسمية على ذبيحة و وجوب سجدة تلاوة و عتاق و طلاق و استثناء وغيرها (الدر المختار) اعلم أنهم اختلفوا في حدّ وجود القراءة على ثلاثة أقوال، فشرط الهندواني و الفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه وبه قال الشافعي: و شرط بشر المريسي و أحمد خروج الصوت من الفم، وإن لم يصل إلى أذنه إلخ و لم يشترط الكرخي و أبوبكر البلخي السماع و اكتفيا بتصحيح الحروف إلخ. (الدر المختار و رد المحتار: ۲۲۳-۲۲۴، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب في الكلام على الجهر و المخافتة) ظفير

(۲) لا بأس أن يقرأ سورة و يعيدها في الثانية (الدر المختار) أفاد أنه يكره تنزيهاً و عليه يحمل جزم القنية بالكراهة، و يحمل فعله عليه الصلاة والسلام لذلك على بيان الجواز، هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم. (الدر المختار و رد المحتار: ۲/۲۳۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، قبيل باب الإمامة)

آدھی سورۃ ناس پہلی رکعت میں

اور آدھی دوسری رکعت میں پڑھنا

سوال: (۴۶۷) ایک شخص نے رکعت اولیٰ میں سورۃ الناس شروع کر دی، نصف سورت پڑھ کر رکوع کر دیا، اور نصف سورت رکعت ثانی میں پڑھی، آیا نماز ہوئی یا نہیں؟ (۵۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: نماز ہوگئی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۲)

آیت کی علامت کیا ہے؟

سوال: (۴۶۸) قرآن مجید کی چھوٹی سی تین آیتیں جو ایک رکعت میں کافی ہو سکتی ہیں کونسی ہیں؟ آیت گول 'O'، ٹکڑے کی مانی جاتی ہے، یاج، ص، ز، ط، وغیرہ پر مانی جاتی ہے؟ ایک بڑی آیت کے مقابلہ میں چھوٹی تین آیت کافی ہو سکتی ہیں یا کیا؟ (۱۱۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: واجبات نماز میں سے یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے، چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہیں: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوثَرَ﴾ ہے، یہ سورت یا اس کے مانند کوئی دوسری سورت الحمد کے بعد پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور آیت وہی سمجھی جاتی ہے جس پر گول نشان اس صورت سے ہو 'O'۔ اور بڑی آیت کی مثال آیت الکری یا آیت مداینہ وغیرہ ہے، اور چھوٹی آیات کی مثال ﴿ثُمَّ نَظَرُوا ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ ﴿ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ (سورۃ مدثر، آیت: ۲۱-۲۳) ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۵)

(۱) ولو قرأ بعض السورة في ركعة وبقائها في ركعة قيل يكره والصحيح أنه لا يكره . (غنية المستملي، ص: ۴۲۵، تتمات فيما يكره من القراءة في الصلاة وما لا يكره) ظفر

(۲) وضم أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها ، وهو ثلاث آيات قصار نحو ﴿ثُمَّ نَظَرُوا ثُمَّ نَظَرُوا﴾ ﴿ثُمَّ نَظَرُوا ثُمَّ نَظَرُوا﴾ ﴿ثُمَّ نَظَرُوا ثُمَّ نَظَرُوا﴾ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۲/۲، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: كل صلاة أدت مع كراهة التحريم تجب إعادتها) ظفر

نَسْتَعِينُ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پر وقف

نہ کرنا جائز ہے، لیکن وقف کرنا بہتر ہے

سوال: (۴۶۹) زید نماز میں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ پر باوجود وقف ہونے کے وقف نہیں کرتا، اور یوں پڑھتا ہے: نَسْتَعِينُ هِدْنَ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ پڑھتا ہے، اس سے نماز میں کچھ نقصان تو نہیں ہوتا؟ اور قراء سے یہ ثابت ہے یا نہ؟ اور اس طرح پڑھنے سے معنی میں کچھ نقصان آئے گا یا نہ؟ (۱۵۰/۲۴-۱۳۳۵ھ)

الجواب: اصل یہ ہے کہ نَسْتَعِينُ پر وقف کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں، اسی طرح قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پر آیت کرنا نہ کرنا دونوں طرح ثابت ہے، پس اگر آیت کی جاوے گی تو اِهْدِنَا اور اللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھا جاوے گا، اور اگر آیت نہ کی جائے اور وقف نہ کیا جائے تو اِهْدِنَا اور اللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھا جاوے گا، معنی میں کچھ فرق نہیں ہوتا، اور قراء دونوں طرح پڑھتے ہیں، لیکن زیادہ تر نَسْتَعِينُ پر اور أَحَدٌ پر آیت کرنا ہے، اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور اللّٰهُ الصَّمَدُ علیحدہ پڑھنا ثابت ہے، لہذا زید کو کچھ ضرورت نہیں کہ وہ اِهْدِنَا اور اللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھے، بلکہ جیسے اکثر قراء پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھے، لیکن اگر اتفاقی زید نے اس طرح پڑھ دیا تو اس پر اعتراض نہ کیا جاوے، اور اس کو غلط نہ کہا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۵-۲۴۶)

سورہ فاتحہ سے فرض قراءت ادا ہو جاتی ہے

سوال: (۴۷۰) سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنے سے قراءت فرض ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۸۰۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فرض قراءت سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے ادا ہوگئی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۷/۲)

صیغہ واحد کو جمع اور جمع کو واحد پڑھنا غلط ہے

سوال: (۴۷۱) نماز میں بہ وقت قراءت واحد کو بہ صیغہ جمع اور جمع کو بہ صیغہ واحد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً آیت کو آیات پڑھنا اور جنت کو جنات پڑھنا؟ (۱۳۶۸/۳۶۸ھ)

الجواب: واحد کو بہ صیغہ جمع پڑھنا یا جمع کو بہ صیغہ واحد پڑھنا غلطی ہے، عمداً ایسا کرنا درست نہیں ہے، اور اگر غلطی سے ایسا پڑھا گیا تو نماز صحیح ہے، یعنی نماز ہو جاتی ہے، مگر ایسا کرنا نہ چاہیے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۴۷)

تنہا شخص نماز میں الحمد اور سورت کتنی آواز سے پڑھے؟

سوال: (۴۷۲) نماز میں الحمد اور سورت وغیرہ ایسی طرح پڑھنا کہ اپنے کان میں بھی آواز نہ آوے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ (۱۵۰۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: زیادہ معتبر اور (اصح) (۲) یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان میں آواز آ جاوے، اور کرنی اور بلخی بدون اس کے بھی نماز کو صحیح فرماتے ہیں۔ والأول أصح وأرجح (۳) (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۵۲)

== طائفة من القرآن مترجمة ، أقلها ستة أحرف ولو تقديرًا كـ لَمْ يَلِدْ (الدَّرَّ المختار) قوله: (على المذهب) أي الذي هو ظاهر الرواية عن الإمام. (الدَّرَّ المختار و رد المحتار: ۲/۲۲۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: تحقيق مهم فيما لو تذكّر في ركوعه أنه لم يقرأ إلخ) ظفیر

(۱) قال في البزازیة: ولو زاد حرفاً لا یغیر المعنی لا تفسد عندهما إلخ. (رد المحتار: ۲/۳۴۰)

كتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها، مطلب: مسائل زلة القارئ) ظفیر

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (اصح) کی جگہ ”صحیح“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) وأدنی الجهر إسماع غیره وأدنی المخافتة إسماع نفسه (الدَّرَّ المختار) ==

منفرد کا جہری نمازوں میں قراءت اور

تکبیریں بلند آواز سے کہنا درست ہے

سوال: (۴۷۳) تنہا آدمی مسجد یا مکان یا میدان میں نماز فرض پڑھتا ہے تو باقراءت و بالتکبیر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۱۸۳۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جہری نمازوں میں اس حالت میں قراءت بالجہر پڑھنا اچھا ہے، اور جہر بالتکبیر بھی درست ہے، مگر زیادہ جہر نہ کرے، کسی قدر جہر میں کچھ حرج نہیں ہے (۱) فقط (۲/۲۳۸)

منفرد نماز میں قراءت جہری کرے یا سہری؟

سوال: (۴۷۴) اگر کوئی شخص کسی وجہ سے مسجد میں نہ جاوے گھر میں نماز پڑھے، تو اس کو آواز سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۳۳-۳۲/۱۳۳۳ھ)

== اعلم أنهم اختلفوا في حدّ وجود القراءة على ثلاثة أقوال، فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه، وبه قال الشافعيّ: وشرط بشر المريسي وأحمد خروج الصوت من الفم، وإن لم يصل إلى أذنه لكن بشرط كونه مسموعاً في الجملة حتّى لو أدنى أحد صماخيه إلى فيه يسمع، ولم يشترط الكرخي وأبو بكر البلخي السماع، واكتفيا بتصحيح الحروف إلخ، وذكر أن كلاً من قولي الهندواني والكرخي مصححان، وأن ما قاله الهندواني أصحّ وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه. (الدّر المختار ورد المحتار: ۲/۲۲۳-۲۲۴، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب في الكلام على الجهر والمخافتة) ظفیر

(۱) ويخيّر المنفرد في الجهر وهو أفضل، ويكتفي بأدناه إن أدّى، وفي السريّة يخافت حتماً على المذهب (الدّر المختار) قوله: (وهو أفضل) ليكون الأداء على هيئة الجماعة، ولهذا كان أدأؤه بأذان وإقامة أفضل، وروي في الخبر: "أن من صلّى على هيئة الجماعة صلّت بصلاته صفوف من الملائكة". (الدّر المختار ورد المحتار: ۲/۲۲۲، كتاب الصلاة، أوائل فصل في القراءة) ظفیر

الجواب: منفرد کے لیے نماز جہری میں جیسے مغرب، عشاء اور صبح میں جہر افضل ہے (۱) پس صورتِ مسئلہ میں آواز سے پڑھنا درست ہے، بلکہ افضل ہے، البتہ ترک جماعت بلا عذر شرعی گناہ ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۸)

عصر کی چاروں رکعتوں میں سورت ملانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: (۴۷۵) عصر کی چاروں رکعتوں میں سورت ملالی تو نماز ہوئی یا نہیں بلا سجدہ سہو کے؟
(۱۳۳۵ھ/۲۱۳۷)

الجواب: بلا سجدہ سہو نماز ہوگئی (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۶۰)

فرض نماز میں مکمل قرآن اور ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا

سوال: (۴۷۶) زید نے فرض نماز میں امام ہو کر تمام قرآن شریف تین چار ماہ میں پڑھا، اخیر پارہ ایک ایک رکعت میں کئی کئی سورت اور اخیر رکعت میں کسی قدر آلم سے مُفْلِحُونَ

(۱) و إن كان منفرداً فهو مخیر إن شاء جهر ، وأسمع نفسه لأنه إمام في حق نفسه وإن شاء خافت لأنه ليس خلفه من يسمعه والأفضل هو الجهر ليكون الأداء على هيئة الجماعة.

(الهداية: ۱/۱۱۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة) ظفیر

(۲) و الجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدی أرادوا بالتأكيد الوجوب (درمختار) قال في النهر إلا أن هذا يقتضي الاتفاق على أن تركها مرة بلا عذر يوجب إثماً إلخ. (الدّر المختار و رد المحتار: ۲/۲۳۳-۲۳۵، كتاب الصلاة، باب الإمامة) ظفیر

(۳) واكتفى المفترض فيما بعد الأولين بالفتحة فإنها سنة على الظاهر، ولو زاد لا بأس به (الدّر المختار) أي لو ضم إليها سورة لا بأس به لأن القراءة في الآخرين مشروعة من غير تقدير، والاقتصار على الفتحة مسنون لا واجب فكان الضم خلاف الأولى وذلك لا ينافي المشروعية والإباحة بمعنى عدم الإثم في الفعل والترك. (الدّر المختار و رد المحتار: ۲/۱۹۵، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد) ظفیر

تک پڑھا، تو اس فرض نماز میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ (۱۷۹۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس میں تو کچھ حرج نہیں ہے کہ اگر پہلی رکعت میں قرآن شریف ختم کرے، مثلاً: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے تو دوسری رکعت میں سورۃ بقرہ میں سے کچھ آیتیں پڑھے کما فی الشّامی عن شرح المنیة: من یختم القرآن فی الصّلاة إذا فرغ من المعوذتین فی الرّکعة الأولى یرکع ثمّ یقرأ فی الثّانیة بالفاتحة وشيء من سورة البقرة ، لأنّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم : قال : خیر النّاس الحال المرتحل أي الخاتم المفتح إلخ (۱) لیکن فرائض کی (ایک) (۲) رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا تو اچھا نہیں، یعنی خلاف اولیٰ ہے (۳) فقط (۲/۲۳۹-۲۵۰)

ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے

سوال: (۴۷۷) عشاء یا صبح کی نماز میں امام نے ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھی، تو کچھ کراہت تو نماز میں نہیں آئی؟ (۱۳۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے، نماز ہو جاتی ہے، اور خلافِ اولیٰ سے مراد کراہت تنزیہی ہے۔ قال فی الشّامی: و ذکر شیخ الإسلام لا ینبغي له أن یفعل علی ما هو ظاهر الرواية اهـ . وفي شرح المنیة: الأولى أن لا یفعل فی الفرض ، ولو فعل لا یکره (۴) — أي لا یکره تحریماً — فقط (اس عبارت سے پہلے یہ ہے: إذا جمع بین سورتین فی رکعة رأیت فی موضع أنّه لا بأس به (۴) ظفیر) (۲/۲۵۵)

(۱) الشّامی: ۲/۲۳۸-۲۳۹، کتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل فی القراءة ، قبیل باب الإمامة .

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں ”ایک“ کا لفظ مکرر تھا، ہم نے رجسٹر سے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۳) ولو جمع بین سورتین فی رکعة لا ینبغي أن یفعل ، ولو فعل لا بأس به . (فتح القدیر: ۱/۳۵۲ کتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل فی القراءة ، قبیل باب الإمامة) ظفیر

(۴) الشّامی: ۲/۲۳۸، کتاب الصّلاة ، باب صفة الصّلاة ، فصل فی القراءة ، قبیل باب الإمامة .

فرائض میں متفرق آیات پڑھنے کا حکم

سوال: (۴۷۸) میں نے پیشتر فرائض میں متفرق سپاروں کے رکوع اور مختلف سپاروں اور سورتوں کی آیات پڑھی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس سے نمازوں میں کچھ فرق تو نہیں آیا؟
(۱۳۳۳ھ-۳۲/۹۳۲)

الجواب: جو عمل آپ کا پہلے رہا (۱) متفرق آیات نماز میں پڑھنے کا اس میں کچھ گناہ نہیں ہوا، اور نمازوں میں کچھ فرق نہیں آیا، البتہ آئندہ کو فرائض میں ہر ایک رکعت میں پوری سورت پڑھا کریں یہ سنت ہے، ایک سورت کو دو رکعت میں نہ کریں (اور) (۲) متفرق آیات اور رکوع بھی نہ پڑھا کریں، نفلوں میں درست ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۵۹/۲)

سنت و وتر میں متفرق آیات پڑھنے کا حکم

سوال: (۴۷۹) سنت مؤکدہ اور وتر میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۳ھ-۳۲/۱۰۲۴)

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں 'رہا' کے بعد ہے تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں لفظ 'ہے' نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة إلخ ، ولو قرأ بعض السورة في ركعة والبعض في ركعة ؛ قيل : يكره وقيل : لا يكره ؛ وهو الصحيح ، كذا في الظهيرية ، ولكن لا ينبغي أن يفعل ، ولو فعل لا بأس به كذا في الخلاصة ، ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة ، وقرأ في الركعة الأخرى من وسط سورة أخرى أو من آخر سورة أخرى لا ينبغي له أن يفعل ذلك ، على ما هو ظاهر الرواية ، ولكن لو فعل ذلك لا بأس به — إلى قوله — هذا كله في الفرائض وأما في السنن فلا يكره . (الفتاوى الهندية ۱/ ۷۸-۷۹، كتاب الصلاة ، الباب الرابع في صفة الصلاة ، الفصل الرابع في القراءة) ظفیر

الجواب: وتر اور سنت مؤکدہ میں بھی بہتر پوری سورت پڑھنا ہے، لیکن متفرق آیات پڑھنا بھی جائز ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۹-۲۶۰)

آیت کا شروع حصہ چھوڑ کر قراءت کرنا اچھا نہیں

سوال: (۴۸۰) امام نے بعد سورۃ فاتحہ سورۃ فتح کے آخری رکوع کی آخری آیت ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾ چھوڑ کر یعنی ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ﴾ سے ﴿مِنْهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ تک پڑھا، نماز ہوئی یا نہیں؟ (۲/۷۷۲-۷۷۳)

الجواب: نماز ہوگئی، مگر شروع آیت کا چھوڑنا اچھا نہیں ہوا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۶۳)

نماز میں مختلف سورتوں کا رکوع پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۸۱) ایک سورت کا رکوع پڑھنا رکعت اوّل میں اور اس سورت یا دوسری سورت کا رکوع پڑھنا دوسری رکعت میں یا دوسری پوری سورت کا پڑھنا دوسری رکعت میں، یا ایک سورت کو دو رکعت میں پڑھنا جائز ہے، یا خلاف اوّل (رجسٹر میں نہیں ملا)

الجواب: جواب اوّل یہ ہے کہ یہ سب خلاف استحباب ہے، حنفیہ کے نزدیک مسنون و مستحب یہ ہے کہ پوری سورت ایک رکعت میں مفصل میں سے موافق ترتیب فقہاء کے پڑھے جو معروف ہے۔ اور کتب فقہ میں مذکور ہے۔ قال فی الشّامی: لأنّ السنّة فی الحضر فی کلّ رکعة سورة تامة كما يأتي (۲) وفيه بعد صفحة: مع أنّهم صرّحوا بأنّ الأفضل فی کلّ رکعة الفاتحة وسورة تامة (۳) پس جزو سورت کا پڑھنا خلاف افضل و خلاف مستحب ہے، جس کا مال کراہت

(۱) حوالہ کے لیے سابقہ جواب کا حاشیہ (۳) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ردّ المحتار: ۲/۲۳۰، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل فی القراءۃ، مطلب: السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية.

(۳) ردّ المحتار: ۲/۲۳۱، کتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل فی القراءۃ، مطلب: السنّة تكون سنّة عين و سنّة كفاية.

تزی یہی ہے نہ کراہت تحریمی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۵۲/۲-۲۵۳)

نصف آیت سے قراءت کی ابتداء مناسب نہیں

سوال: (۲۸۲) زید ہمیشہ نماز میں قراءت نصف آیت سے شروع کرتا ہے، نماز ہو جاتی ہے

یا نہیں؟ (۱۶۵۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: نماز ہو جاتی ہے، لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے کہ یہ امر نامشروع اور خلاف قواعد ہے (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۳۰/۲)

فجر کی ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا اور

دوسری میں کوئی سورت تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۳) فجر یا کسی نماز میں کسی سورت کا رکوع (پڑھا) (۳) اور دوسری رکعت میں کسی

سورت کا جزویا کل پڑھا، تو (یہ) (۳) درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

(۱) وفي الخلاصة: إذا قرأ سورة واحدة في ركعتين اختلف فيه، والأصح أنه لا يكره، لكن لا ينبغي أن يفعل ولو فعل لا بأس به، لو قرأ وسط السورة أو آخر سورة في الأولى، وفي الثانية وسط سورة أو آخر سورة أخرى أي لا ينبغي أن يفعل ولو فعل لا بأس به، وفي نسخة الحلواني قال: بعضهم يكره. (فتح القدير: ۱/۳۵۲، كتاب الصلاة، فصل في القراءة، قبيل باب الإمامة) ظفیر

(۲) والأفضل أن يقرأ في كل ركعة سورة تامة. (غنية المستملي، ص: ۲۲۵، تتمات فيما يكره من القراءة في الصلاة وما لا يكره)

سورت کے بعض حصے کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے تو آیت ادھوری پڑھنا کب مناسب ہوگا۔ ولو قرأ

بعض السورة في ركعة وباقيها في ركعة، قيل: يكره والصحيح أنه لا يكره. (حوالہ سابقہ) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے (۱) فقط واللہ اعلم (۲۶۶/۲)

امام کو مخصوص سورتیں پڑھنے کا حکم دینا

سوال: (۴۸۴) امام کو حکم کرنا کہ فلاں فلاں سورت نماز میں پڑھو اور امام کو ایسا کرنا جائز ہے یا مکروہ؟ (۱۳۳۸/۲۲۲۸ھ)

الجواب: اگر موافق سنت (کے سورتوں) (۲) کا امر کیا جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۵۰/۲)

اگر امام جہری نماز میں چند آیتیں سر اُپڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۸۵) اگر امام جہری نماز میں دو تین آیتیں خفیہ پڑھ جاوے، تو یاد آنے پر شروع سے جہر اُپڑھے، یا اسی جگہ سے اور سجدہ (سہو) (۴) کر لیوے یا نہ کرے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۷۹ھ)

(۱) حوالہ: سابقہ جواب کے حاشیہ میں آچکا ہے۔

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (کے سورتوں) کی جگہ ”سورت“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) عن جابر قال : كان معاذ بن جبل رضي الله عنهما يصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم يأتي فيؤم قومه ، فصلّى ليلة مع النبي صلى الله عليه وسلم العشاء ، ثم أتى قومه فأتمهم فافتتح بسورة البقرة ، فأنحرف رجل فسلم ثم صلى وحده وانصرف ، فقالوا له : أ نَافَقْتَ يَا فلان ؟ قال : لا والله ! ولأتين رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته ، فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : يا رسول الله ! أنا أصحاب نواضح نعمل بالنهار ، وإن معاذًا صلى معك العشاء ، ثم أتى قومه فافتتح بسورة البقرة ، فأقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على معاذ ، فقال : يا معاذ ! أ فتان أنت ؟ اقرأ ﴿ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴾ ﴿ وَالصُّحَى ﴾ ﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى ﴾ و ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ متفق عليه . (مشكاة المصابيح، ص: ۷۹، كتاب

الصلاة ، باب القراءة في الصلاة ، الفصل الأول) ظفير

(۴) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: از سر نو جہر اُڑھے (۱) اور سجدہ سہو کر لیوے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۵۶-۲۵۷)

قراءت میں رکنے اور لوٹانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: (۲۸۶) مشہور ہے کہ اگر قراءت میں امام رک گیا اور تین بار لوٹا یا اور صحیح نہ پڑھ سکا تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۳۵/۱۶۷-۱۶۸/۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ بات غلط مشہور ہے نماز نہیں ٹوٹتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۱۱۸)

ضاد کو نطاء پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۸۷) نماز میں 'ض' کی (جگہ) (۳) 'ظ' پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۲۸۰۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس (۴) مسئلہ کے متعلق یہ ضرور ہے کہ قصداً نطاء پڑھنے سے احتراز کیا جاوے، کیونکہ اس میں فسادِ صلاۃ کی روایات ضرور موجود ہیں، بلکہ شرح فقہ اکبر میں محیط سے نقل کیا ہے کہ تعمداً اس کا کفر ہے۔ عبارت یہ ہے: وفي المحيط: سئل الإمام الفضلي عمن يقرأ النطاء

(۱) ويجهر الإمام وجوباً بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء ولوائتم به بعد الفاتحة أو بعضها سرّاً أعادها جهراً، بحر (الدّر المختار) قوله: (أعادها جهراً) لأنّ الجهر فيما بقى صار واجباً بالافتداء والجمع بين الجهر والمخافتة في ركعة واحدة شنيع. (الدّر المختار و ردّ المحتار: ۲/۲۲۱، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة) ظفیر

(۲) اور چوں کہ تاخیر ہوئی، اس لیے سجدہ سہو کرے۔ وتأخير الواجب عن محله وهو موجب لسجود السهو (حوالہ سابقہ) ظفیر

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں 'اس' سے پہلے پہلے تھا، لیکن یہاں اس کے غیر ضروری ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا

کیا ہے۔ ۱۲

المعجزة مكان الضاد المعجمة ، أو يقرأ أصحاب الجنة مكان أصحاب النار ، أو على العكس ، فقال : لا تجوز إمامته و لو تعمّد يكفر ، قلتُ : أمّا كون تعمّده كفرًا فلا كلام فيه إذا لم يكن فيه لغتان : ففي ضنين الخلاف ، سامي (۱)

اور بندہ کا مطلب تحریر سابق سے یہ تھا کہ باوجود ارادۂ ادائے ضاد از مخرج اگر مشابہت ظاہر دال کے ساتھ ہو جاوے تو نماز صحیح ہے۔ درمختار میں ہے: إلّا ما يشقّ تمييزه كالضاد والطاء فأكثرهم لم يفسد ها إلخ، شامی میں ہے: قال في الخانية: والخاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف و غير المعنى إن أمكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد و إلّا يمكن إلّا بمشقة كالطاء مع الضاد إلخ قال أكثرهم : لا تفسد ، و في خزنة الأكمل: قال القاضي أبو عاصم إن تعمّد ذلك تفسد و إن جرى على لسانه أو لا يعرف التمييز لا تفسد و هو المختار حلية ، و في البزازیة : و هو أعدل الأقاويل و هو المختار إلخ (۲) اس احتیاط کی وجہ سے قراء و علماء عرب قاطبۂ ضاد کے پڑھنے میں طاء سے قطعاً بچتے ہیں، اور ضاد کو بہ صورت دال منقح ادا کرتے ہیں، کما ہو مشاہد و معروف۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۳۷۷-۳۸۸)

سوال: (۳۸۸) ضاد کو طاء پڑھنا نماز میں کیسا ہے؟ (۳۳/۱۷۵-۱۳۳۲ھ)

الجواب: جو شخص مخرج سے پڑھنے پر قادر ہو وہ مخرج سے ادا کرے، ورنہ قصداً طاء نہ پڑھے، اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، شرح فقہ اکبر میں بعض روایات میں بالقصد پڑھنے میں حکم کفر نقل فرمایا ہے (۳) أعاذنا الله (تعالیٰ) (۴) منه. فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۱/۲)

(۱) شرح الفقہ الأكبر، ص: ۲۷۸، فصل في القراءة والصلاة .

(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۳۴۱/۲، کتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها

مطلب: إذا قرأ قوله: "تعالیٰ جدك" بدون ألف لا تفسد .

(۳) حوالہ، سابقہ جواب میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲-

(۴) توسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے ۱۲-

سوال: (۴۸۹) جس شخص نے نماز میں ضاد کو اُس کے مخرج سے ادا کرنے کا قصد کیا مگر بوقت ادا سہو آیا (لغزش زبان سے) (۱) ضاد کو طاء پڑھ گیا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ اور جو شخص قصداً ضاد کی جگہ طاء خواہ زاء پڑھے اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ (۳۵/۵۲۱-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر خطاء بجائے ضاد معجمہ کے طاء معجمہ پڑھی گئی تو بہ قول اکثر نماز صحیح ہے، لیکن اگر قصداً ضاد کی جگہ طاء یا زاء پڑھی تو قاضی ابو عاصم فرماتے ہیں کہ نماز اس کی فاسد ہے، اور اسی کو مختار کہا ہے، اور بزازیہ میں بھی اس کو مختار اور اعدل الاقوال کہا ہے۔ شامی میں ہے: قال في الخانية: والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرفٍ و غير المعنى، إن أمكن الفصل بينهما بلامشقة تفسد، وإلا يمكن إلا بمشقة كالطاء مع الضاد المعجمتين، والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال أكثرهم: لا تفسد اهـ. وفي خزانة الأكمل: قال القاضي أبو عاصم إن تعمد ذلك تفسد، وإن جرى على لسانه أو لا يعرف التمييز لا تفسد وهو المختار، حلية. وفي البزازیة: وهو أعدل الأقاويل وهو المختار. وفي التآثر خانية عن الحاوي: حكى عن الصّفار أنه كان يقول: الخطاء إذا دخل في الحروف لا يفسد لأنّ فيه بلوى عامّة الناس إلخ (۲) (شامی، جلد: ۱، ص ۴۲۵) فقط (۸۶/۲-۸۷) (۸۷-۸۸)

سوال: (۴۹۰) 'ض' کو مشابہ 'ظ' پڑھنا چاہیے یا مشابہ 'ذ' یا کس طرح پڑھی جاوے؟

(۳۲/۱۱۹۷-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حرف 'ض' مستقل ایک حرف ہے جو مخصوص لسان عربی کا ہے اس کو نہ مشابہ 'ذ' پڑھنا چاہیے نہ مشابہ 'ظ'۔ اور یہ بغیر کسی قاری مستند سے مشابہت سیکھے ہوئے واقعی طور پر نہیں آسکتا، رہا یہ کہ (۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (لغزش زبان سے) کی جگہ "لغزش سے زبان کی" تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی

ہے۔ ۱۲

(۲) الدر المختار و رد المحتار: ۳۴۱/۲، کتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها مطلب: إذا قرأ قوله: "تعالى جدك" بدون ألف لا تفسد.

اس میں ایک قسم کا تشابہ جو سمجھا جاتا ہے تو کتب قراءت و تجوید کی عبارات سے تشابہ 'ظ' کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے: نہایۃ القول المفید فی علوم التجوید، مطبوعہ مصر، ص: ۲۸ میں اس کی تحقیق مبسوط موجود ہے۔ المنح الفكرية على متن الجزرية، مطبوعہ مصر لملأ علی القاری، ص: ۳۴ و ۳۹ دیکھ لیا جاوے، اور قراء حرمین شریفین زاد اللہ شرفہا کا معمول بہا تشابہ بالبدال ہو رہا ہے؛ جس کے دلائل بوجہ تنگی معروض نہیں کیے جاتے، چونکہ یہ حالی کیفی چیز ہے صرف کتابت و تحریر میں دشوار ہے۔ (۹۰/۴)

ضاد کو درمیانی مخرج سے پڑھنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۱) بکر آمین بالجبر اور رفع یدین نہیں کرتا، اور مذہب حنفیہ کا پورا پابند ہے، مگر الحمد کو سات آیتیں پڑھتا ہے، اور حرف ضاد کو اس طرح پڑھتا ہے کہ نہ دال ظاہر ہو نہ طاء، کیا ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۷۵ھ)

الجواب: امام جماعت کو ایسے امور میں احتیاط کرنی چاہیے، کیا ضرور ہے کہ وہ عامہ علمائے احناف کے خلاف ایسا امر اختیار کرتا ہے جس سے عام نمازیوں میں تشویش ہو، کیا اس کے نزدیک ان لوگوں کی نماز نہیں ہوتی جو ﴿الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. وَاهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ پڑھتے ہیں کرتے یا ضاد کو طاء نہیں پڑھتے، اگر ایسا خیال ہے تو گویا خواص، عوام اہل اسلام عرب و عجم کی نمازوں کو وہ باطل سمجھتا ہے، اور بطلان ایسے عقیدہ اور خیال کا ظاہر ہے، آخر کیسے کیسے علمائے محققین حنفیہ میں گذرے ہیں؟ کیا امام مذکور اپنی تحقیق کو ان سب سے زیادہ سمجھتا ہے جو اپنی تحقیق کے سامنے کسی کی نہیں سنتا، اور سب کے خلاف اپنی رائے کو قابل اعتماد اور صواب سمجھتا ہے۔ فقط (۲۶۱-۲۶۲/۲)

'ضالین' کو دو الین پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۲) 'ضالین' کو دو الین پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۱۱۱ھ)

الجواب: عرب کے قراء و علماء بھی ضالین کو ایسی صورت (سے) (۱) ادا کرتے ہیں کہ دال مفتح کی آواز نکلتی ہے، اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سب کی نماز نہیں (ہوتی) (۲)، حالانکہ وہ جاننے والے اصوات و مخارج حروف کے ہیں۔ فقط (۴/۳۶-۳۷)

حرف 'ضاد' کو اس کے مخرج اصلی سے پڑھنا چاہیے

سوال: (۴۹۳) اگر کسے بجائے 'ض'، 'ذ'، 'یا'، 'ز' یا 'ظ' بخواند نماز (او) (۳) صحیح شد یا فاسد؟ اگر در نماز بعد قراءت فرض غلطی مفسد صلاۃ کند؛ نماز صحیح شود یا فاسد؟ (۱۶۴۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: لفظ 'ض' معجمہ را از مخرج اصلی او باید خواند نہ 'ذ' و 'ز' و 'ظ' کہ عمداً ایں ہمہ ناجائز است بلکہ در شرح فقہ اکبر از محیط آورده کہ اگر کسے عمداً بجائے 'ض' معجمہ 'طاء' معجمہ خواند کافر گردد، والعیاذ باللہ تعالیٰ، و نماز او فاسد شود۔ و اگر در نماز بعد قراءت فرض کسے در قراءت غلطی مفسد صلاۃ کردہ نماز او فاسد شود، باز اگر اعاده صحیح کرد نماز او صحیح شود و گرنہ فاسد باشد۔ در عالمگیری آورده است: ذکر فی الفوائد: لو قرأ فی الصلاۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً، قال: عندی صلاتہ جائزۃ و كذلك الإعراب (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۸۳)

ترجمہ سوال: (۴۹۳) اگر کوئی شخص 'ض' کی جگہ 'ذ' یا 'ز' یا 'ظ' پڑھے، اس کی نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ اگر نماز میں فرض قراءت کے بعد نماز کو فاسد کرنے والی غلطی کرے تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟

الجواب: حرف 'ضاد' معجمہ کو اس کے مخرج اصلی سے پڑھنا چاہیے، نہ کہ 'ذ'، 'ز' اور 'ظ' پڑھنا چاہیے،

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (سے) کی جگہ "میں" تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہوتی) کی جگہ "ہوئی" تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ: ۸۲/۱، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الخامس

کیونکہ عمدائے سب پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ 'شرح فقہ اکبر' میں محیط کے حوالے سے آیا ہے کہ اگر کوئی شخص عمدائے 'ض' معجمہ کی جگہ 'طاء' معجمہ پڑھے گا تو کافر ہو جائے گا، والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر نماز میں فرض قراءت کے بعد کوئی شخص قراءت میں نماز کو فاسد کرنے والی غلطی کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، بعدہ اگر صحیح قراءت کا اعادہ کرے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، ورنہ فاسد ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں آیا ہے: ”فوائد میں ذکر کیا ہے: اگر کوئی شخص نماز میں فاحش غلطی پڑھے، پھر واپس لوٹے اور صحیح پڑھے، فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی نماز جائز ہے، اور اسی طرح اعراب کا حکم ہے۔“

سوال: (۴۹۴) جزری و شاطبی و تحفہ نظریہ و ملا علی قاری کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ضاد معجمہ کو دال سے اور طاء سے جدا پڑھنا فرض ہے، اگر کوئی سیکھے تو ضاد کو صحیح پڑھ سکتا ہے، مگر سیکھتا نہیں، طاء یا دال مفتحم کے مشابہ کر کے پڑھتا ہے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۰ھ - ۲۹/۳۱۴)

الجواب: اگر ضاد کو (بہ صوت) (۱) دال مفتحم پڑھنے سے نماز کے نہ ہونے کا حکم کیا جاوے گا تو تمام عرب کے قراء و علماء وائمہ میں سے بھی کسی کی نماز نہ ہوگی، اور نہ کسی مقتدی کی نماز ہوگی، کیوں کہ وہ سب 'دوالین' پڑھتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے، اور اس میں حرج ہے۔ البتہ عمدہ اور بہتر یہی ہے کہ مخرج سے ادا کرنے میں سعی کرے نہ طاء پڑھے نہ دال، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ضاد کو دال مفتحم کی صورت میں پڑھنا دال (۲) نہیں ہے۔ جیسا کہ طاء، ت نہیں (ہے) (۳) وقس علیہ، بلکہ مخرج

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (بہ صوت) کی جگہ ”بہ صورت“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) مطبوعہ فتاویٰ میں 'دال' کے بعد 'پڑھنا' تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو

حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(ناقص ضاد کا ہے) (۱) جو مشابہ دال پُر کے معلوم ہوتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۲/۴)

سوال: (۴۹۵) لفظ 'ض' کو نماز میں کس طرح پڑھنا چاہیے؟ (۳۲/۱۳۹۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ضاد کو اس کے مخرج سے پڑھنا چاہیے نہ نکل سکے تو جیسے ادا ہو جائے نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۱/۴)

وتر کی تینوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا ضروری ہے

سوال: (۴۹۶) وتر کی تیسری رکعت میں جس میں دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے، اس میں سورت ملانی چاہیے یا نہیں؟ (۳۳/۵۶۱-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وتر کی تینوں رکعت میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضروری اور فرض ہے، تیسری رکعت میں بھی سورت ملانا ضروری ہے، ہمیشہ وتر اسی طرح پڑھنا چاہیے، ہکذا فی عامۃ کتب الفقہ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۶۲/۲)

فرض نماز میں لقمہ دینا درست ہے

سوال: (۴۹۷) ایک شخص فرض نماز پڑھا رہا تھا، سورہ فاتحہ کے بعد جو اس نے سورت پڑھی

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے درست کی گئی ہے۔ ۱۲
قولہ: 'مخرج ناقص ہے الخ' وجہ یہ ہے کہ دال مٹم کی صورت میں مخرج ضاد؛ یعنی حافہ لسان مع الاضراس سے بہت کچھ کام لینا پڑتا ہے، اور مخرج دال یعنی کنارہ زبان اور ثنایا علیا کی جڑ کو بھی فی الجملہ شمول ہوتا ہے، البتہ جو دال کی صفت ہے دال مٹم کی صورت میں ادا نہیں ہوتی ہے، یہاں مخرج وصفات 'فوائد مکیہ' سے ماخوذ ہے۔ جمیل الرحمن

(۲) فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۳۲۰-۳۲۱، قراءت و تجوید کا بیان، حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ۔ ۱۲

(۳) وهو ثلاث رکعات بتسلیمۃ الخ، ولكنه یقرأ فی کل رکعة منه فاتحة الكتاب وسورة احتیاطاً. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۸۳/۲، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی منکر الوتر والسنن أو الإجماع) ظفیر

اس میں اس کو سہو ہو گیا، ایک مقتدی نے اس کو لقمہ دیا، تو دوسرے شخص نے اعتراض کیا کہ فرض نماز میں امام کو لقمہ دینا نہیں چاہیے، تراویح میں اگر امام قراءت بھول جاوے تو لقمہ دینا جائز ہے، آیا فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۲۳۱ھ)

الجواب: لقمہ دینا فرض نماز میں بھی درست ہے، اور نماز صحیح ہے، اور تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے۔ درمختار اور شامی وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۱۹)

جمعہ کی نماز میں لقمہ دینا درست ہے

سوال: (۴۹۸) زید جمعہ کی نماز میں امام تھا، اس نے سورہ ہل اتی شروع کی، اور آخر میں (آکر) (۲) بھول گیا، بکر مقتدی نے اس کو بتایا، اس صورت میں نماز ہوگئی یا نہیں؟ (۲۱۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۶۶)

قدر واجب قراءت کے بعد لقمہ دینا

سوال: (۴۹۹) جب امام تین آیت سے گزر جائے اور بعد میں بھولے، تو چاہیے تو یہ کہ رکوع کر دے، اور مقتدی پیچھے سے نہ بتلائیں، مگر امام آگے بھولا اور (پڑھتا) (۳) چلا گیا، تو اگر مقتدی نے بتلایا، تو یہ بتلانے والا کس فعل کا مرتکب ہوا؟ مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام کا یا کیا؟ (اور ایسی صورت میں امام نے اگر لقمہ لیا اور صحیح پڑھ کر نماز پوری کیا، تو نماز میں کراہت آئی یا نہیں؟) (۴)

(۳۶۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

(۱) بخلاف فتحہ علی امامہ فإنہ لا یفسد مطلقاً لفتح و آخذ بکل حال . (الدّر المختار مع ردّ المحتار: ۳۲۹/۲، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة و ما یکرہ فیہا) ظفیر

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (پڑھتا) کی جگہ ”بڑھتا“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

الجواب: نماز لقمہ دینے والے اور لینے والے کی صحیح ہے، لیکن قدر واجب یا قدر مستحب قراءت پڑھنے کے بعد لقمہ دینا یا امام کا انتظار لقمہ کا کرنا اور مجبور کرنا مکروہ ہے، اور یہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الدر المختار و الشامی (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲/۲۲۰-۲۲۱)

بار بار لقمہ دینے کا حکم

سوال: (۵۰۰) زید امام مسجد ہے، انہوں نے عشاء کی نماز میں آیت ﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (سورہ زمر، آیت: ۷۱) پڑھی، اور ﴿فَتَحَّتْ أَبْوَابُهَا﴾ پڑھ کر گیا، پھر یہاں سے کسی دوسری سورت کی آیت کو ﴿فَتَحَّتْ أَبْوَابُهَا﴾ کے ساتھ ضم کر کے آگے پڑھتا چلا، تو عمر نے جو حافظ قرآن ہے نیز ما يجوز و ما یفسد بہ الصلوة سے واقف تھا، لقمہ دیا: ﴿وَقَالَ لَهُمْ خُزْنُهَا﴾ زید نے پھر شروع سے دوہرایا اور اسی جگہ آن ٹھہرا، پھر عمر نے لقمہ دیا، زید پھر تیسری مرتبہ دوہراتا ہوا بہ مشکل آگے بڑھا مگر ﴿وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا﴾ کو چھوڑ کر سورہ زمر ختم کی، اور بغیر سجدہ سہو نماز تمام کی، اور یہ فعل تقریباً ایک سو مصلیوں کے درمیان زید سے صادر ہوا ہے، نماز لوٹانی چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۲۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں نماز امام اور مقتدیوں کی صحیح ہے، اور سجدہ سہو واجب نہیں ہے، اور اعادہ اس نماز کا لازم نہیں ہے۔ کما صرح بہ فی الدر المختار و الشامی: بخلاف فتحہ علی امامہ فإنہ لا یفسد مطلقاً لفتح و أخذ بکل حال (در مختار) قولہ: (بکل حال) أي سواء قرأ الإمام قدر ما تجوز بہ الصلوة أم لا، انتقل إلى آية أخرى أم لا تكرر الفتح أم لا (۱) و یکرہ أن یفتح من ساعتہ کما یکرہ للإمام أن یلجئہ إلیہ بل ینقل إلی آية أخرى لا یلزم من وصلها ما یفسد الصلوة أو إلی سورة أخرى أو یرکع إذا قرأ قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ۔ (رد المحتار: ۲/۳۳۰، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التي لا یجب فیہا رد السلام) ظفر

هو الأصح . نہر (۱) (شامی جلد اول، ص: ۲۱۸) پس معلوم ہوا کہ صبح یہ ہے کہ تکرار فتح سے بھی نماز میں فساد نہیں آتا، اور سجدہ سہو کے واجب ہونے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ قراءت کے تکرار سے جوتا خیر کسی رکن میں ہو وہ موجب سجدہ سہو نہیں ہے۔ كما في الدر المختار: واعلم أنه إذا شغله ذلك الشك فتفكر قدر أداء ركن، ولم يشغل حالة الشك بقراءة الخ وجب عليه سجود السهو الخ (۲) اس سے واضح ہے کہ اشتغال بالقراءة کی صورت میں سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، البتہ یہ بھی شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جیسا کہ مقتدی کو یہ مکروہ ہے کہ فوراً لقمہ دیوے، اسی طرح امام کو یہ مکروہ ہے کہ (مقتدیوں) (۳) کو لقمہ دینے کی طرف مضطر کرے، بلکہ اس کو چاہیے کہ دوسری آیت مناسبہ یا دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جاوے، یا اگر مقدار واجب یا مستحب پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دیوے۔ كما قال في الشامي: يكره أن يفتح من ساعته كما يكره للإمام أن يلجئه إليه بل ينتقل إلى آية أخرى لا يلزم من وصلها ما يفسد الصلاة أو إلى سورة أخرى أو يركع إذا قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره، وفي رواية: قدر المستحب كما رجحه الكمال بأنه الظاهر من الدليل الخ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۴/۳۹-۴۰)

لقمہ کس وقت دینا چاہیے؟

سوال: (۵۰۱) امام نے قراءت میں بھول کر دوسری سورت شروع کر دی، دو دفعہ لقمہ دیا مگر

(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۳۲۹/۲، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام.

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۴۹۰/۲-۴۹۱، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام.

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (مقتدیوں) کی جگہ ”مقتدی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) رد المحتار: ۳۳۰/۲، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام.

امام نے لقمہ نہ لیا، لقمہ کس وقت دینا چاہیے؟ اور لقمہ دینے والے کی نماز ہوئی یا نہیں؟ (۲۳/۱۳۳۳ھ)
الجواب: اگر امام بہ قدر تین آیت کے؛ بعد سورہ فاتحہ کے پڑھ چکا ہے تو لقمہ دینے کا انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ فوراً رکوع کرنا چاہیے، اور اگر تین سے پہلے بھول گیا تو بہتر یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کرے، اگر ایسا نہ کیا تو جب مقتدی پر ثابت ہو جائے کہ امام کو آگے یاد نہیں آتا تو لقمہ دیدے، بدون مہلت کے فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے۔ کما فی الشّامی، ص: ۶۵۰ (۱) اور نماز ہر حال صحیح ہے (۱۰۵/۴-۱۰۶)

سوال: (۵۰۲)..... (الف) امام کو تین آیتوں کے اندر متشابہ لگا؛ اب مقتدی لقمہ دیں یا نہیں؟
(ب) امام نے الحمد کے بعد تین آیت صحیح پڑھ لی، اس کے بعد اور آیتوں میں متشابہ لگا، اب لقمہ دیں یا نہ دیں؟ (۳۲/۵۰۶-۱۳۳۳ھ)
الجواب: (الف) اختیار ہے (یعنی لقمہ دینا جائز ہے) (۲) لیکن (اگر) (۳) امام دوسری جگہ سے قراءت شروع نہ کرے تو پھر مقتدیوں کو ضروری ہے کہ لقمہ دیں (۴)۔
(ب) اختیار ہے، لیکن اگر کوئی ایسی غلطی پڑھے کہ مفسد صلاۃ ہو تو ضروری ہے کہ صحیح بتلا دیں؛ ورنہ سب کی نماز برباد ہوگی۔ (۴/۴۱۵-۴۱۶)

لقمہ دینا اور لقمہ لینا درست ہے

سوال: (۵۰۳) ایک حافظ صاحب نے تراویح پڑھائی، اور ستائیسویں شب کو قرآن شریف ختم کر دیا، بعض لوگ جو اُسی محلّہ میں جس میں وہ مسجد (ہے) (۵) نماز پڑھتے تھے، ایک شب کسی (۱) حوالہ کے لیے سابقہ جواب کا حاشیہ (۴) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قوسین کے درمیان والی عبارت مفتی ظفیر الدین صاحبؒ کے اضافہ کی ہوئی ہے۔ ۱۲
 (۳) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲
 (۴) لأنّ المقتدی محتاج إلى إصلاح صلاته ، والفتح على إمامه منه . (غنية المستملی ، ص: ۳۸۱، فصل في ما يفسد الصّلاة) ظفیرؒ
 (۵) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہے) کی جگہ ”تھی“ تھا، تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

وجہ سے شریک نہ ہو سکے، بعد ختم قرآن شریف تراویح میں وہ پارہ سنا جس کو وہ نہ سن سکے تھے، اس صورت میں اگر امام کوئی غلطی پڑھیں تو سامع کو غلطی بتلانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر لقمہ دیا گیا اور انہوں نے لقمہ لے لیا تو نماز جائز ہوگی یا نہ؟ (۱۶۸۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: سامع کو ان کی غلطی بتلانا اور لقمہ دینا اور ان کو لقمہ کا لینا درست ہے کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں آیا۔ درمختار میں ہے: بخلاف فتحہ علی إمامہ فإنه لا يفسد مطلقاً لفتح و أخذ بكل حال إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۱۸-۱۱۹/۴)

امام لقمہ نہ لے یا لے کر سجدہ سہو کر لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۰۴)..... (الف) امام جہری نماز میں ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ پڑھ کر بھول گیا، مقتدی نے لقمہ دیا تب امام نے آگے پڑھ کر رکوع کیا، پھر آخر میں سجدہ سہو بھی کر لیا تو نماز امام اور مقتدی لقمہ دینے والے کی صحیح ہوئی یا نہ؟

(ب) اگر امام لقمہ نہ لے تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۹/۶۹۷ھ)

الجواب: (الف) نماز امام اور مقتدی لقمہ دینے والے کی اس صورت میں صحیح ہو گئی، اور سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہ تھی، لیکن اگر سجدہ سہو غلطی سے کر لیا گیا تب بھی نماز ہو گئی۔ کذا فی الدر المختار (۲)۔

(ب) نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۵۸/۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۲۹/۲، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام.

(۲) بخلاف فتحہ علی إمامہ فإنه لا يفسد مطلقاً لفتح و أخذ بكل حال. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۲۹/۲، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: المواضع التي لا يجب فيها رد السلام)

زیر زبر کی غلطی پر لقمہ دینا درست ہے

سوال: (۵۰۵) اگر امام سے زیر زبر کی غلطی ہو جاوے کہ جس سے معنی میں کوئی فرق نہ ہو تو ایسی حالت میں (لقمہ دینا کیسا ہے؟) (۱) لقمہ دینے سے کراہت ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۹۶/۲۳۴۲ھ)

الجواب: اس صورت میں لقمہ دینے سے کچھ کراہت نہیں ہے، (بلکہ) (۲) غلطی کی اصلاح ضروری ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۴/۴)

کچھ الفاظ اور آیات چھوٹ جائیں اور

مقتدی لقمہ نہ دیں تو نماز ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۵۰۶) اگر امام نے نماز میں آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي﴾ (۴) رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ﴾ (سورہ صف، آیت: ۶) پڑھا، لیکن ﴿يَبْنِي﴾ کے بعد ﴿اِسْرَآءِ يَلْ اِنِّی﴾ چھوڑ دیا تو نماز ہوئی یا (کچھ) (۵) نقص رہا، اور ایک مقتدی کو یہ آیت یاد تھی، اس نے لقمہ بھی نہ دیا تو اس کی نماز بھی ہوئی یا نہیں؟

(ب) سورۃ الرحمن میں ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ﴾ پڑھنا شروع کیا اور درمیان کی آیات کو چھوڑ کر ﴿مُتَكَبِّرٰتٍ عَلٰی رَفْرَفٍ﴾ سے آخر تک پڑھا تو نماز ہوئی یا نہ؟ (۱۲۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۳) سابقہ جواب کے حاشیہ میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں ﴿يَبْنِي﴾ کے بعد ﴿اِسْرَآءِ يَلْ اِنِّی﴾ تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۵) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

الجواب: نماز ہوگئی کچھ نقص نہیں رہا، لقمہ نہ دینے والے کی بھی نماز ہوگئی اور سب مقتدیوں کی (بھی) (۱) ہوگئی (۲)۔

(ب) اس صورت میں بھی نماز ہوگئی کچھ نقص نہیں رہا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۹۱/۴)

لاحق کا لقمہ دینا درست ہے

سوال: (۵۰۷) ایک مقتدی کی وضو ٹوٹ گئی نماز میں، وہ جب وضو کرنے گیا نماز سے خارج کوئی فعل نہیں کیا، اب اس کے امام کو متشابہ لگا اور اس وضو کرنے والے نے امام کو لقمہ دیا اور وہ مسجد سے خارج نہ تھا، شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا، اور آپ نے لکھا ہے کہ نماز نہ ہوگی۔ (۱۱۷۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: لاحق کے لقمہ دینے اور امام کو لینے سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا، یہی صحیح ہے، کیونکہ لاحق کے لیے وہ امام ہے حکماً، اور امام کو لقمہ دینے اور لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا (۳) اور پہلا لکھنا کچھ یاد نہیں ہے، شاید وہ اس صورت میں لکھا گیا ہو کہ لاحق نے کوئی فعل مفسد صلاۃ کر لیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۴/۴-۶۵)

قرآن شریف میں دیکھ کر لقمہ دینا

سوال: (۵۰۸) نماز تراویح میں ایک شخص امام کے پیچھے قرآن شریف کھولے بیٹھا ہے، اور

(۱) 'بھی' کا اضافہ مفتی ظفیر الدین صاحب نے کیا ہے، رجسٹر میں نہیں ہے۔ ۱۲

(۲) ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً أو قدمه أو بدّله بآخر لم تفسد ما لم يتغير المعنى . (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۴۰/۲-۳۴۱، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: مسائل زلّة القاري) ظفیر

(۳) واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها، لكن بعد اقتدائه إلخ و حكمه كمؤتم إلخ . (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۷/۲-۲۹۸، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة، مطلب:

فيما لو أتى بالركوع والسجود أو بهما مع الإمام أو قبله أو بعده) ظفیر

اپنے قریب کے مقتدی کو جس کی نظر کلام اللہ پر رہتی ہے مطالعہ میں مدد دیتا ہے، اور وہ قرآن شریف میں دیکھ کر امام کو لقمہ دیتا ہے، اور قرآن شریف دکھانے والا ایک رکعت جماعت میں (بھی) (۱) شریک نہیں ہوتا، جب امام دوسری رکعت میں رکوع کرتا ہے تو وہ شریک (جماعت) (۱) ہو جاتا ہے، اور ایک رکعت جداگانہ ادا کر لیتا ہے، اس طریق سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی؟ (۱۳۳۵/۱۳۲۹ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وقراءته من مصحف إلخ (۲) اور فاسد کرتا ہے نماز کو پڑھنا نمازی کا قرآن شریف کو دیکھ کر، پس یہ صورت جو سوال میں درج ہے، اس میں بھی اندیشہ فساد صلاۃ کا ہے، لہذا اس طرح نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۶۸/۴)

شیعہ حافظ کا لقمہ دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۹) اگر تراویح میں امام غلطیاں کرتا ہے، اور سامع بھی چوک جاتا ہے، اور شیعہ حافظ موجود ہے، اگر وہ نیت کر کے اقتداء میں آکر بتائے تو عند الحنفیہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۱۹۰ھ)

الجواب: اگر شیعہ ایسا ہے کہ نہ تبرأ گو ہے، اور نہ منکر صحبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہے، اور نہ قائل قذف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے؛ تو اس صورت میں لقمہ دینا جائز ہے، اس کے بتلانے سے لقمہ لینے والے کی نماز اور اس کے مقتدیوں کی (۳) صحیح ہے، اور اگر وہ شیعہ غالی ہے جس میں امور مذکورہ موجود ہوں یعنی تبرائی ہو اور منکر صحبت حضرت خلیفہ اولؓ ہو اور حضرت صدیقہ کے افک کا قائل ہو تو چونکہ ایسا رافضی مرتد و کافر ہے (۴) اس لیے اس کے بتلانے سے اور امام کے لقمہ لینے سے

(۱) قوسین کے درمیان والا لفظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۳۱/۲، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التي لا یجب فیہا رد السلام.

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں 'کی' کے بعد نماز تھا، لیکن رجسٹر نقول فتاویٰ میں نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے اس کو حذف کر دیا ہے۔ ۱۲

(۴) وبهذا ظهر أنّ الرافضی إن کان ممن یعتقد الألوهیة فی علیّ، أو أنّ جبرئیل غلط فی

نماز امام کی اور اس کے مقتدیوں کی باطل ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۹/۴)

امام لقمہ نہ لے اور نماز توڑ کر دوبارہ نماز شروع کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱۰)..... (الف) اگر کوئی شخص نماز جہریہ میں قدرے قراءت پڑھ کر بھول گیا، مقتدی نے بغرض یاد دہانی لقمہ دیا، مگر امام نے لقمہ نہ لیا حتیٰ کہ مکرر، سہ کرر پر بھی امام نے لقمہ نہ لیا، بلکہ نماز کو فسخ کر کے از سر نو تحریمہ سے نماز پوری کی امام کا یہ فعل جائز ہے یا (ناجائز؟) (۱)

(ب) جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے تو اس کو نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ کرنا چاہیے یا انتقال الی آیۃ و الی سورۃ آخری کرنا چاہیے؛ یعنی در صورت عدم قراءۃ ما يجوز به الصلاة .

(ج) اگر کوئی شخص صورت بالا میں نماز فسخ کر کے از سر نو تحریمہ پر زور دے اور انتقال الی آیۃ و سورۃ آخری کو ناجائز کہے، اور فسخ نماز میں اس عبارت کو حجت پکڑے جو کہ صبح کی سنتوں کے متعلق ہے۔ إذا خاف فوت الجماعة يتركها (۲) صورت بالا میں اس عبارت کو فسخ نماز کی دلیل بنانا صحیح ہے یا نہیں؟

(د) (عبارت) (۳) مذکورہ میں یترکھا کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی کو جماعت کے فوت (ہونے) (۴) کا خیال ہو، اور اس نے سنتیں شروع نہ کی ہوں تو سنتوں کو چھوڑ کر جماعت میں مل جاوے، یا یہ معنی بھی ہیں کہ اگر کسی نے (بہ امید) (۵) جماعت سنتیں شروع کیں، اور بعد شروع خوف فوت جماعت

== فهو كافر. (رد المحتار: ۱۰۲/۴، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السراري اللاتي يؤخذن غنيمۃ في زماننا) ظفیر

(۱) مطبوعہ فتاویٰ میں (ناجائز) کی جگہ ”نہیں“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۲) ولذا يتركها لو خاف فوت الجماعة. (رد المحتار: ۳۹۵/۲، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في السنن والنوافل)

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (عبارت) کی جگہ ”عبادت“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۴) مطبوعہ فتاویٰ میں (ہونے) کی جگہ ”ہو جانے“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

(۵) مطبوعہ فتاویٰ میں (بہ امید) کی جگہ ”بعد“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

ہوا تو سنتوں کو توڑ کر جماعت میں مل جاوے، لفظیتر کھا دونوں صورتوں کو شامل ہے یا کسی ایک صورت کو؟ اور کونسی صورت کو؟ اگر ثانی صورت کو شامل ہے تو آیت: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (سورہ محمد، آیت: ۳۳) کا کیا مطلب ہے؟ (۱۸۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف-ب) امام کو اس صورت میں لقمہ لے لینا چاہیے تھا یا دوسری آیت یا صورت کی طرف انتقال کرنا چاہیے تھا۔ اور اگر بقدر ماتجوز بہ الصّلاة یا قدر مستحب قراءت ہو چکی تھی تو رکوع کر دینا چاہیے تھا، توڑنا نماز کا ایسی حالت میں فقہاء نے نہیں لکھا۔ ردالمحتار (میں ہے) (۱):
تَمَّة: يَكْرَهُ أَنْ يَفْتَحَ مِنْ سَاعَتِهِ كَمَا يَكْرَهُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَلْجِئَهُ إِلَيْهِ بَلْ يَنْتَقِلُ إِلَى آيَةِ أُخْرَى لَا يَلْزَمُ مِنْ وَصْلِهَا مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ أَوْ إِلَى سُورَةٍ أُخْرَى أَوْ يَرْكَعُ إِذَا قَرَأَ قَدْرَ الْفَرْضِ ، كَمَا جُزِمَ بِهِ الزَّيْلَعِيُّ وَغَيْرُهُ ، وَفِي رِوَايَةٍ: قَدْرَ الْمُسْتَحَبِّ كَمَا رَجَّحَهُ الْكَمَالُ الْخ. وَفِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ: بِخِلَافِ فَتْحِهِ عَلَى إِمَامِهِ فَإِنَّهُ لَا يَفْسِدُ مَطْلَقًا لِفَاتِحٍ وَآخِذٍ بِكُلِّ حَالٍ الْخ (۲) وَفِي الشَّامِيِّ: قَوْلُهُ: (بِكُلِّ حَالٍ) أَيِ سِوَاءِ قَرَأَ الْإِمَامُ قَدْرَ مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ أَمْ لَا ، انْتَقَلَ إِلَى آيَةٍ أُخْرَى أَمْ لَا ، تَكَرَّرَ الْفَتْحُ أَمْ لَا ، هُوَ الْأَصَحُّ (۲) پَسْ جَبَّ كَهْ فَقَهَاءُ نَے اِس مِیں اِس قَدْر وَسَعَتْ رَكْعِي هَے تَو پَهْر نَمَاز كُو فَنَخ كَر دِیْنَا مَنَاسِبْ نَه تَهَا اَوْرَبَهْ حَكْم ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ اِس حَالَت مِیں نَمَاز كُو تَوڑ دِیْنَا مَمْنُوع تَهَا۔

(ج-د) یہ امر اوپر واضح ہوا کہ ایسی حالت میں فقہاء نے لقمہ لینے کو یا انتقال الی آیتِ آخری یا الی سورۃِ آخری کو جائز رکھا ہے، پس اس کو ناجائز کہنا اور نماز کو توڑ کر دوبارہ تحریمہ باندھنے پر زور دینا بہ وجہ جہل کے ہے مسائل شرعیہ سے، (عالم) (۳) وفقیہ ایسا نہیں کہہ سکتا، اور یہ احتیاط نہیں ہے

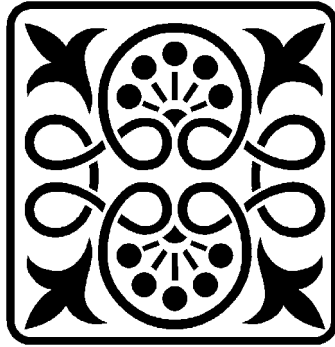
(۱) قوسین کے درمیان والے الفاظ رجسٹر نقول فتاویٰ سے اضافہ کیے گئے ہیں۔ ۱۲

(۲) الدّر المختار و ردّ المختار: ۳۲۹/۲-۳۳۰، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة و ما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع الّتی لا یجب فیہا ردّ السّلام۔

(۳) مطبوعہ فتاویٰ میں (عالم) کی جگہ ”واقف“ تھا، اس کی تصحیح رجسٹر نقول فتاویٰ سے کی گئی ہے۔ ۱۲

بلکہ وہم ہے اور خطاء ہے، اور عبارت مذکورہ کو اس بارہ میں دلیل لانا اور صریح روایات جواز و حکم فقہاء کو چھوڑنا دوسرا جہل ہے، اور یہ استدلال غلط ہے۔ یترکھا کا یہ معنی ہیں کہ شروع نہ کرے، نہ یہ کہ شروع کر کے قطع کر دے، شروع کر کے قطع کرنے کی ممانعت فقہاء نے صراحۃً لکھی ہے: والشارع في نفل لا يقطع مطلقاً و يتمه ركعتين ، و كذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام يتمها أربعاً على القول الرجح لأنها صلاة واحدة ، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال خلافاً لما رجحه الكمال (الدر المختار) قوله: (خلافاً لما رجحه الكمال) حيث قال: وقيل يقطع على رأس الركعتين وهو الرجح إلخ^(۱) (شامی) (۱۳۶-۱۳۴/۴)

تم الجزء الثاني



(۱) الدر المختار و رد المحتار: ۴۴۲/۲، کتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، مطلب: صلاة ركعة واحدة باطلة لا صحيحة مكروهة.

دارالعلوم دیوبند کی اہم مطبوعات

الإسلام والعقلانية	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۸)
قصائد منتخبة من ديوان المتنبي	دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
الفتنة الدّجالية	علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج
العقيدة الإسلامية	تاریخ دارالعلوم دیوبند (اردو، انگریزی، ۲: جلد)
مبادي الفلسفه	حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ
تسهيل الأصول	حیات اور کارنامے حضرت شیخ الہندؒ
باب الأدب من ديوان الحماسة	حیات اور کارنامے حضرت مولانا رشید احمدؒ
مفتاح العربية (اَوَّل، دوم)	خیر القرون کی درس گاہیں
علماؤ دیوبند اتّجاههم الدّینی ومزاجهم	مختصر سوانح ائمہ اربعہ
دارالعلوم دیوبند (عربی)	سوانح قاسمی (مکمل، ۲: جلد)
الحديث الحسن	حکمت قاسمیہ
حسن غریب (مکمل، ۲: جلد)	آب حیات
حسن صحيح (مکمل، ۳: جلد)	اثق العری
الحالة التّعليمية في الهند	احسن القری فی توضیح اثق العری
حجّة الإسلام (عربی، اردو)	ادلہ کاملہ
الصّحابة ماذا نیبغی أن نعتقد عنهم	ایضاح الادلہ
إشاعة الإسلام	شوری کی شرعی حیثیت
شیوخ الإمام أبي داود السّجستاني	تدوین سیر و مغازی
علماؤ دیوبند خدماتهم في الحديث	آئینہ حقیقت نما
الرأى النّجیح في عدد ركعات التّراویح (اردو)	تذکرۃ النعمانؒ
هداية المعتدي في قراءة المقتدي (اردو)	اجودھیا کے اسلامی آثار

امام اعظم اور علم حدیث	نیک بیویاں نماز کہاں پڑھیں؟
احکام اسلام	عمدة الأئمة في حكم الطلاق الثلاث
ازالة الريب	مقالات ابوالمآثر
انتصار الاسلام	معاوضہ علی التراجع
ایرانی انقلاب	مالا بدمنہ
دارالعلوم کافتویٰ اور اس کی حقیقت	باادب بانصیب
حفظ الرحمن لمذہب النعمان	اسلام اور عقلیات
مودودی دستور و عقائد	اجتماع گنگوہ
قبلہ نما	مکتوب ہدایت
احکام المفید	دو ضروری مسئلے
حجة الاسلام	ایمان و عمل
براہین قاسمیہ	راہ سنت یعنی المنہاج الواضح
غلط فہمیوں کا ازالہ	آئینہ حقیقت نما (مع تحقیق و تخریج)
قرآن محکم	جماعت اسلامی کا دینی رخ مکمل
تسہیل الاصول	غیر مقلدیت اسباب و تدارک
چند اہم عصری مسائل مکمل ۲/جلدیں	یہود کے متعلق قرآنی پیشین گوئیاں
فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ	کثرت رائے کا فیصلہ
مجموعہ رسائل چاند پوری	نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ دلائل شرعیہ.....
مجموعہ رسائل شاہ جہاں پوری	جواب حاضر ہے
دارالعلوم دیوبند کا اتہاس (ہندی)	فقہاء الصحابة ورواة الحديث.....
علوم القرآن فی اصول التفسیر	نماز کے متعلق چند اہم مسائل کی تحقیق
فتح المبين في كشف مقاعد.....	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، دواول، دوم (جدید ترتیب)